سلسلہ سپہ سالاران اسلام

جلد اول

خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ عنہ

اسلام کے نہایت نامور و مشہور سپہ سالار کی

سوانح عمری



[illegible]

مرتبہ و مؤلفہ

صوفی کرم الٰہی صاحب

بار اول سنہ ۱۹۰۳ء

مطبع خادم التعلیم پنجاب لاہور میں [illegible] کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہوا

جلد

اَلْخَالِدُ

دیباچہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمَلِكِ الْقَدِیْمِ وَالْمَنَّانِ الْکَرِیْمِ وَالرَّؤُفِ الرَّحِیْمِ هُوَالْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْئٍ عَلِیْمٌ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدِنِ الْمَوْصُوْفِ بِاَوْصَافِ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الْمُتَحَلِّیْنَ بِحُلَلِ الْاِیْثَارِ وَرِضَاءِ وَالتَّسْلِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ نیازمند درگاہ الٰہی فقیر کرم الٰہی صوفی ڈنگوی التماس پرداز ہے کہ ہر ایک مآل اندیش اور مدبر گورنمنٹ اپنی تحت رعایا کو راستی و صداقت۔ تقید و اطاعت۔ عفت و ثقاہت۔ صلاحیت و متانت۔ کے صراط مستقیم پر رکھنا چاہتی ہے۔ جو سیاست مدن کے بھاری اصول ہیں چنانچہ ہماری گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ بھی ان اغراض کے لئے بذریعہ سررشتہ تعلیم و علمی انسٹیٹیوٹ و مفید کتب وغیرہ کوشش کر رہی ہے۔

مگر دیکھنے اور پڑھنے والے کے خیالات و عادات اخلاق و اطوار پر جس قدر اُس کے اپنے قوم و مذہب کے کسی مشہور شخص کے افعال و اقوال کا پائدار اثر پڑ سکتا ہے۔ اس قدر دیگر مذاہب کے لوگوں کے حالات فائدہ بخش نہیں ہو سکتے۔

مسلمانانِ ہند کی اخلاقی ترقّی کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے - کہ ان اصحاب تقدّس مآب کی مفید زندگی کے کارنامے شائع کیے جائیں جو خاص مذہب اور قوم کے لئے بیش بہا خدمات کرتے رہے اور اس قسم کی اشاعت ان بزرگانِ دین کی قیمتی جانبازیوں کا شکریہ بھی ہے - جو قوم اور مُلک کا فرض ہے -

اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے - ہر ایک قوم مختلف ذرائع سے اُن اشخاص کی خدمات کا اعتراف کرتی رہی ہے - جو قوم اور مُلک کے لئے مساعی جمیلہ دکھاتے رہے ہیں - چنانچہ قدیم یُونانیوں نے اپنے لئے قومی جان نثاروں کی عزّت میں یہانتک غلو کیا کہ اُنکو الوہیّت کے درجہ تک پہنچا دیا - یہی حال مصریوں اور ہندوں وغیرہ کا رہا ہے - زمانہ متمدّنہ میں گو معبُود تو قرار نہ دیا گیا - لیکن ایسے کارناموں کے اظہار اور دوامی یادگار رکھنے کے لئے بہت کچھ اختراعات کیے گئے - یُورپ میں راستوں اور عام نظر گاہوں میں سنگین بُت نصب کیے جاتے ہیں - اور ہیرو کی کسی مشہور وصف کو تصویر میں دکھایا جاتا ہے جس کے دیکھتے ہی آنکھوں میں اُس کے بہادرانہ افعال کا نقشہ کھچ جاتا ہے - اور اِس طرح سے تاریخی واقعات خود بخود عوام کے یاد میں تازہ رہتے ہیں -

دُوسرا طریقہ اعتراف اور قیام ذکر علمی - اخلاقی - مفید عام عمارات مثلاً مدارس - شفاخانجات - معابد وغیرہ کا تعمیر کرنا ہے - جس میں مسلمان اپنی ترقی کے زمانہ میں بہت کچھ کر چکے ہیں - ؎

قرطبہ و دلی سمرقند و دمشق و بغداد
شوکتِ اسلام اُن سے برملا آتی ہے یاد

لیکن اس میں روپیہ کی ضرورت ہے اور فی زمانہ مُسلمانوں سے یہ کام چلنا مشکل ہے

تیسرا طریق اعتراف ایسے قومی خیرخواہوں کے حالات کو قلمبند کر کے پبلک ہی

ہیں شائع کرنا ہے۔ گو مسلمانوں کا تاریخی مذاق کسی سے کم نہیں اور اُن کی تاریخی خزانوں میں سب کچھ موجود ہے۔ لیکن فرداً فرداً سوانح عمری کے لکھنے کا طریق جس طرح یورپ میں مروّج ہے مسلمانوں میں چند صدیوں سے قریباً مفقود ہے۔ یورپ میں تو ادھر کوئی مرا اُدھر اُس کی سوانح عمری جھٹ پٹ پبلک کے ہاتھوں میں چلی جاتی ہے۔ اور عام کی قدر دانی سے اشاعت میں کوئی دقّت پیش نہیں آتی۔ اس طریق سے تاریخی وسعت کے علاوہ موجودہ اور آئندہ نسلوں کے دلوں میں قوم اور ملک کی خدمات کرنے کا زبردست جوش پیدا ہوتا ہے۔ جو ترقی کی جڑ ہے۔ اور اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ جس قدر بہادر ظفر جنگ مسلمانوں میں گذرے ہیں۔ اس قدر اور کسی قوم میں نہیں گذرے۔ اگر یونانی سکندر۔ تاتاری چنگیز خاں فرانسیسی نپولین انگریز ولنگٹن پر فخر کر سکتے ہیں۔ تو مسلمان حضرت خالدؓ بن ولید۔ حضرت سعد وقاص۔ عمرو عاصؓ۔ عقبہ بن نافع فہری۔ حسان بن نعمان غسّانی۔ موسیٰ بن نصیر۔ طارق بن زیاد۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی۔ منصور اندلسی۔ مہلب بن ابی صفرہ۔ قتیبہ بن مسلم۔ الپ ارسلان۔ نورالدین زنگی۔ صلاح الدین۔ محمود غزنوی۔ یوسف بن تاشفین مراکوی۔ شہاب الدین غوری۔ تیمور لنگ۔ سلطان سلیمان ترک کی فتوحات پر ناز کر سکتے ہیں۔ ان میں سے اکثر وہ اصحاب ہیں جو محض قومی خدمت کے لئے ایمانی طاقت اور نورانیّت کی وجہ سے ہر ایک موقعہ پر مقدسانہ ورع و بزرگانہ قنع۔ بہادرانہ استقلال شریفانہ جلال۔ پاکیزہ اخلاق۔ ستودہ اطوار کے موثر نمونے دکھاتے رہے ہیں۔ ازانجملہ گروہ صحابہ رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم ان صفات میں خاص ممتاز تھے۔ جن کے قول و فعل اہل اسلام کے دلوں میں مقناطیسی اثر ڈالتے ہیں۔ ان مطالب کے حصول کے لئے میں نے حضرت خالدؓ بن ولید مخزومی قریشی رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا ہے کہ جن کا نام سنتے ہی خون میں ایک متہورانہ جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ اور سچائی

ایمانی طاقت ۔ ایفائے وعدہ ۔ تحفظ حقوق ۔ ایثار و ہمدردی ۔ نصرت برحق ۔ تفقہ دینیہ ۔ شہرتی ۔ رضا و تسلیم کی زبردست تحریک پیدا ہوتی ہے جسکی مسلمانوں کو سخت ضرورت ہے ۔ علاوہ اس کے یہ مطلب بھی مدِ نظر ہے کہ مخالفین کو بتلایا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے جملہ غزوات دفاعی ۔ انتقامی یا حفظ ماتقدم کے لیے تھے ۔ اور سب میں اشاعت توحید باریتعالے کے سوا اور کوئی غرض نہ تھی ۔ دوم یہ خیال بھی ہے کہ جو لوگ عربی کی ضخیم کتابوں کو پڑھ نہیں سکتے یا خرید نہیں سکتے اُنکے لئے سہولیت بہم پہنچائی جائے ۔

چونکہ اس سے پہلے کوئی کتاب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے حالات میں پائی نہیں جاتی تھی ۔ اس لئے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ راقم کو کس قدر کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑا ہوگا ۔ یہ کتاب ۱۳۱۳ھ ہجری میں لکھی گئی تھی ۔ جبکہ فقیر عالیجناب قاضی محمد اسلم خانصاحب سی ۔ ایم ۔ جی سابق ڈپٹی کمشنر حصار ۔ حال سشن جج جہلم کے زیر سایہ فارغ البال تھا ۔ چنانچہ اس کے ابتدائی اوراق اخبار چودھویں صدی راولپنڈی ۱۸۹۶ء میں بھی طبع ہو چکے ہیں ۔

اگر توفیقِ الٰہی شاملِ حال رہی تو اور اسلامی بہادروں کی سوانح عمریاں بھی قوم کی خدمت میں پیش کیجاویگی ۔ السّعیُ منّی والاتمامُ من اللہِ تعالٰے

وصلّی اللہ علٰی سیّدنا محمّدٍ وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ وسلّم

راقم

کرم الٰہی صوفی

خالد ابن ولید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آٹھویں پشت میں مسمّٰی مرّہ گذرا ہے جسکے تین بیٹے تھے۔ ایک کلاب جو آنحضرت کا مورث اعلیٰ تھا۔ دوسرا تیم جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جد بزرگ تھا۔ تیسرا یقظہ تھا جسکا بیٹا مخزوم قریش میں کثیر الاولاد وفارغ البال گذرا ہے۔ بنی مخزوم کا مشہور قبیلہ اسی شخص کیطرف منسوب کیا جاتا ہے۔ مخزوم کی نسل میں سے مغیرہ قریش میں مشہور سردار اور بہادر شہسوار گذرے ہیں چنانچہ فوج سوارہ اُس کے ماتحت ہوتی تھی اور اُسکا لقب صاحب الاعنہ پڑ گیا تھا۔ آنحضرت کے عہد میں اُسکا بیٹا ولید بن مغیرہ قریش میں۔ فصاحت۔ لیاقت۔ ملاحت۔ تجارت۔ زراعت۔ دولت وحشمت ریاست و امارت میں نہایت مشہور تھا۔ اسی باعث سے اسکو وحید القوم (یگانۂ قوم) کہا جاتا تھا۔ اور بلحاظ خوبصورتی اور عام خوش اخلاقی کے ریحانہ قریش (گل قریش) کہلاتا تھا۔ سیکڑوں باغ وبستان اور ہزاروں مویشی گھوڑے رکھتا تھا۔ تجارت کا یہ حال تھا کہ بزازی سے لیکر جواہرات تک اُس کی تجارتی کوٹھی سے ہر وقت مل سکتے تھے۔ اُس کے ایجنٹ مختلف ممالک میں رہتے تھے اور تجارت کرتے تھے۔ اُسکے خزانہ میں ہر وقت ایک لاکھ دینار سُرخ اور دس لاکھ

روپیہ نقد موجود رہتا تھا۔ مگر با وجود اسقدر فضل ایزدی اور نعمائے الٰہی کے ممنون و شاکر نہ تھا اور جیسا کہ عام دُنیا پرست دولتمند ہوتے ہیں خُدا کا ناسپاس تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں جس قدر ظالمانہ منصوبے کئے جاتے تھے وُہ عمُوماً اسی ولید کے دماغ کا نتیجہ ہوتے تھے۔ اور با وجودیکہ اپنی فراست و ذہانت ذاتی سے بخوبی سمجھ چکا تھا کہ اسلام حق ہے اور قرآن مجید کے مقدس اور متاثر کلام کو مُنکر انسانی کلام سے بالاتر جان چکا تھا۔ مگر صرف دولت کے غرور اور قریش کے لیڈر ہونے کے چند روزہ گھمنڈ نے جیسا کہ عموماً دُنیاوی جھوٹے لیڈروں میں ہوا کرتا ہے اُسکو راہ راست پر نہ آنے دیا اور نہ مشرف باسلام ہونے دیا۔ چونکہ خدا کی ناسپاسی اور صداقت کی مخالفت ایک ایسی بات ہو کہ نتیجہ دیئے بغیر نہیں رہتی اسلئے ولید کو بھی اس زبردست اور اٹل قانون سے بچنا نصیب نہوا۔ اور سب کارخانہ خاک میں مل گیا۔ ولید کی اولاد میں سات مشہور بیٹے تھے مسمیان عاص۔ قیس۔ عبد الشمس تو بتقلید ولید آبائی جہالت کو نہ چھوڑ سکے۔ مگر ولید بن ولید۔ ہشام۔ عمارہ۔ خالد مُسلمان ہوکر باعثِ تقویتِ اسلام ہُوئے۔ خالد بن ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرّہ بن کعب کی ماں کا نام لُبابہ صُغریٰ بنت حارث الہلالیہ تھا جو خواہر لبابہ کبریٰ (اُمّ فضل) زوجہ حضرت عبّاس عمّ رسُول صلعم اور ہمشیرہ امّ المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی تھی۔

خالد کو بچپن میں دستورِ قریش کے مطابق رسمی تعلیم کیطرف متوجہ کیا گیا۔ لیکن طبیعت کا رُجحان شہسواری کی طرف زیادہ مائل تھا۔ جس میں کہ آخر وُہ دُنیا کا ایک مشہور باکمال بےنظیر جنرل نکلا اور جسکی بدولت ہر ایک زمانہ اور ہر ایک حالت میں جہاں رہا ممتاز و سرفراز رہا۔ قبل از اسلام تمام لڑائیوں میں خواہ وُہ اسلام سے ہُوئیں یا دیگر اقوام عرب سے۔ سواروں کی کمان خالد ہی کے سپرد

پہنچی تھی۔ اور شجاعت کا تمغہ اسی بے مثل بہادر کے زیب گلو رہتا تھا۔ اِسلام کے لاتے ہی دو ماہ بعد قدرت نے خود بخود خالد کو جنگ موتہ میں مسلمانوں کا ہونہار سپہ سالار اور ہیبت فتح نصیب جنرل منتخب کر لیا۔ اور اس ربانی انتخاب کو خالد نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اُنکے لائق جانشین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد حقانی عہد میں اپنی فوق العادت طاقت اور شجاعت اور لاثانی جنگی لیاقت سے دُنیا کی مشہور زبردست قدیمی سلطنتوں کو پاش پاش کر کے بالکل صحیح و درست ثابت کر دیا۔ اور بہادرانِ عالم کو ہمیشہ کے لئے حیران و ششدر بنا دیا۔ خالد کے قبل از اسلام بہادرانہ واقعات کو مورخین اسلام نے غالباً کم لکھا ہے۔ جنگ اُحد میں مشرکین مکہ کی فتح بعد شکست صرف خالد کی تدبیر و استقلال عزم و شجاعت کا نتیجہ تھا۔

اُحد کی لڑائی کے شروع ہونے سے پیشتر ہی خالد نے ایک ہوشیار اور مدبر جنرل کی طرح میدان جنگ کی بخوبی دیکھ بھال کر لی تھی۔ اور مفید جنگی موقعوں کو اپنے ذہن نشین کر لیا تھا۔ لشکر اسلام کے پس پُشت ایک پہاڑ کا درہ تھا جہاں پر پچاس تیر انداز مسلمان مقرر کئے گئے تھے۔ اور وہاں سے نہ ہلنے کی سخت تاکید کی گئی تھی۔ لڑائی کے شروع ہوتے ہی خالد نے چاہا کہ درہ سے گذر کر مُسلمانوں پر حملہ کرے۔ مگر مُسلمان تیر اندازوں کی ہوشیاری اور سخت تیر باری نے اُسوقت کامیاب ہونے نہ دیا۔ میدانِ جنگ میں اسلامی بہادروں نے مشرکوں کے بہادر علم بردار اور مشہور شہ سواروں کو چن چنکر تہ تیغ کر ڈالا اور مخالفوں کو ہیبت زدہ اور حواس باختہ کر کے اُنکے مورچوں سے ہٹا دیا۔ بلکہ کیمپ پر جا ہاتھ مارا۔ اور اُنکے ڈیروں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ مگر اُسوقت میں بھی خالد کی چستی و چالاکی ہمت و تدبیر میں ذرا فرق نہ آیا اور یہ سوچ کر کہ اب درہ مذکور سے فائدہ اُٹھانے کا موقع آپہنچا ہے۔ اپنے چیدہ دستہ سواروں کو ساتھ لیکر درہ میں جا گھسا اور جیسا کہ خالد نے خیال کیا تھا درہ کو مسلمان تیر اندازوں سے خالی پایا۔

کیونکہ فتح کی خبر پاتے ہی مسلمان تیر انداز متعینہ درہ غنیمت میں جا شامل ہوئے تھے۔ صرف اُنکا افسر معہ دس ہمراہیوں کے وہاں رہگیا تھا۔ جنکے غازیانہ مقابلہ نے اُنکی ذاتی شہادت کے سوا اور کچھ فائدہ نہ دیا۔ عام مسلمان فاتح بنکر اطمینان سے کفار کے ڈیرونکو لوٹ رہے تھے اور خاص محتاط اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا[1] کی تعمیل میں قتل کفار سے میدان کارزار کو لالہ زار بنا رہے تھے کہ یکایک غضب سے خالد بجلی کی طرح آگرا اور ایسی غیر معمولی تیزی کے ساتھ حملہ کیا کہ مسلمان اپنے آپ کو سنبھال نہ سکے۔ میدان چھوڑنے یا پہاڑ پر جمع ہونے پر مجبور ہوئے۔ مشرکوں کو یہ آخری عالیشان فتح محض خالد کی لیاقت اور جرأت سے حاصل ہوئی تھی۔

خالد کا اِسلام لانا

اس فتح کی کامیابی کا عموماً نتیجہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ خالد ایک فتحمند جنرل کی طرح مغرور ہوتا۔ اِتراتا۔ مخالفت میں سابق سے زیادہ حصہ لیتا مگر صداقت بھی ایک ایسی شئے ہے جو سخت سے سخت مخالفوں کے دلوں کو بھی ہلا دیتی ہے اِسلامی صداقتوں نے آخر اس مظفر و منصور سردار کے دل پر بھی اپنی مقناطیسی کشش کا اثر ڈالنا شروع کر دیا اور خالد خود بخود مساعی جاہلانہ میں دھیما پڑ گیا۔ فطرت نے جو نورِ ہدایت خالد کی طبیعت میں ودیعت رکھا تھا بقولے (کُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا) اب اُس کے ظہور کا وقت قریب آنے لگا یہ نور صلح حدیبیہ کے بعد زیادہ چمکنے لگا اور خالد ایک عقلمند فلاسفر کی طرح آنحضرت صلعم کی حالات۔

[1] سورۂ محمد پارہ ۲۶ ترجمہ۔ جب تم کفار سے لڑائی کرو تو انہیں قتل کرو یہانتک کہ وہ چور ہو جائیں پس قید کر لو یا تو محض احسان کر کے اسیری فدیہ لیکر چھوڑ دو یہانتک کہ ضرورتِ قتال نہ رہے۔ منہ عفی

عادات۔ معاملات۔ تعلیم وغیرہ پر غور کرنے لگا اور اسلام کی حقیقت کو ٹٹولنے لگا اس کو آنحضرتؐ کی مقدس زندگی عام انسانی آلائشوں سے مبرا و منزہ نظر آتی تھی اور اسلامی کامیابی ایک انسانی طاقت اور بناوٹ سے بہت ہی اونچی دکھائی دیتی تھی۔ ایک یتیم بیکس اُمّی مفلس کا ہزاروں مغرور سرکش بہادر بارعب عیاش سرداران عرب کو سیدھی سادی تعلیم سے حلیم۔ متواضع۔ منکسر۔ زاہد۔ مرتاض۔ موحد۔ خداپرست۔ ہمدرد قوم بنا لینا سوائے تائید ایزدی اور توفیق ربانی کے ممکن معلوم نہ ہوتا تھا۔ اور اہل اسلام کا باوجود جلاوطنی۔ بے سروسامانی اور سخت سخت تکلیف اٹھانے اور بلا کسی قسم کی ظاہری اُمید کے خویش واقارب مال و دولت کو ترک کرنا اور اپنے ہادی برحق کا ساتھ نہ چھوڑنا اور خلوص دل سے اسلامی ہدایات کا پابند ہو کر اپنے تقدس و ورع کا اعلیٰ نشان دکھانا صرف بشری طاقت و تعلیم سے بہت ہی بڑھ کر معلوم ہوتا تھا۔ جہانتک وہ سوچتا تھا اسکو اسلام کی حقیقت و صداقت تعلیم انسانی تہذیب و کمال کے لئے ایک مکمل و اکمل معلم اور نیز جملہ ادیان سے بہتر اور افضل نظر آتی تھی۔ آنحضرتؐ کے اخلاق اور ابتدائے عمر سے لیکر اب تک کے جملہ واقعات پر جب نظر عمیق ڈالتا تھا تو دعوے نبوت کی راستی کے سامنے سر تسلیم خم کئے بغیر کچھ بن نہ پڑتا تھا وہ سمجھ چکا تھا کہ بقول قریش نہ وہ ساحر ہے نہ کاہن وہ صرف مؤید من اللہ ہے جسکا تائیدی ثبوت اُس کے قول و فعل میں ہمیشہ پایا جاتا ہے۔ عمرۃ القضا کے وقت جب وعدہ خالد بھی مشرکین کے ساتھ مکہ سے نکل گیا تھا۔ اسکے مسلمان بھائی ولید بن ولید نے خالد کی تلاش کی۔ مگر وہ نہ ملا۔ ولید نے بھائی کو خط لکھا اور اسلام کی ترغیب دی اس خط نے خالد کے خیالات میں ایک جدت پیدا کردی اور فطرتی مادہ کا جوش اب موجزن ہو گیا۔ چند اصیل بیش قیمت گھوڑے بطور نذرانہ امیرانہ شاہ رسل کیخدمت بابرکت میں مدینہ روانہ کر دیئے اور اپنی جبلی اولوالعزمی سیرچشمی بلند نظری عالی ہمتی کا پورا ثبوت دیا۔

بھلا ایسا بہادر ایمان خفیہ کب رکھ سکتا تھا اور جس صداقت کو اُس نے عرصہ کی تلاش اور غور کے بعد ہر ایک قسم کی کسوٹی پر پرکھ لیا تھا اور بخوبی بالمشافہ دیکھ لیا تھا اب اُس کی راستی کا اعلان دینا شروع کر دیا۔ روسائے قریش کو اسلام کی دعوت کرنے لگا۔ صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابو جہل اپنے چچا زاد بھائی کے بیٹے کو اسلام لانے اور تلافی مافات کرنے کے لئے کہا مگر افسوس کہ دونوں نے سخت انکار کیا۔ ابوسفیان رئیس مکہ نے یہ بات سنکر خالد اور عکرمہ کو بلایا اور خالد کو طنزاً کہا کہ کیا تو بھی مسلمان ہو گیا اگرچہ ابتک خالدؓ نے اسلام ظاہر نہیں کیا تھا مگر اس سچے بہادر کی شجاعت نے یہ تقاضا نہ کیا کہ جس امر کو وہ صحیح اور درست مان چکا تھا اُس سے نامردوں کی طرح صرف خوف سنان یا کلام سے انکار کر دے اور اس بزدلانہ تقیہ سے اپنی مردانہ مشہور لائف پر بدنما دھبہ لگالے۔ اِسلئے صاف اقرار کر لیا جسکے سنتے ہی ابوسفیان کی آنکھوں میں خون اُتر آیا اور خالدؓ پر وار کرنے کو جھکا کہ عکرمہ بیچ میں آگیا اور ڈانٹ کر کہا کہ خبردار خالد تو ایک طرف رہا میں ہی دھجیاں اُڑا دونگا۔ قریش اپنی اپنی رائے میں آزاد ہیں۔ خالد بھی کسی کا پابند و مقید نہیں۔ عکرمہ کی اس جادو بھری اور تاکیدی تقریر نے خالدؓ کے جوش کو اُبھرنے نہ دیا اور خیر گذر گئی۔ اس کے بعد نڈر خالدؓ نے ہر ایک عام مجمع قریش میں بیخوف و خطر اسلام کی صداقت پر پُرزور لکچر دینے شروع کئے اور مخالفوں میں سے کسی کا حوصلہ نہ پڑا کہ اس شیر ببر کے سامنے آسکے اور کچھ مزاحمت کر سکے۔ جب خالدؓ نے دیکھا کہ مشرکوں کو پند و نصیحت بے سُود ہے تو نا اُمید ہو کر اپنے دوست عثمان بن طلحہ عبدری کلید بردار کعبہ معظمہ کو ساتھ لیکر مشرکوں کے سامنے روز روشن میں مکہ سے مدینہ کو روانہ ہوا۔ راستہ میں عمرو بن العاصؓ خالدؓ کا پُورا تاریخی رفیق اور مشہور دانا سردار بنی سہم نجاشی شاہ حبش کے پاس سے آتا ہوا ملا۔ جو مشرکین مکہ کی طرف سے سفیر بنکر مسلمان مہاجرین کو حبش سے نکلوانے کے لیے بھیجا

گیا تھا۔ اب برکاتِ اسلام سے متاثر ہو کر مدینہ کو اسلام لانے کے لئے جا رہے تھا۔ پس تینوں سردار مدینہ پہنچے اور آنحضرت صلعم کو بہت خوشی ہوئی۔ اور فرمایا کہ مکہ نے اپنے جگر گوشہ ہماری جانب پھینک دیئے ہیں۔ مگر خالد کے آنے کی زیادہ خوشی ہوئی۔ جس کے مسلمان ہونے کی ہمیشہ آرزو کی جاتی تھی اور بار ہا فرما چکے تھے کہ اگر خالد اسلام لاکر اپنی شجاعت اور بہادری کو تقویتِ اسلام پر صرف کرے تو بہتر ہو اور وہ اوروں سے بہتر رہیگا۔

سُبحان اللہ جو کچھ آنحضرت نے بطور پیشین گوئی زبانِ دُرفشان سے فرمایا تھا اُسی طرح معرضِ ظہور میں آیا۔ اسلام بھی لایا اور اسلام کو تقویت بھی بڑھ کر دی۔ یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلعم خالد کی خاص انتظار مسجد نبوی میں کر رہے تھے کہ ولید نے اپنے بھائی خالد کو جلد حاضر ہونے کی تاکید کی۔ خالد بعد تبدیلِ لباس حاضرِ خدمت ہوا۔ اور السلام علیکم یا رسُولَ اللہ کہا۔ آنحضرت نے شاداں و فرحاں جواب دیا۔ خالد نے کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یعنی سوائے اللہ کے اور کوئی لائقِ عبادت نہیں اور تو بلاشک اُسکا سچا رسُول ہے۔ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحمد للہ الذی ھَدَاکَ اِلَی الْاِسْلَامِ (سب حمد و ثنا اُس معبودِ حقیقی کو سزاوار ہے جس نے تجھ کو اسلام کی ہدایت کی) میں جانتا تھا کہ تم زیورِ عقل سے آراستہ ہو۔ اِسی لئے اُمیدوار تھا کہ تم ضرور مسلمان ہو جاؤ گے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ مَیں نے جناب کی بہت سی مخالفت کی ہے دُعا کیجیے کہ سابقہ گناہ معاف ہوں اور آئندہ اسلام کی خدمت میں ساعی رہوں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی۔ خالد جیسے معزز اور بہادر سرداروں کا کمالِ تحقیق و تدقیق اور ظفرمندی کے بعد مسلمان ہونا اشاعتِ اسلام کی وجہ محض حقانیت قرار دینے کے لئے کافی دلیل ہے۔ یہ واقعہ ساتویں سال ہجری کا ہے ✦

خالد رضی اللہ عنہ کی فتوحات

جنگِ موتہ

رحمۃ للعالمین رسولِ امین کی اجابتِ دعا کا جلدی ہی اثر ظاہر ہونے لگا۔ ابھی خالد کو اسلام لائے دو ہی ماہ گذرے تھے کہ موتہ کو لشکرِ اسلام بھیجنا پڑا۔ موتہ حدودِ شام میں بیت المقدس سے دو منزل کے فاصلہ پر ایک شہر تھا جہاں کے حاکم شرجیل گورنر قیصر روم نے آنحضرتؐ کے ایلچی حارث بن عمیر کو مار ڈالا تھا جو کہ حاکم بصریٰ واقع شام کے پاس جا رہا تھا۔ حالانکہ ایلچی کا مارنا کسی مذہب اور قانون میں درست نہیں تھا اور یہ ایسا واقعہ تھا کہ جسکا انتقام انتظامِ آئندہ کے لئے نہایت ضروری تھا ورنہ مسلمان تاجروں مسافروں کا غیر ممالک میں چلنا پھرنا مشکل ہو جاتا اس لئے ساتویں سال ہجری میں تین ہزار اصحاب تقدس مآب کا ایک لشکر مرتب کر کے بسرکردگی زید بن حارثہ اپنے غلام آزاد کے موتہ کو روانہ کیا اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابی اور خاندانی رؤسا مثل اپنے چچازاد بھائی جعفر بن ابیطالب۔ عبداللہ بن رواحہ۔ عبداللہ بن عمر۔ خالد بن ولید کے زید کے ماتحت کر دیئے۔ جسکا تعلیمی نتیجہ یہ تھا کہ اسلام غلام اور اصیل کی تفریق کو مٹانے والا ہے اسکا اصل الاصول اور بےنظیر قانون الکرم للتقویٰ[1] ہے یعنے شرافت پرہیزگاری پر موقوف ہے وہ خویش و بیگانہ میں ہرگز ہرگز تمیز روا نہیں رکھتا وہ ایک خدائی نعمت ہے جسکے حصول کے بعد کالے گورے کا کوئی فرق نہیں رہتا۔ آنحضرتؐ نے چلتے وقت حکم دیا تھا کہ اگر زیدؓ شہید ہو جائے

[1] اِنَّ اَکرَمَکُم عِندَ اللّٰہِ اَتقٰکُم ۱۲

توجعفر بن ابیطالب فوج کی کمان لے اور اُس کی شہادت کی صورت میں عبداللہ بن رواحہ اور بعد ازاں مسلمان جسکو چاہیں امیر بنالیں۔ یہ رسولِ خدا کی ایک پیشگوئی تھی جو بعینہ مطابقِ فرمان ظہور میں آئی۔ مسلمانوں نے جاتے ہی دشمن کے ہراول کو شکار کرلیا اور شرحبیل گورنر کے بھائی سُدوس کو مار لیا شرحبیل قلعہ بند ہوگیا مگر آخر عیسائی شاہی فوج کے پہونچنے اور متفرقہ عرب کی کمکی فوج کے آملنے سے میدان میں نکل کر صف آرا ہوا۔ اب مخالف فوج کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ اور مسلمان صرف تین ہزار تھے۔ ضرور آجکل کے نوجوانوں کو تعجب یا مبالغہ معلوم ہوگا کہ تین ہزار کا ایک لاکھ سے کیونکر مقابلہ ہوسکتا ہے۔ مگر علاوہ دیگر بیشمار اسلامی نظائر کے ذرا ہندوستان کی تاریخ کو دیکھیں تو اطمینان کرسکتے ہیں۔ سلطان محمود غزنوی بُت شکن رحمۃ اللہ علیہ کا اٹک کے قریب راجگانِ ہند کی متفقہ فوج تین لاکھ کو بیس ہزار سے شکست دیکر ہندوستان میں اسلام کی بُنیاد ڈالنا اور سلطان ظہیر الدین بابر کا رانا سانگا کو معہ اسکی ساڑھے تین لاکھ فوج کے دس ہزار چیدہ مجاہدین سے پائمال کرنا اور سلطان احمد شاہ ابدالی کا مرہٹوں کے غرور اور طاقت کو پانی پت کے مشہور میدان میں ایک ساتویں حصہ فوج کے ساتھ مٹا کر خوش قسمت انگریزوں کے لئے ہندوستان کی سلطنت کا راستہ صاف کرنا ایسی صریح نظائر ہیں کہ عربی خون کے تہوّر کی نسبت کوئی وجہ استعجاب باقی رہنے نہیں دیتی حالانکہ یہ لوگ اصحابِ رسُول کے جوش اور حمیّت اسلامی کی برابری نہیں کرسکتے تھے وُہ تو بانیٔ اسلام ہادیٔ انام کے خاص فیض یافتہ تھے۔ وُہ الجنّۃُ تحتَ ظلالِ السُّیُوفِ (جنت الفردوس زیر سایہ شمشیر است) پر بلا تاویل دل سے یقین رکھتے تھے۔ اور انکو خدا کے پاک کلام پر اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ۞[1] پر پورا وثوق تھا۔ انھوں نے بارہا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

[1] خدا اُن لوگوں کو ضرور پیار کرتا ہے جو اسلام کی حمایت میں دیوار آہنی کی طرح جم کر بلا لغزش لڑتے ہیں (سورہ صف پارہ ۲۸)

طاقت میں نظام معجز نظام کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ[1] کی صداقت کا مشاہدہ عینی کر دیا تھا۔ پس ایسی خدا پرست جاں فروش بہادروں کی نگاہ میں دشمن کی کثرت کیا وقعت رکھ سکتی تھی اور اُنکی دینی شجاعت پر کیا اثر ڈال سکتی تھی۔

آخر لڑائی شروع ہوئی۔ زیدؓ بن حارثہ سردار لشکر اسلام بعد ترتیب و دلدہی فوج علم لیکر میدان میں نکلا اور شجاعت اور فن شہسواری کی داد دیکر حملات متواترہ کرنے لگا لیکن عیسائیوں کی بہادر تیر اندازوں کی قواعد دانی اور سخت تیر باراں نے کوئی فائدہ اُٹھانے نہ دیا اور تیروں سے زید کا بدن چھلنی ہوگیا۔ مگر اُس بہادر نے مقابلے سے مُنہہ نہ موڑا اور فوج کو عمدگی سے لڑاتا رہا۔ آخر کثرتِ جراحت سے کم طاقت ہو کر گھوڑے سے گرا اور راہی فردوسِ بریں ہوا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

زید کے شہید ہوتے ہی جعفر بن ابیطالب نے فوج کی کمان لی اور اپنی ذاتی اور آبائی بہادری کے جوہر دکھا کر عیسائی بہادروں کو دنگ کر دیا۔ حملہ میں جعفرؓ کا گھوڑا پے کیا گیا مگر اُس کی جبلّی ہاشمی جرأت پر کوئی اثر نہ پڑا پیادہ سابق سے زیادہ شیر ہوگیا۔ اور اپنے چند اصحاب کو ساتھ لیکر دشمن کے ٹڈی دل میں جا گھسا کسی مخالف نے تلوار کے وار سے جعفر کا داہنا ہاتھ اوڑا دیا۔ علم کو جعفرؓ نے بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا اور بدستور مقابلہ پر ڈٹا رہا۔ کرتے میں کسی اور مخالف نے بائیں ہاتھ کو بھی قلم کر دیا۔ اسلام کی جان نثار جعفر طیار نے جو شہادت کے نشہ میں چور ہو رہا تھا علم محمدی کو چھاتی سے لگا لیا۔ اور ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹا۔ اور آئندہ نسلوں کے لئے بے مثل شجاعت اور استقلال کی ایک بیش قیمت اور مفید نظیر چھوڑ گیا۔ گو بیدست و بے سلاح تھا مگر اپنی کمان افسری کے فرائض منصبی کے بجالانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتا تھا کہ کسی دشمن نے ضرب شمشیر سے جعفر کے دو ٹکڑے کر دیے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

[1] اکثر تھوڑے بہتوں پر غالب ہوئے اللہ کے حکم سے۔ (سورہ بقر۔ پارہ ۲)۔

نے جعفر کی لاش پر پچاس زخم شمار کیے تھے جو سب کے سب اگلی طرف تھے جسکا مطلب یہ تھا کہ دشمن کو پیٹھ ہرگز نہیں دکھائی۔ یہ اسلامی شجاعت اور ہاشمی خون کا ایک نمونہ تھا جو جعفر رضی اللہ عنہ دکھلا گئے۔ اور افضل الجہاد ان یعقر جواد ک و تھراق دمك[۵۱] کی تعمیل کر گئے۔ عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اسوقت تین روز سے بھوکا تھا اس کے چچازاد بھائی نے کچھ گوشت پکا ہوا دیا تھا ابھی عبد اللہ نے موںھہ میں ہی رکھا تھا کہ جعفر کی شہادت کی خبر سن پائی جسکے سنتے ہی قومی ہمدردی کے جوش میں گوشت مونھہ سے نکال کر باہر پھینکا۔ اور کہنے لگا کہ افسوس جعفر تو دنیا سے چلدے اور میں دنیا کے دھندوں میں لگا رہوں چونکہ عموماً ایسے موقعوں پر اسباب و تعلقات دنیوی کی محبت اور خیالات مانع حصول شہادت ہوا کرتے ہیں اور انکی جدائی شاق گذرتی ہے۔ عبد اللہ جو ایک امیر صاحب جائداد تھا فوراً غلاموں کو آزاد باغ و بستان وغیرہ جائداد غیر منقولہ و منقولہ کو اسلامی کاموں کے لئے وقف کر دیا آزاد مجرد ہو کر نفس کو کہا کہ بتلا اب تیرا کیا باقی رہا جسکی جدائی کا تجھ کو افسوس ہو شہادت سے بھاگنا اچھا نہیں۔ پس بسم اللہ پڑھ کر اور علم سرداری کو اُٹھا دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑا اور افضل النَّاسِ مؤمنٌ یجاھد فی سبیل اللہ بنفسہ وَمالہ[۵۲] کی فضیلت حاصل کر کے اور بہتوں کو مار کر شہید ہوا۔ اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون

عبد اللہ کی شہادت کے بعد ثابت انصاری نے علم اُٹھا لیا اور بہادرانہ مقابلہ سے دشمن کو بڑھنے کا موقعہ نہ دیا۔ مسلمانوں کو کہا کہ جلدی اپنا امیر منتخب کر لو۔ اہل اسلام نے خالد بن ولید کو کہ جس کی بہادری کا سکہ دلوں میں بیٹھا ہوا تھا۔ امیر انتخاب کیا مگر خالد جو اسلامی تنویر و نبوی تعلیم کے سبب سے ماتحت و افسر کی مجاہدانہ کوششوں

---

۵۱ ترجمہ۔ اعلیٰ درجہ کا جہاد یہ ہے کہ غازی کے گھوڑے کی کونچیں کاٹی جائیں اور اسکی لاش خون میں تر بتر ہو کر میدان جنگ میں گر پڑے۔

۵۲ ترجمہ۔ بنی آدم میں سے وہ مومن افضل ہے جو اسلامی ملک کی حمایت و اشاعت میں اپنی جان و مال کو خرچ کرتا ہے۔

میں کوئی فرق نہیں جانتا تھا اور قرآنی فیض نے اُس کے دل سے حُبِ جاہ کو نکال کر محبت الٰہی کے سوا اور کسی چیز کی گنجائش ہی نہیں رکھی تھی۔ ثابت سے کہنے لگا کہ آپ مجھ سے بڑے اور جنگِ بدر میں حاضر ہو چکے ہیں۔ آپ کے ہوتے میں امارت کا مستحق نہیں ہوں۔ اور بہ نسبت افسری کے ایک عام سپاہی خادمِ اسلام ہونا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ منصف مزاج ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پہلوانی بہادری شہسواری جان نثاری کاروانی تجربہ کاری تجھ پر ختم ہے اور میں نے عَلَم بھی صرف تمہارے لئے ہی اُٹھایا تھا۔ پس امیر خالد رضی اللہ عنہ نے حسبی اللہ نعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر پڑھ کر علم لے لیا اور یہ انکی سب سے پہلی اسلامی کمان تھی۔ مگر یہ کمان ایسے آڑے اور مشکل وقت میں ملی کہ عیسائی بہادر فوجوں کی صولت و شدت اور چند بہادر سرداران اسلام کی پے در پے شہادت نے مسلمانوں کو ہلا دیا اور ایسی مایوسی کا جو نتیجہ عموماً ہوتا ہے وُہ آخر اسلامی لشکر میں ظاہر ہو پڑا کہ مسلمان بھاگ نکلے ایسے وقت میں صرف امیر خالد کے استقلال بہادرانہ اور تدبیر شجاعانہ ہی کا کام تھا کہ ایک طرف تو مقابلہ میں ڈٹا رہا اور دشمن کو اس شکست سے فائدہ اُٹھانے نہ دیا اور دوسری جانب اپنی پراگندہ اور قلیل فوج کو جوش و غیرت دلا کر میدان میں لا کھڑا کیا اور اپنی فوق العادۃ شجاعت سے شمشیر آبدار کے ساتھ کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں چکر لگاتا اپنی فوج کو سمبھالتا دشمن کو کاٹتا بجلی کی طرح کوندتا شیرِ ببر کی طرح دھاڑتا ہوا نکل جاتا۔ جدھر حملہ کرتا تھا صفوں کی صفیں اُلٹ دیتا تھا۔ عیسائی بہادروں نے بھی دِل کھول کر مقابلہ کیا اور مسلمانوں کی صفوں کو کئی بار بے ترتیب اور متزلزل کر دیا مگر انکی قومی جرأت و مذہبی جوش امیر خالد کی مشہور چستی و چالاکی و تندی و شجاعت کا مقابلہ نہ کر سکا اور نہ خالدی سطوت کے سامنے اپنی قواعد دانی اور عمدہ سامان جنگ سے کچھ فائدہ اٹھا سکے

اس روز امیر خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹی تھیں اسی سے امیر خالد کی کوشش اور کشمکش کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ بھلا ایسے دشمن کُش سخت کُش جنرل سے کوئی عہدہ برا ہو سکتا ہے ؟ یا بازی جیت سکتا ہے ؟ نہیں ہرگز نہیں شام تک کشت و خون کا بازار گرم رہا مگر کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ سرِ شام طرفین کو اپنے اپنے کیمپ کیطرف جانا پڑا اگرچہ عیسائی بہادروں نے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا مگر اہل اسلام کے غازیانہ صبر و استقلال اور انکے بے نظیر جنرل خالدؓ کی جنگی لیاقت اور شجاعت کا سکہ بھی عیسائیوں کے دلوں پر بیٹھ گیا۔

امیر خالدؓ اس پہلے روز کی لڑائی میں سمجھ چکا تھا کہ دشمن کی کثیر فوج کا مقابلہ اس مٹھی بھر جماعت کے ساتھ عام جنگی دستور سے ذرا مشکل ہے اس لئے امیر خالد نے دوسرے روز اپنی فوج کو سکوئر (مربع) کی شکل میں کھڑا کیا جو کہ یورپ میں آج کل ایک اعلیٰ قانون جنگی تصور کیا جاتا ہے اور جسکے قلعہ کو کوئی زبردست سے زبردست رسالہ بھی نہیں توڑ سکتا۔ وسطی زمانہ میں سب سے پہلے اس قاعدہ کو امیر خالد نے ہی صرف اپنی عقل خداداد سے جنگِ موتہ میں اختراع کیا تھا۔ لڑائی کے شروع ہونے پر مخالفوں نے سر توڑ کوششوں سے حملے کئے مگر اس سنگین فوجی قلعہ کو نہ توڑ سکے۔ بلکہ ہر بار نقصان کثیر اُٹھا کر پسپا ہوتے رہے۔

دُور اندیش اور مدبر جنرل امیر خالدؓ نے جب دیکھا کہ دشمن پے درپے حملوں سے تھک گیا ہے فوراً شیر کی طرح جھپٹا اور ایسا تیز حملہ کیا کہ دشمن کو حواس باختہ کر دیا۔ نوکِ سنان اور تلوار کی دھار کے آگے مخالف فوج کو رکھ لیا اور گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کیا۔ دشمن بھاگ نکلا۔ مسلمانوں نے کچھ دُور تک تعاقب کیا اور جمعیت مخالف کو بالکل پراگندہ کر دیا۔ ہزاروں مقتول و مجروح و اسیر کئے گئے۔ چونکہ یہ غزوہ محض ایلچی اسلام کے قتل کے انتقام کے لئے کیا گیا تھا جو بااحسن وجہ پورا کر لیا گیا۔ اسلئے

امیر خالد رضی اللہ عنہ سالماً و غانماً پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بابرکت میں مدینہ منورہ واپس حاضر ہوا اور اسلامی شمشیر کا رعب عیسائیوں کے دلوں میں جم گیا +

امیر خالد رضی اللہ عنہ کو خطاب سیف اللہ کا عطا ہونا

جسوقت لشکر مجاہدین میدان موتہ میں لڑ رہا تھا اور ابھی تک مدینہ میں کوئی خبر نہ آئی تھی کہ آنحضرت صلعم مسجد مدینہ میں اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اور محض اشراق نبوت سے میدان جنگ کا ملاحظہ کوسوں سے فرما رہے تھے یکایک آپ نے فرمایا کہ زید شہید ہو گیا پھر جعفر پھر عبداللہ کی شہادت کی خبر دی پھر ارشاد کیا کہ اب خدا کی شمشیروں میں سے ایک شمشیر (سیف اللہ) خالد بن ولید نے علم اٹھایا ہے اور خدا نے اس کے ہاتھ پر فتح دی ہے۔ اس روز سے خالد کا خطاب سیف اللہ پڑ گیا۔ جو بالکل موزون تھا اس کے بعد ہر ایک لڑائی میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفیق عتیق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد ہدایت عہد میں برابر سپہ سالار رہا +

فتح مکہ

جنگ موتہ کے بعد سیف اللہ نے فتح مکہ میں اپنی خونخوار اور دشمن فگار طاقت کو دکھلایا جسکا باعث یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ میں منجملہ دیگر شرائط ایک یہ شرط بھی مابین پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مشرکین کے قرار پائی تھی کہ ایک دوسرے کے دوستوں اور متوسل اقوام سے بھی میعاد مقررہ کے اندر لڑائی نہیں کیجاویگی۔ بنی خزاعہ کی قوم ابتدا سے بنی ہاشم کے ہم عہد اور خیر خواہ تھی اور اسوقت جناب رسالتمآب صلعم کے زیر سایہ تھی۔ اور بنی بکر بن کنانہ مشرکین مکہ کے رفیق تھے اور ان دونوں قوموں میں سخت عداوت تھی اور کئی بار کشت و خون ہو چکا تھا۔ بعثت رسول اللہ کے سبب

جملہ اقوام عرب کی توجہ اسلام کی طرف معطوف اور کچھ عرصہ کے لئے جنگ باہمی موقوف ہو گئی تھی۔ مگر صلح حدیبیہ کی میعادی صلح نے جو مسلمانوں کی طرف سے عربوں کو کچھ اطمینان دیا تو پھر قدیمی جہالت اور عداوت کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اور ایک دوسرے کی ایذا رسانی اور تکلیف دہی میں کوشش کرنے لگے۔

چنانچہ ایک دن بازار مکہ میں ایک بنی بکر نے ایک خزاعی کے روبرو اسکا دل دکھانے کے لئے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجو کہی۔ خزاعی نے منع کیا وہ باز نہ آیا۔ خزاعی نے غصہ میں آکر مخالف کو سخت زدوکوب کیا۔ جس نے اپنی قوم بنی بکر سے استغاثہ کیا۔ جو لڑائی پر آمادہ ہو گئی۔ اور ہمسایہ قوموں سے امداد چاہی مگر قریش کے سوا کسی نے اجابت نہ کی۔ سرداران قریش مثل عکرمہ بن ابوجہل اور صفوان بن اُمیہ وغیرہ معہ اپنی اپنی فوج کے ٹھاٹھ باندہ کر اور مُنہہ چھپا کر بنی بکر سے جا ملے اور شبخون مار کر بنی خزاعہ میں سے بیس مقتول اور سینکڑوں مجروح کر دیئے اور عہدنامہ حدیبیہ کا کچھ پاس نہ کیا اُنکا خیال تھا کہ ہمیں کوئی شناخت نہیں کریگا اور بنی خزاعہ کی تباہی سے مسلمانوں کے رسوخ اور طاقت کو نواح مکہ سے زائل کر دینگے۔ جس سے ہمیں کئی ایک پولٹیکل فوائد حاصل ہونگے۔

مگر نبی کریم صلعم کو تو اسی رات مدینہ منورہ میں بذریعہ نور نبوت معلوم ہو چکا تھا اور چند روز بعد جب عمرو بن سالم خزاعی چالیس سواروں کے ساتھ مدینہ پہنچ کر دادخواہ ہوا۔ اور مفصل حال عرض کیا تو سواران خزاعی کو تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تسلی دیکر روانہ خانہ کیا اور خود قریش کی اس بیہودہ حرکت پر غور کرنے لگے۔ یہ عہد شکنی کوئی معمولی بات نہ تھی۔ بلکہ قریش نے علانیہ پیغام جنگ دیا تھا۔ اگر آنحضرت صلعم توجہ نہ فرماتے تو آیندہ اہل اسلام کی دوستی اور رفاقت کا اعتبار جزیرہ نمائے عرب سے بالکل اُٹھ جاتا اور اسلام کے دُعاۃ اور منادیوں کو کوئی اپنے ہاں ٹھہرنے نہ دیتا اور اشاعت توحید میں سخت رُکاوٹ

پیدا ہو جاتی۔ مشرکین کا حوصلہ اور غرور بڑھ جاتا اور احتمال تھا کہ اگر مشرکین مکہ کی ان جسارت کا انتقام نہ لیا جاتا تو پھر مدینہ سکینہ پر مثل سابق چڑھ آتے اور نہیں تو لاکھوں کی جائداد غیر منقولہ ہی تاخت و تاراج کر جاتے جو مشرکوں کی جرأت اور مسلمانوں کے جبن کا قوی عنصر ہو جاتا۔ بنظر حالات بالا کوئی شخص بھی خواہ وہ کسی مذہب کا پابند ہو انکار نہیں کر سکتا کہ یہ لڑائی بنظر حفظ ما تقدم کس قدر ضروری تھی اور مشرکین کے اقوال بے ثبات نے اس کو کس قدر ناگزیر کر دیا تھا۔

پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یقین کر لیا کہ مشرکین مکہ آرام لینے نہیں دیتے۔ انکی معاندانہ شرارتوں سے تنگ آکر وطن مالوفہ کو الوداع کہا۔ مصائب سفر کو گوارا کیا۔ مسلمانوں کو کوڑے پٹوائے گئے۔ جلتی دھوپ میں بٹھلا کر انکا بھیجا نکالا گیا۔ سولی چڑھائے گئے قتل کیے گئے انکی جائدادیں چھین لی گئیں۔ عرب کی خونخوار قوموں کو لالچ دیکر اور ہزاروں کی جمعیت بہم پہنچا کر اسلام کے استیصال کے لئے چڑھا چڑھا کر لائے۔ زیارت کعبہ سے مسلمان روک دیئے گئے۔ اور محض بنی آدم کو کشت و خون سے بچانے کے لئے صلح حدیبیہ کی کمزور شرائط کو برخلاف رائے معزز و مقتدر اصحاب مان لیا گیا۔ مگر باوجود اس قدر بردباری اور نرمی و رعایت و اغماض کے مشرکین کے غرور و تکبر جور و ظلم میں کچھ بھی کمی نہیں ہوئی۔ ایفائے عہد کا انکو پاس نہیں عہود و مواثیق کا انکو خیال نہیں۔ یہ کسی طرح مسلمانوں کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ ناچار بمشورۂ اصحاب کبار روانگی مکہ کا عزم کیا۔ مشرکین نے گو ابوسفیان کو بھیجکر دم جھانسا دینا چاہا۔ مگر ابوسفیان کی روباہ بازی چل نہ سکی۔ آنحضرت نے مسلمان اقوام بنی سلیم۔ غفار۔ اسلم جہینہ۔ اشجع کو طلب کیا اور دس ہزار مجاہدین کے ساتھ مکہ کا رستہ لیا۔ جب لشکر اسلام منزل مرالظہران میں جسکو اب وادی فاطمہ کہتے ہیں پہنچا جو مکہ سے چار فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے اور وہاں ابوسفیان کو جو دریافت حالات کے لئے مکہ سے

نکلا ہوا تھا۔ حضرت عباسؓ عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم گرفتار کر کے لائے اور مشرف باسلام ہوا تو جمعیت اور شوکت اسلام دکھلانے کے لئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان کو ایک تنگ درہ میں لیکر کھڑے ہوئے۔ سب سے اوّل آنحضرت صلعم کے مقدمۃ الجیش خالد رضی اللہ عنہ معہ ایک ہزار سوار جرار بنی سلیم کے گذرے جنہوں نے معہ اپنی فوج تین بار اللہ اکبر کے مہیب گونج سے ابوسفیان کے دل کو خوف سے بھر دیا۔ اور دل سے تابعدار رسول بنا دیا مکّہ کے قریب پہنچکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کا جائزہ لیا۔ کثرت اور شوکت دیکھ کر اور اپنی سابقہ مصائب اور تکالیف و اسبابِ ہجرت کو یاد کر کے وہیں پالانِ شتر پر سجدۂ شکر بجالائے جو ایک سچے رسول کے شایان تھا۔ بعدازاں فوج کے تین حصے کر کے ایک دستہ کو زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے ماتحت کیا۔ اور حکم دیا کہ بالائی رستے سے ہو کر موضع حجون میں پہنچکر آنحضرت صلعم کا خیمہ بابرکت نصب کیا جاوے اور ابوعبیدہ بن الجراح کو تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ بطن وادی کے راستہ سے قریش کی تسلی کے لئے روانہ کیا گیا۔ تیسرا دستہ خالد رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں دیا گیا اور حکم ملا کہ پائین راہ سے ہو کر اخیر آبادی میں علم محمدی جا گاڑے اور ہر ایک کو ابتدأً جنگ کرنے سے منع کیا۔ ہر ایک سردار اپنی اپنی ڈیوٹی پر روانہ ہوا مگر چست و چالاک خالد بہت جلد آگے بڑھ گیا اور مشرکین کو چونکہ زیادہ اندیشہ خالدؓ کی جانب ہی سے تھا اس لئے اپنا سارا زور خالد کے مقابلہ پر ہی خرچ کیا۔ سرداران قریش مثل صفوان بن اُمیہ اور عکرمہ بن ابوجہل وغیرہ بنی مخزوم نے بہ رفاقتِ مشرکین بنی بکر۔ بنی حارث۔ ھذیل۔ حبشیوں کے موضع خندمہ میں جان توڑ مقابلہ کیا قدم قدم پر جانبازیاں کرتے اور ہر ایک مورچہ پر دادِ شجاعت دیتے رہے مگر عاشق اسلام خالدؓ نے محض ایمانی

جوش سے عزیز و اقارب کی کچھ پروانہ کی اور مخالفین رسول کو یکساں تلوار کے گھاٹ اتارنا شروع کردیا۔ اور مسجد الحرام کے دروازہ تک وہاں سے چلا گیا۔ آخر مخالف بھاگ نکلے۔ اور مشرکین کے غرور اور طاقت کا آخری فیصلہ خالد کے پُرزور ہاتھوں سے ہی ہوا اور فتح مکہ کا سہرا ابوا فرد خالد ہی کے سر پر رہا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو چونکہ طبعاً قتل انسان اور لڑائی سے نفرت تھی اثنائے جنگ میں اطلاع پاکر ایک شخص کی زبانی خالد کو کہلا بھیجا کہ ارفع عَنْهُمُ السَّيْف (اب تلوار روک لو) مگر پیغام لیجانے والے نے غلطی سے ضع فِيهِمُ السَّيْف (یعنے قتل کرو) کہدیا جس کی تعمیل میں ستر آدمی مشرکین مکہ سے قتل کئے گئے اور آنحضرت نے جو جنگِ احد میں حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل پر ارشاد فرمایا تھا کہ میں بجائے حمزہ کے ستر آدمی مشرکین کے قتل کرونگا۔ اُس کی صداقت خالد کی حقانی شمشیر نے کر دکھائی۔ یہ پہلا اعتراض ہے جو بعض۔ بے سمجھ امیر خالد کے سر تھوپتے ہیں جو بالکل ہیچ ہے۔ لڑائی کی ابتدا مشرکین نے کی۔ سدراہ کٹے زیادہ قتل اگرچہ غلطی سے ہوا مگر اُس میں خالد بے قصور تھا اس کو پیغام ہی ایسا پہنچا تھا پس امیر خالد سے کوئی بھی عدول حکمی نہیں ہوئی اور رسول اللہ کا اغماض اور معافی خالدؓ کی بریت کے لئے کافی شہادت ہے۔

فتح مکہ کے بعد امیر خالد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخلِ حرم ہوا۔ اور باڈی گارڈ کا کام دیتا تھا لوگوں کے ہجوم کے صدمہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بچاتا تھا۔ جب حرم اصنام سے صاف ہوچکا تو خالد کو بتخانہ عزیٰ کے انہدام کے لئے موضع نخلہ کی جانب روانہ کیا گیا جو خالد کے خدا پرست ہاتھوں سے منہدم اور پائمال کیا گیا۔

جنگِ بنی جذیمہ

فتح مکہ کے بعد خالد رضی اللہ عنہ مع سواران بنی سلیم و چند مہاجرین کے موضع یلملم کو بنی جذیمہ کی تادیب کے لیے روانہ کیے گئے۔ جو ایک بادیہ نشین بدوی قوم تھی اور بنی کنانہ کی ایک شاخ تھی اور مخالفتِ اسلام میں مشہور تھی۔ مخالف سمجھ کر ہی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلامی فوج کو روانہ کیا تھا۔ قوم مذکور خالد رضی اللہ عنہ کی روانگی کی خبر سنکر پورے ساز و سامان سے ہتھیار بند ہو کر مقابلے کو نکلی تھی جو مخالفت کا ایک زبردست قرینہ تھا۔ خالد نے جب انکو دعوتِ اسلام کی تو انھوں نے صاف کہدیا کہ "صبانا صبانا" جس کا عام مفہوم یہ تھا کہ ہم بے دین ہو گئے یا ہم نے مذہب تبدیل کر لیا۔ یہ ایک تیسرا قرینہ تھا جس سے خالد رضی اللہ عنہ کو اس قوم کے مخالفِ اسلام ہونے کا یقین ہو گیا اور بعضوں کو قتل اور بہتوں کو قید کر لیا۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ وہ لوگ مسلمان تھے اور انھوں نے غلطی سے بجائے اسلمنا کے صبانا کہدیا تھا اور مراد صبانا سے اسلمنا تھی۔ کیونکہ مشرکین عرب طنزاً مسلمانوں کو صابی کہتے تھے اسی خیال سے انھوں نے اپنے آپ کو صابی قرار دیا۔ لیکن ان کا اسلام نہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا اگر معلوم ہوتا تو خالد رضی اللہ عنہ کے ماتحت اسلامی لشکر قوم مذکور کیجانب روانہ کرنے کی کیا ضرورت تھی اگر اسلام لائے بھی ہونگے تو اسی رات فتح مکہ کی خبر سنکر جس کی اطلاع خالد رضی اللہ عنہ کو ہرگز نہ تھی۔ بہرحال اگر غلطی ہوئی بھی ہو تو ایک اجتہادی غلطی تھی اور بمصداق "المجتہد یخطی و یصیب" خالد رضی اللہ عنہ ہرگز قابلِ گرفت نہیں ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلعم نے خالد رضی اللہ عنہ سے قصاص نہیں لیا اور نہ ان سے دیت دلوائی بلکہ بیت المال سے ورثائے مقتولین کو دیت دیکر خوشنود کیا گیا

پس اس نبوی فیصلہ کے بعد اگر پھر کوئی مسلمان مورخ نکتہ چینی کرے تو گویا وہ نبی کے فیصلہ کی توہین کرتا ہے اور بحکمِ شریعت ایسا شخص منافق و مرتد گشتنی گردن زدنی ہے۔ نبی کے فیصلہ کے بعد کسی کو بھی مقدمہ دوبارہ چلانے کا اختیار نہیں ہے۔ رہے مورخینِ غیر مذاہب وہ تو اعتراض نہیں کر سکتے۔ فوجی جنرلوں سے عموماً اس سے بڑھ کر غلطیاں ہو جایا کرتی ہیں۔ دیکھو مہذب یورپ کے جنرل جنہوں نے دنیا میں آگ لگائی ہوئی ہے اور صرف اس پچاس سال گذشتہ کے عرصہ میں غیر مذہب کے لاکھوں بیگناہ ہلاک کئے گئے اور ان کی عام اور معمولی غلطیوں سے کسقدر جور و ظلم اور کشت و خون واقع ہوا ہے پس بنی جذیمہ کے واقعہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر عقلاً و شرعاً کوئی اعتراض نہیں آسکتا جو کچھ انہوں نے کیا محض حمایت اسلام کے لئے کیا کوئی ذاتی غرض نہ تھی۔

جنگِ حُنَین

جب مکہ فتح ہو چکا اور مشرکین میں سے اکثر مسلمان اور بعض ذمی ہو کر مطیع ہو گئے۔ بت توڑ دیئے گئے کلمۃ الحق کا اعلان ہو چکا تو عرب کی دیگر مشرک اقوام جو یہ تصور کئے بیٹھے تھے کہ اسلام کے مٹانے کے لئے مکہ والے ہی کافی ہونگے۔ اور سردارانِ مکہ کو امداد دیکر برسر مخالفت رکھتے تھے۔ اب اہل مکہ کی بے انتہا کوششوں کے مقابلہ میں اسلام کی کامیابی دیکھ کر کپکپانے لگے اور مشرکانہ حسد کے جوش سے انہوں نے عہد کر لیا کہ اسلام کے استیصال کے بغیر خواب و خور حرام ہے اس لئے ایک مجموعی طاقت سے مقابلہ کی تیاری شروع کی اور اس مقابلہ کا بیڑا بنی ہوازن اور ثقیف نے اٹھایا جن کی امداد پر دیگر قومیں بھی تھیں وادی حنین میں جو مکہ سے ۲۰ کوس پر واقع ہے عرب کے بہادر لوگ

مشرکوں کی فوجیں آ کر جمع ہونے لگیں تیس ہزار جرار سوار اہل اسلام
کے لئے تیار ہو گئے۔ یہ حالات سنکر آنحضرت نے مجبوراً دفاعی طور
پر تیاری کی اور بارہ ہزار کے ہجوم کے ساتھ جن میں اکثر بے ہتھیار
روانہ ہوئے اور فوج کا ہراول بدستور سابق خالد رضی اللہ عنہ مقرر
بحکم عموماً نومسلم تھے۔ مخالف فوج کا جنرل مالک بن عوف تھا جو ایک
نوجوان شہ سوار تھا مگر عقل اور تجربہ میں کم نہ تھا۔ اسلامی فوج کے رستہ
میدان تھا اس میں بہت سے گڑھے اور عمیق غار بن گئیں اس لئے
مقامات نہایت تنگ تھے۔ باقاعدہ طرز پر وہاں سے اکٹھی فوج نہ گذر سکتی
تھی اس لئے فوج کو متعدد رستوں اور مختلف دستوں میں لیجانا پڑا۔ مالک
بن عوف نے رستہ کے مفید جنگی مقامات پر کمین گاہوں میں فوج کو چھپا رکھا
تھا ابھی مسلمان ہراول تھوڑے ہی گذرنے پائے تھے کہ مخالفوں نے حملہ کر دیا
مسلمان بے خبر تھے۔ صبح کاذب کا وقت تھا۔ اندھیرے میں خالد وغیرہ سرداران
فوج کو سنبھال نہ سکے اور بسبب اسکے کہ فوج مختلف راہوں سے گذر رہی تھی۔
ایک دوسرے کو مدد نہ دے سکے۔ نومسلم اور کفار مکہ جو ساتھ تھے بھاگنے میں
پیش دستی ہوئے۔ اگر رسول اللہ کا استقلال جسکو کوئی چیز متزلزل نہیں کر سکتی
تھی اور آپکی شجاعت کہ جس پر کوئی دنیاوی سامان اپنا خوف طاری نہیں کر سکتا
تھا اس موقعہ پر ساتھ نہ ہوتا تو مسلمان میدان ہار چکے تھے۔ آخر رسول اللہ کی
اسی ہمت نے شکست یافتہ مسلمانوں کو پھر مجتمع کر دیا اور مخالفوں کو منہزم کیا ۔

جنگ طائف

بھگوڑے مخالف قلعہ طائف میں جا کر پناہ گزین ہوئے جو ایک سخت مضبوط

تعداد تھا جس میں مسلمانوں نے صرف ایک سال کے عرصہ میں جمع کی تھی ہراول کی سخت ڈیوٹی پر خالد مقرر کئے گئے جس کے لئے وہ زیادہ موزوں تھے۔ طائف پر خالد وغیرہ اصحاب کبار نے بہت کچھ داد مردانگی دی اور فتح یقینی تھی کہ آنحضرت نے بمشورہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ واپسی مناسب خیال کی جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ سال آئندہ کو یہ شہر اور تمام قوم خود بخود مشرف باسلام ہوگئی ۔

جنگِ تبوک

نویں سال ہجری میں شام کے ایک قافلہ کی زبانی معلوم ہوا کہ ہرقل شاہ قسطنطنیہ نے جو یورپ کا زبردست بادشاہ تھا اور جس کی ماتحت شام آرمینیا ایشیائے کوچک کا حصہ فرانس کے شمالی یورپ کا بہت سا حصہ تھا اپنی ایک بہادر جرنیل فوج کو عرب پر چڑھائی کے لئے روانہ کیا ہے اور یہ خیال کسی قدر قرین قیاس بھی تھا کیونکہ متنصرہ عرب جن کے ذریعہ عرب میں عیسائی مذہب کے پھیلنے کی امید تھی باوجود یورپ کے عیسائیوں کی تحریک اور امداد کے اسلام کی ترقی کے سامنے ناکامیاب رہ چکے تھے اور جیسا کہ آج کل کے عیسائی اسلامی ترقی کو دیکھ نہیں سکتے۔ اور یقیناً وہ دیکھ رہا تھا کہ عرب میں اسلام کی ترقی روکنے میں کوئی ایک حد کا خطرہ پیدا کرسکتے ہیں۔ اگرچہ عیسائی عربوں نے باوجودیکہ آنحضرت سے صلح کر لی تھی اور امن وامان کا عہد وپیمان ہوچکا تھا۔ مگر شرارت سے باز نہ آتے تھے اور اسلام کے مخالفوں سے پوشیدہ سازش کرتے تھے یہ تمام شریر الطبع عیسائی عرب اور شام کے عیسائی قیصر روم کے حلقہ بگوش تھے۔ اس علاقہ میں چند عیسائی ریاستیں تھیں انکو جب کبھی موقعہ ملتا تھا اسلام کی مخالفت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتی تھیں بلکہ اپنے ملک سے کسی مسلمان کو گذرنے تک نہ دیتے تھے اور تحفے لئے آنا قیصر سے

آنحضرت صلعم نے [illegible] کے [illegible] کر [illegible] تھے جیسے [illegible]
معتمد واقع ہوئی تھی اور [illegible] عنہ [illegible] شیر [illegible]
ایک گورنر جو صرف صداقت اسلام دیکھ کر خود بخود مسلمان ہوا تھا [illegible]
اول قید اور پھر بے رحمی سے قتل ہو چکا تھا۔ [illegible]
[illegible] منصوبوں کی شہرت پہنچتی رہتی تھی۔ پس [illegible] کی فوج کشی کی
افواہ قابل توجہ تھی۔

اور قبل اس کے کہ دشمن پاس مدینہ آتی پہنچ آئے [illegible]
حملہ آور دشمن پیدا کرنے سے خود آگے بڑھ کر مقابلہ کرنا قرین مصلحت تھا پس تیاری
کا حکم دیا گیا۔ مگر ایک پشتینی سلطنت اور نہایت دولتمند طاقت سے مقابلہ تھا۔
ادھر نہ کوئی خزانچی تھا نہ خزانہ نہ میگزین نہ سلاح خانہ۔ ہاں [illegible] حقانی
خزانہ تھا جس کے مقابلہ میں تمام دنیا ہیچ تھی۔ دنیا و مافیہا سے بے تعلق مجرد [illegible]
جو کی روٹی کھانے والے اور بورئیے پر سونے والے ایک قادر مطلق پر بھروسہ رکھنے
والے نبی نے محض اسلام کی حفاظت کے لئے چندہ قومی کی تحریک کی۔ اسلام کے
سچے خادم اور رسول اللہ کے عاشق صادق امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
نے اپنا تمام مال و دولت جو ہزاروں کا تھا لا حاضر کیا۔ امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ
نے اپنا نصف مال لا دیا۔ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ اور ستر
گھوڑے مع ساز و سامان اور ایک ہزار دینار نقد یا بروایت بعض دو تہائی لشکر کو پورا
سامان جنگ دیکر ہمدردی اسلام کا سچا نمونہ دکھا دیا۔ عبد الرحمن بن عوف نے چالیس ہزار
درہم پیش کئے۔ اسی طرح جملہ مہاجرین و انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حسب مقدور
چندہ دیا حتی کہ عورات نے اپنی زیورات [illegible] اتار اتار کر [illegible]
کے لئے دیکر جہاد مالی کا ثواب حاصل کیا۔ ابو عقیل انصاری [illegible]

نادار صحابی تھا۔ صبح سے شام تک آب کشی کرتا رہا۔ جس کی اجرت دو سیر کھجوریں ملیں۔ ایک سیر تو اپنے بال بچوں کو دیں اور ایک سیر خرما قومی چندہ میں داخل کر دیا۔ رسول امین رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کھجوروں کو سب صدقات کے اوپر رکھا۔ اور تعلیمی طور سے جتلا دیا کہ اسلام امارت و فلاکت کثرت و قلت کو یکساں سمجھتا ہے۔ ہاں اخلاص کا قدردان ہے۔ پس عام چندہ محتاج مسلمانوں کو سامان جنگ اور تیاری سفر کے لئے دیا گیا۔ اگرچہ موسم کی گرمی اور فاصلہ کی دوری اور منافقوں کی شرارت نے کئی ایک کو بیدل کر دیا۔ اور بعض کو رفاقت کی سعادت سے محروم رکھا مگر پھر بھی تیس ہزار مسلمان جمع ہو گئے۔ جنہوں نے فَضَّلَ اللّٰہُ المجاھدین علی القاعدین اجرًا عظیمًا[1] کی فضیلت حقہ کو حاصل کیا۔ جب یہ تمام لشکر ظفر پیکر بعد قطع مراحل موضع تبوک میں جو حدود شام پر واقع ہے پہنچا۔ تو مقابل کوئی نظر آیا۔ وجہ یہ تھی کہ جنگ موتہ میں امیر خالدؓ کے ماتحت تین ہزار غازی مسلمان ایک لاکھ عیسائیوں کو ناکوں چنے چبوا چکے تھے۔ اب تو خاص فخر موجودات سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ تھا اور عیسائی مجبوروں کی تہ بانی سن چکے تھے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شجاعت اور استقلال کا مقابلہ کوئی شئے نہیں کر سکتی۔ علاوہ اس کے گو بظاہر ہرقل حب دنیوی اور طعن و تشنیع کے خیال سے اسلام کی تصدیق نہیں کرتا تھا مگر اس کو متواتر اور لگاتار تحقیقات سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات نبوت اور تعلیم رسالت کے برخلاف بھی کوئی وجہ نہیں سوجھتی تھی۔ خیر خواہ کوئی سبب ہو مگر اس دفعہ عیسائیوں نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ سے پہلو تہی کی۔ دو ماہ تک موضع تبوک میں مسلمان قیام پذیر رہے۔ مگر اس موقعہ پر بھی خالد رضی اللہ عنہ ثواب غزا

[1] اللہ نے جہاد کرنیوالوں کو بیٹھ رہنے والوں پر ثواب عظیم میں برتری دی ہے ۱۲

رہے اور اسلامی خدمت کے غازیانہ میدان میں سب سے سبقت لیگئے۔

دومۃ الجندل ایک عیسائی ریاست تھی جس کے رئیس کا نام اکیدر تھا ہمیشہ مسلمانوں کو تکلیف دیتا تھا۔ اور انکے برخلاف سازشیں کرتا تھا۔ چونکہ یہ ریاست تبوک کے قریب تھی اس لئے اس مادہ فساد رئیس کا انتظام بنظر امن و امان آئندہ ضروری خیال کیا گیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ کو چار سو میں سوار دیکر دومۃ الجندل کو روانہ کیا اور بطور پیشگوئی ارشاد فرمایا کہ تم اکیدر کو شکار میں گرفتار کروگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ خالد رضی اللہ عنہ رات کے وقت قلعہ مذکور کے قریب پہنچا۔ چاندنی رات تھی۔ اکیدر اپنی عورت کے ساتھ مے نوشی کر رہا تھا کہ ایک گاؤ وحشی قلعہ کی فصیل کے نیچے آپہنچی۔ اکیدر اطلاع پاکر اسی حالت نشہ میں گھوڑے پر سوار ہو کر ہتھیار لگا کر قلعہ سے باہر نکلا اس کا بھائی حسان بھی معہ چند سوار اُس کے ساتھ ہولیا۔ اکیدر کو بلاجنگ ہمراہیان خالدؓ نے گرفتار کر لیا مگر اس کا بھائی حسان معہ اپنے ہمراہیوں کے جنگ سے پیش آیا جو سیف اللہ کی ضرب سے جانبر نہ ہوسکا۔ باقی ہمراہی بھاگ کر قلعہ بند ہو گئے۔ اکیدر کا دوسرا بھائی مصاد مقابلہ پر آمادہ ہوا۔ خالد رضی اللہ نے قلعہ کا محاصرہ کیا اخیر مصاد نے تنگ آکر کنجیاں خالدؓ کے حوالہ کیں اور آٹھ سو گھوڑے چار سو نیزے لیکر بدستور سابق قلعہ حوالہ اکیدر کیا گیا۔ بعد ازاں اکیدر معہ اپنے بھائی مصاد کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا جہاں اخلاق نبوی اور تعلیم رسولی کے برکات دیکھ کر خودبخود مسلمان ہو گیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم معہ جملہ اصحاب مراجعت فرمائے مدینہ منورہ ہوئے ❊

سال وفود (قاصدان) اور خالد کی منادی قرآن

دسویں سال ہجری میں غزوہ تبوک کے بعد امن و امان کا زمانہ شروع ہوا۔ زبردست اور جنگی اقوام اور انکی مغرور اور سرکش سردار مخالفت کرتے کرتے تھک گئے۔ اور اسلام کی خدائی ترقی کو نہ روک سکے۔ کئی بار بہ ہیئت مجموعی کفار کا ٹڈی دل لیکر استیصال اسلام کے لئے چڑھ چڑھ کر آئے مگر اس الٰہی نور کو نہ بجھا سکے۔ مشرکوں کے ماوا و ملجا شہر مکہ جہاں سے پیغمبر خدا معہ چند رفقا نہایت مایوسی اور مسکنت کے ساتھ نکالے گئے تھے نہایت آسانی سے فتح ہو گیا اور وہاں رسول امین معہ موحدین خدا کا شکر کرتے اور اس کی توحید کا اعلان فرماتے داخل ہو چکے تھے۔ بیت اللہ بتوں سے صاف اور اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کی بت شکن گونج سے معمور ہو گیا تھا۔ ابوجہل جیسے مخالف کا بیٹا عکرمہ اور ابو سفیان ایمان لا کر تائید اسلام میں حصہ لینے لگے تھے۔ دیگر اقوام عرب نے بھی مسلمانوں کی ایذا رسانی سے ہاتھ اٹھا لیا تھا اور پہلے جو اہل اسلام کو مجبوراً اپنے بچاؤ کے لئے تلوار اٹھانی پڑتی تھی اب اس کی ضرورت نہ رہی اور عربوں کی لڑائیوں سے فرصت ملی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بزرگ اصحاب کو بطور منادی و دعاۃ قبائل عرب کی جانب، اسطے دعوت اسلام کے روانہ کیا جنکی علمی اور عملی تعلیم کے اثر سے مختلف قبائل عرب نے اسلام قبول کر لیا اور اور قبائل کے ڈیپوٹیشن (قاصد) دھڑا دھڑ خدمت میں نبی کریم رحمۃ للعالمین کے حضور حاضر ہونے لگے۔ اسی واسطے اس سال کو سال وفود کہتے ہیں کیونکہ وفود جمع وفد بمعنے قاصد ہے۔

اس موقعہ پر بھی خالد رضی اللہ عنہ نے کچھ کم کام نہیں کیا اور اپنی پرزور قسمت

صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنگ اُحد میں ارشاد فرمائی تھی جبکہ آپ مسلمانوں کی نازک حالت دیکھ کر حصولِ شہادت کے لئے تلوار سونت کر جان قربان کرنے کے لیئے تیار ہو گئے تھے۔ شمّ سَیْفَكَ لَا تفجعنا بِنَفْسِكَ وَاللهِ لَئِنْ اَصَبْنَا بِكَ لَا يَكُونُ لِلْاَسْلَامِ نِظَامًا۔ یہ حدیث سُنتے ہی اُس فنافی الرسُول خلیفہ مقبول نے مجبورًا عزم واپسی مدینہ کیا اور بصلاح اصحابِ کبار گیارہ سردارانِ اسلام کو تھوڑی تھوڑی فوج دیکر مختلف اطراف کو روانہ کیا مگر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو طلیحہ بن خویلد الاسدی مدعی نبوت کے مقابلہ پر مقرر کیا جو نواحِ مدینہ میں لاکھوں کی جمعیت کے ساتھ غُرا رہا تھا۔ اور جسکا قرب مدینۃ النبی کے لئے دن بدن خطرناک ہو رہا تھا۔ اور کثیر جنگی فوج کے علاوہ طلیحہ خود بھی مشہور شہسوار تھا امیر المومنین صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے علاوہ دیگر جنگی ہدایات کے یہ بھی ہدایت کی کہ پہلے طلیحہ اور اس کے ہمراہیان کو دعوتِ اسلام کرو۔ بصورتِ انکار وابتدا سے جنگ لڑو۔

جنگ طلیحہ بن خویلد اسدی

عرب میں بنی اسد ایک زبردست اور کثیر جنگجو قوم تھی جس میں سے طلیحہ تھا۔ اور جناب رسُول کریم کے وقت میں اپنی قوم کے ساتھ مسلمان ہوا تھا علمِ جوتش سے واقف تھا۔ قبلِ وفاتِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدعیِ نبوت ہوا اور کہنے لگا کہ مجھ پر وحی آتی ہے اور کلام مسجع بنا بنا کر کلام اللہ سے تعبیر کرنے لگا چنانچہ اسکی خرافات اور اکاذیب کا نمونہ یہ ہے۔

کقولہٖ وَالحمام والیمام ومصر والصّوام قد صمن قبلکم باعوام لیبلغن ملکنا العراق والشّام اور نماز بلا رکوع وسجود مقرّر کی۔ صرف کھڑے کھڑے نماز پڑھتے

سلہ تلوار کو میان کرو اور اپنی شہادت سے اسلام کو کمزور نہ کرو۔ واللہ اگر آپ کو کچھ ضرر پہنچا تو اسلام کا شیرازہ ڈھیلا جائیگا۔

تھے۔ بنی اسد۔ بنی ہوازن۔ غطفان اُس کے پیرو ہو گئے۔ عرب کا مشہور بہادر سردار عیینہ بن حصن الفراری اور قرۃ بن ہبیرہ القشیری معہ اپنی اپنی قوم طلیحہ اسدی سے جا شامل ہوئے اور ہزاروں بیگناہ مسلمان مارے گئے۔ اسود عنسی مدعی نبوت جو یمن میں قتل ہو چکا تھا اُس کے ہمراہی اور دیگر مرتد بھی طلیحہ سے آملے تھے اور دن بدن جمعیت بڑھ رہی تھی اس لئے دیگر سرداران اسلام متعینہ قرب و جوار کو بھی حکم دیا گیا کہ امیر خالد رضی اللہ عنہ کے ماتحت کام کریں۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ مقام بزاخہ میں ہوا۔ امیر خالدؓ اول تو بہ تعمیل ارشاد امیر المومنین مخالفوں کو پند و نصیحت دیتا رہا اور لڑائی سے گریز کرتا رہا۔ مگر جبکہ عکاشہ اسدی اور ثابت انصاری دو بزرگ مسلمان جنکے سپرد پہرہ چوکی کا کام تھا۔ طلیحہ اور اُس کے بھائی کے ہاتھ سے مارے گئے تو امیر خالد یہ خبر سُنکر شیر ببر کی طرح اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور فوج کی صف بندی کر کے میمنہ پر عدی بن حاتم طائی اور میسرہ پر زید الخیل اور مقدمہ میں زبرقان کو مقرر کیا اور خود قلب میں کھڑا ہوا۔ طلیحہ نے فوج کی کمان عیینہ بن حصن الفراری کے حوالہ کی اور خود کمبل اوڑھ کر مراقبہ میں بیٹھ گیا اور مرتدین کا دل بڑھانے کے لئے انتظار وحی کے بڑ مارنے لگا۔ اگرچہ فوجِ مخالف کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی اور مسلمان صرف آٹھ ہزار تھے مگر خدا پرست مسلمانوں اور اُنکے بینظیر جنرل کے مضبوط دِل پر اس کثرت نے کچھ بھی اثر نہ کیا۔ لڑائی شروع ہوئی اور دشمن بہت زور سے پے در پے حملات کرنے لگے اور مسلمانوں کی صفوں کو کئی بار اُلٹ پلٹ دیا۔ مگر امیر خالد رضی اللہ عنہ جدھر دشمن کا زور دیکھتا تھا اُدھر ہی غیر معمولی تیزی کے ساتھ شہباز کی طرح جا پڑتا تھا۔ اور مخالف کو اپنے تیز اور تُند حملہ سے فائدہ اُٹھانے نہ دیتا تھا۔ میدانِ مبارزت میں بڑے بڑے یکہ تاز بہادروں کو پچھاڑ کر خاکِ ہلاکت پر ڈالتا تھا اور یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ

فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝

کی جوشیلی گونج سے مجاہدین کی حوصلہ افزائی کرتا اور ترغیب جہاد دیتا اور اصحاب انصار کو للکارتا اور اللہ اکبر کے نعرے مارتا دشمن کی صفوں کو چیرتا پھاڑتا نکل جاتا تھا۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اُس دن دو تلواریں سیکڑوں انسان وحیوان کے قتل کے بعد ٹوٹ گئیں۔ دشمن نے صبح سے سہ پہر تک سخت مقابلہ کیا مگر مسلمان شائقین شہادت بزورِ شمشیر دمبدم آگے ہی بڑھتے گئے اور دشمن کے مورچہ چھینتے رہے۔ آخر مرتدین کو شکست ہوئی۔ اور طلیحہ جو عراق اور شام تک بطور فاتح پہونچنے کی آرزو رکھتا تھا۔ بادلِ بریان وچشمِ گریاں بیوی سمیت بھاگ کر شام میں پناہ گزین ہوا۔ جو کچھ عرصہ بعد مسلمان ہو کر ایرانی معرکوں میں شامل ہوا اور اسلام کی خوب خدمت بجالایا۔ اور معرکہ نہاوند میں دادِ شجاعت دیکر شہید ہوا۔ طلیحہ کے اکثر ہمراہی مقتول ہوئے اور کچھ بھاگ گئے اور باقیماندہ عینیہ بن حصن الفزاری وغیرہ قید ہو کر بھیجدئے گئے جہاں بکمال فیاضی اور رحمدلی سے علاوہ جاں بخشی کے اُن پر اور کئی احسان کئے گئے۔ اور بغاوت کی سزا کوئی نہ دی گئی +

واقعۂ بنی تمیم

جب بنی اسد وغیرہ مرتدینِ عرب کی طرف سے عالیشان فتح کے بعد فراغت

لہ سورۂ انفال۔ (پارہ دس) اے ایمان والو جب کفار سے لڑو تو ثابت قدم رہو اور بہت تکبیر کہو تاکہ تم کو فتح حاصل ہو۔ قتال میں اللہ اور رسول کی تابعداری کرو اور خلاف نہ کرو کیونکہ اس سے تم کمزور ہو جاؤ گے۔ اور تمہارا رُعب جاتا رہیگا۔ اور لڑائی میں صبر کرو اور ضرور خدا صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے ۱۲

حاصل ہوئی اور قوم مذکور میں از سر نو رواج اسلام ہو گیا تو امیر خالد رضی اللہ عنہ بنی تمیم کی طرف متوجہ ہوئے جو علاقہ بطاح میں رہتے تھے یہ تمام قوم مرتد ہو گئی تھی۔ اور سجاح بنت حارث مدعیہ نبوت سے جا ملے تھے۔ اس قوم کا سردار مالک بن نویرہ تھا جو آنحضرت صلعم کیطرف سے بنی تمیم کی زکوٰۃ اور صدقات وصول کرنے کا عامل تھا۔ آنحضرت صلعم کی خبر وفات سنکر تمام مال صدقات وغیرہ جو جمع کر چکا تھا۔ اپنی قوم کو واپس کر دیا۔ اور اعلان دیدیا کہ اب اسلام کا جوا تمہاری گردن سے اُتار گیا ہے۔ مالک کی عورت نے آنحضرت کے انتقال کی خوشی میں حنا بندی کی تھی اور گیت گائے تھے۔ اپنی ایک عورت کو بوجہ مسلمان ہونے کے طلاق دیکر قید کر دیا تھا اور جملہ قوم کے ساتھ سجاح مدعیہ نبوت سے جا ملا تھا۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے اول چند مسلمان علیحدہ علیحدہ اس تفتیش کے لئے قوم مذکور کی جانب روانہ کئے کہ وہ معلوم کریں کہ قبیلہ مذکور کی اسلامی حالت کیسی ہے۔ وہ بارہ شخص کو ہمراہ لائے جن میں ایک بنی تمیم کا سردار مالک بن نویرہ تھا۔ تفتیش کنندہ مسلمانوں میں سے صرف ایک مسلمان نے انکے اسلام کی شہادت دی مگر باقی شہادتیں برخلاف تھیں۔ خالد ابتک مذبذب تھے کہ اثنائے گفتگو میں مالک نے بار بار آنحضرت صلعم کی نسبت کہا کہ "یقول رجلکم کذا وکذا" (تمہارے مرد نے یوں کہا ہے) جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ وہ آنحضرت صلعم کو اپنا پیغمبر نہیں جانتا تھا اسی سبب سے اُس نے رجلنا نہ کہا اُس کا یہ کہنا انکار از اسلام تھا جو اس نے مجمع عام میں خالد رضی اللہ عنہ جیسے ذہین اور فہیم صحابی کے روبرو کیا اور پیغمبر سے انکار لذا وکذا کا صاف نشان تھا۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے مالک کو کہا کہ کمبخت کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے مرد نہیں تھے جو تم رجلکم کہتے ہو اُس نے پھر بھی رجلکم

ہی کہا اور پیغمبر سے صاف انکار کر دیا جس کے پاداش میں بہ تعجیل ارشاد سراسر ارشاد نبوی "مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ وَلَمْ يَتُبْ فَاقْتُلُوْهُ" پرجوش سپاہی ضرار بن الازور کی تلوار کی ضرب سے راہی ملک عدم ہوا۔ اور جس عصبیت اور اسلامی جوش سے مالک قتل کیا گیا ہے بالکل اس واقعہ سے مشابہ ہے جو فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک مسلمان کو قتل کیا تھا۔ جبکہ ایک یہودی اور مسلمان آنحضرت صلعم کے پاس مقدمہ لیگئے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے حق میں فیصلہ کیا۔ مسلمان نے نہ مانا اور دوبارہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور حقیقت بیان کی۔ فاروق اعظم یہ سنکر کہ مسلمان ہوکر پیغمبر کے فیصلہ سے انکار کرتا ہے اندر سے تلوار نکال لائے اور ایک ہی ہاتھ سے مسلمان کا کام تمام کر دیا اور کہدیا کہ جو پیغمبر کے فیصلہ سے ناراض ہے اس کا یہ فیصلہ ہے اور اس قتل کا قصاص نہ لیا گیا جس کی یہ وجہ تھی کہ فیصلہ پیغمبر سے انکار مرتد ہونے کا نشان تھا۔ اور مرتد کا قتل بحکم شریعت محمدی روا ہے جس طرح سے کہ اس قتل کا الزام حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر عائد نہیں ہوسکتا اسی طرح مالک کے قتل سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بری الذمہ ہیں۔

متعصبین چاہے کس قدر کھینچ تان کر باتیں بنائیں مگر مالک کے قتل سے سوائے غیرت اسلامی اور عصبیت دینی کے اور کچھ نہ تھا۔ پیغمبر کی توہین کو عام مسلمان شانہ حال گوارا نہیں کرسکتے۔ بھلا ایک جلیل القدر صحابی اور وہ بھی خالدؓ کو تہور اور شجاعت کے علاوہ رسول اللہ کے عشق اور محبت میں کشتہ اور شیفتہ تھا۔ اور جس نے اپنی زندگی کو محض خدمت اسلام کے

؎ جو مسلمان مذہب بدلے اور توبہ نہ کرے اس کو قتل کر دو۔ صحیح بخاری ۱۲

لئے وقف کر دیا تھا کب سُن سکتا تھا۔

مالک مقتول کا بھائی مدینہ پہنچ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ جن کی کبھی مالک سے دوستی تھی درد انگیز مرثیہ سُنا کر داد خواہ ہُوا۔ اور بیان کیا کہ مالک بحالتِ اسلام مارا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جوشِ انصاف سے امیر المومنین صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاں دعویٰ کرا دیا۔ اور امیر خالدؓ کی معزولی اور سزا دہی کے زور سے رائے دی۔ آخر خالدؓ تن تنہا میدانِ جنگ سے طلب کئے گئے اور امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حضور میں تمام حال من و عن بیان کر دیا۔ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مالک کے مرتد ہونے کا یقین آگیا اس لئے امیر خالدؓ کو مقدمۂ قتل سے بری کر دیا اور بدستور سابق بعہدۂ سپہ سالاری پر میدانِ جنگ کو بھیج دیا۔ اور مسیلمہ کذاب کے مقابلہ کا حکم دیا گیا۔ پس خلیفۃ المسلمین کے عادلانہ فیصلہ کے بعد کسی مسلمان کو خواہ وہ کسقدر با اعتبار ہی کیوں نہ ہو۔ اعتراض کرنے یا دوبارہ مقدمہ چلانے کی گنجائش نہیں رہتی۔

کسی معتبر مورخ نے نہیں لکھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ کو دوبارہ اُٹھایا ہو۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ وُہ مفتری دروغگو اسلام کے دشمن ہیں۔ وُہ امیر خالدؓ کے ہی دشمن نہیں بلکہ حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کے مخالف ہیں۔ صدیقؓ کو کمزور بُزدل۔ اور فاروقؓ کو مغرور و سرکش ٹھہراتے ہیں جن کی مذہبی تعصب کے سوا کوئی اصل نہیں ہے۔ بعدِ قتل مالک بن نویرہ بقولِ بعض اس کی مطلقہ عورت سے امیر خالدؓ نے نکاح کر لیا مگر اس قسم کا تصرف کوئی شرعًا ناجائز نہ تھا۔ جنگِ خیبر کے بعد ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے حضرت رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا۔ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہٗ نے غنائم یمن کے مال خمس میں سے ایک

لونڈی کو تصرف کیا تھا۔ جس پر بعض اصحاب نبوی نے شکایت کی اور جس رفع کدورت کے لئے حدیث خم غدیر من کنت مولاہ فعلی مولاہ شان حیدری میں صادر ہوئی۔ پس خالد رضی اللہ عنہ کا عورت مذکور سے زفاف بھی بعد جنگ قابل گرفت نہیں ہوسکتا اور نہ اس کو مالک کے واقعہ سے کوئی تعلق ہے۔

مسمات سجاح بنت حارث مدعیہ نبوت

جب بعد وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام عرب مرتد ہو گیا۔ علاوہ دیگر مدعیان نبوت مسمات سجاح بنت حارث نے موصل کے نواح میں خروج کیا اور بنی تمیم کے علاوہ بنی تغلب کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا یہ عورت چالاک۔ شعبدہ باز۔ فصیح و ملیح تھی سب سے پہلے اُس نے ارادہ کیا کہ اوّل مسیلمہ کذّاب کی جمعیت کو پراگندہ کر کے قوت بڑھاؤں اور بعد ازاں مسلمانوں سے قسمت آزماؤں۔ اور یہ تجویز نہائت مدبرانہ تھی۔ کیونکہ خدا پرست اور مخلص مسلمانوں کی نسبت مسیلمہ کذّاب کے لالچی تابعداروں کا مقابلہ باسباب ظاہر کچھ آسان معلوم ہوتا تھا۔

مسیلمہ جو ایک عقلمند صاحب رائے دُور اندیش شخص تھا سُنکر یہ چال چلا کہ بہت سے قیمتی تحائف دیکر مسمات سجاح کے پاس روانہ کئے اور درخواست ملاقات کی کہ اگر جان سے امان دیجائے اور علیحدہ مُلاقات کیجائے تو مَیں خود حاضر حضور ہو کر عرض معروض کرسکتا ہوں۔ سجاح نے منظور کیا۔ اور مسیلمہ کذّاب چالیس سوار لیکر سجاح کے کیمپ کو روانہ ہوا۔ مُلاقات تخلیہ کے لئے ایک پُر تکلف خیمہ لگایا گیا۔ مسیلمہ نے ہر ایک قسم کا سامان عیش و عشرت اور شہوت انگیز مہیا کر دیا۔ سجاح دیکھتے ہی لٹو ہو گئی۔ مسیلمہ جو پہلے ہی ایسے موقعہ کی تاڑ میں تھا اور زیادہ باعث تحریک ہُوا۔ ناز و نیاز ہونے لگے۔ اور ایک دُوسرے کو دل دے بیٹھے۔ سجاح نے مسیلمہ

[illegible] آپ [illegible] آئی ہے۔ کذاب نے کہا۔
[illegible] آمنت آذواجا فولج فیھن ایلاجا
[illegible] الا استحیاء [illegible] خرافات [illegible]
[illegible] اور کہا کہ اشهد انک نبی۔ مسیلمہ کذاب نے خود حضرت
[illegible] کہ سجاح کی فوج سے [illegible]
[illegible] معاف کی گئی اور علاقہ یمامہ کی نصف پیداوار سجاح کو دی گئی
سجاح کی کچھ فوج تو ناراض ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلی گئی اور باقیماندہ مسیلمہ
سے جا ملی۔ اور خود سجاح چند روز بعد موصل کو بھاگ گئی اور جیسا کہ ایسے خودغرض
دنیا پرست مدعیان ہدایت کا انجام ہوا کرتا ہے ویسا ہی اس نابکار کا ہوا۔
گمنامی اور ناکامی کی حالت میں مر گئی۔

مسیلمہ کذاب

صوبہ یمامہ جو عرب کے مشرق میں ایک زرخیز اور آباد وسیع علاقہ ہے اس میں جنگجو قوم بنی حنیفہ بہ تعداد کثیر بستی تھی جو ربیع بن نزار بن معد بن عدنان کی اولاد میں سے تھے یہ قوم معہ اپنے سردار مسیلمہ بن حبیب کے آنحضرت کے عہد میں مسلمان ہوئی تھی۔ اور مسیلمہ خود آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔
مسیلمہ نے ایک دن اپنی ریاست اور قوم کی کثرت کے خیال سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اپنے بعد اس کو جانشین مقرر فرماویں۔
رحمۃ للعالمین رسول امین صلے اللہ علیہ وسلم جو حقیقی اخلاص اور سچے ایمان کے خواہاں تھے اور ظاہری دنیوی سلطنت کی موروثی بنیاد رکھنی نہیں چاہتے تھے بلکہ آپ کی بعثت محض اشاعت توحید ہدایت خلق اطمینان قلب تزکیۂ اخلاق

کمال کے لئے تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ آپ بوقت انتقال کوئی اپنا جانشین مقرر نہ فرما گئے۔ حالانکہ اُن کے عزیز ورشتہ دار لائق موجود تھے۔

لالچی مسیلمہ کی یہ حریصانہ درخواست اس مقدس نبی صلعم نے جو تقدیس تجرید انقطاع عن الخلق میں سب سے اعلیٰ نمونہ تھے۔ مسیلمہ کو جھڑک کر کہا کہ تم تو خالی تخت مانگتے ہو میں یہ چھڑی جو میرے ہاتھ میں ہے تم کو نہیں دونگا۔ رسول اللہ کی حق پرست نگاہ میں ریاست وسلطنت اور فوج کی کثرت کیا حقیقت رکھتی تھی اور مسیلمہ کا دباؤ کیا رعب ڈال سکتا تھا۔ آپ کے نزدیک مسیلمہ جیسے والی ریاست کی نسبت ایک مفلس وکنگال مگر پاکباز بے ریا بے طمع مسلمان زیادہ قدر کے لائق تھا۔ آپ کی تعلیم کا ماحصل اور نتیجہ صرف عشق خدا اور قطع ماسوی اللہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دنیا پرست مسیلمہ کی خواہش مردود ومطرود کی گئی۔ اور نہایت مایوسی سے مسیلمہ یمامہ کو روانہ ہوگیا۔ اور وہاں جاکر بیان کیا کہ محمد رسول اللہ نے مجھ کو اپنی نبوت میں شریک کیا ہے اور بذریعہ خط آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ چونکہ آپ نے مجھ کو نبوت میں شریک کیا ہے اس لئے نصف ملک بھی دیجئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب میں لکھا کہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ الی مسیلمۃ الکذاب۔ السلام علی من اتبع الھدیٰ۔ اما بعد فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین وقد اھلکت اھل الحجر اباد ک اللہ ومن صوت معک۔

مسیلمہ نے اصلی خط ظاہر نہ کیا بلکہ ایک اور جعلی خط لکھ کر لوگوں کو سنا دیا کہ مجھ کو محمد صلعم نے نبوت اور ملک میں شریک کیا ہے مسیلمہ جو ایک باعلم شخص اور ابتدا میں حصول علم النجوم۔ رمل۔ نیرنجات۔ شعبدہ بازی وغیرہ کے لئے مختلف ممالک

عرب و عجم میں سیاحت کرچکا تھا لوگوں کے بہکانے میں بہت کچھ کامیاب ہوگیا اس کی آبائی ریاست اور خاندانی رسوخ و اعتبار اور قومی طاقت نے اس کی تجاویز کو سرسبز کر دیا۔ کئی ایک حیرت انگیز شعبدہ دکھا کر لاکھوں کو دام تزویر میں پھانس لیا۔ مسیلمہ نے نماز کو موقوف اور شراب۔ زنا وغیرہ فسق و فجور کو مشروع کر دیا۔ اور اپنی من گھڑت خرافات اور ہزلیات کا نام وحی رکھدیا چند عقلمند اشخاص کے سوا جملہ بنی حنیف نے اس کی اطاعت کرلی جنکو طرح طرح کے عذاب اور تکالیف اُٹھاکر اسلام پر جانیں قربان کرنی پڑیں۔ یہ شخص دو سال سے کوس لمن الملک بجا رہا تھا اور اس کی طاقت بہت بڑھ گئی تھی۔ سجاح اُس کی چاہتی بیوی بن چکی تھی۔ جس کی جنگجو جماعت کا بہت سا حصہ مسیلمہ سے آملا تھا۔ علاوہ اس کے تمام عرب کے بھگوڑے مسیلمہ کے پاس ہی آجمع ہوئے تھے اور یہ تمام جمعیت لاکھوں تک پہنچ چکی تھی۔

جب امیر خالد رضی اللہ عنہ طلیحہ وغیرہ کی جانب سے فراغت پا چکا تو امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے امیر خالد کو لکھا کہ اب یمامہ کو جائیں اور مسیلمہ کو پہلے پند و نصیحت سے راہ ہدایت دکھائیں۔ اگر باز نہ آئے تو بہ تعمیل من بدل دینہ فاقتلوہ[1] (مرتد کو قتل کرو) ظالم فساق سے مظلوم و مقتول مسلمانوں کا بدلہ لو۔ اور بنظر احتیاط دیگر مسلمان سرداروں کو امیر خالدؓ کے ماتحت کر دیا کیونکہ اس سے پہلے مسیلمہ ایک اسلامی لشکر کو شکست دے چکا تھا۔ جس کا بیان اس طرح ہے کہ جب امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گیارہ سردار مختلف قبائل عرب کی طرف روانہ کئے تھے تو عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابوجہل مخزومی کو مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا تھا اور ان کے کمک پر شرجیل بن حسنہ کاتب وحی کو مقرر فرمایا تھا۔ عکرمہؓ نے جو ایک جلد باز نڈر بہادر تھے۔

[1] صحیح بخاری ۱۲

جوشِ تہوّر میں شرجیلؓ کی انتظار نہ کی اور مسیلمہ کی فوج سے جا بھڑے مگر نقصان اُٹھا کر پس پا ہوئے۔ شرجیل یہ خبر سُنکر رستہ ہی میں ٹھہر گیا اِس فتح سے مسیلمہ کا دل بڑھ گیا اور مسلمانوں کو ہیچ سمجھنے لگا کہ اتنے میں علمِ خالدی فواح یمامہ میں لہرانے لگا۔ مسیلمہ کے صرف مقدمہ لشکر (اڈوانس گارڈ) میں چالیس ہزار سوار جرار تھے۔ اور سپہ سالارِ اسلام کے ساتھ کُلھم ۱۳ ہزار تھے۔ جن کی لشکر کفار کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہ تھی ہاں ذروۃ مقام الاسلام الجہاد لا ینالہ الا افضلہم[له] کے شوق حصول میں جانباز غازی کفار کو چڑیوں کا ڈار اور میدان سے فرار کو عار سمجھتے تھے اِسلام کے نام پر جان دینا اور مخالفانِ دین سے سینہ سپر ہونا اُنکا اعلیٰ نشانِ اسلام تھا۔

امیر خالد رضی اللہ عنہ نے پہلے تو مسیلمہ کو بذریعہ سُفرا پند و نصائح کی اور انابت و توبہ کی ہدایت کی جو کارگر نہ ہوئی اور وُہ بدستور اپنے ظالمانہ و مشرکانہ و فاسقانہ عقائد پر ضد سے جما رہا۔ اور ضلالت خلائق سے محض ہوائے نفسانی و غرور شیطانی سے دست بردار نہ ہوا اور اپنے خیالات مخربِ اخلاق سے بازنہ آیا۔

معرکۂ جنگ

جب امیر خالد رضی اللہ عنہ طریقۂ تبلیغ سے مایُوس ہوئے اور اسکو یقین ہوگیا کہ مخالف کا ارادہ صرف اِسلام کا استیصال ہے وُہ کفر و عصیان شرک و ہزیان کو دوبارہ ملک میں رواج دیکر مساعی جمیلہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بیکار اور احکام الٰہی کو ملیامیٹ کرنا چاہتا ہے۔ اور کسی طرح راہ راست پر نہیں آتا اور اپنی کثرتِ فوج پر مغرور ہوکر مقابل آکھڑا ہوا ہے۔ تو ناچار توکلت

له اعلیٰ مقام اسلام جہاد ہے جس پر سوائے افضل مومن کے اور کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ طبرانی۔ ترغیب ۱۲

علی اللہِ وَکَفٰی بِاللہِ وَکِیلاً کہکر صف بندی شروع کی اور میمنہ پر زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور میسرہ پر اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اور فوج کے مقدمہ میں اپنے رشتہ داران بہادران بنی مخزوم کو مقرر کیا۔ اور بعدِ ترتیب فوج سے یوں مخاطب ہوا۔

تقریرِ امیر

آے خادمانِ خیر الانام و آے عاشقانِ اسلام۔ دیکھو کفّار سے ہر چند نرمی و ملاطفت کی گئی پند و نصائح دِی گئی۔ اور صرف اُن سے یہ امر چاہا گیا کہ توحید و رسالت پر ایمان لائیں۔ اُن کے ملک و مال سے کوئی تعرض نہیں کیا جائیگا ترکِ شرک ہی سابقہ مظالمِ قتل و غارت کا کافی کفارہ ہو گا۔ مگر حُبِ دُنیا نے مسیلمہ کو اندھا کر رکھا ہے۔ ہجوم مشرکین سے بہرہ ہو رہا ہے۔ سُنتا ہی نہیں خیر ہم اپنا فرض ادا کر چکے۔ وَمَا علینا الاّ البلاغ المبین اب مجبورًا تلوار میان سے نکالنی پڑی ہے۔ جو آج اُن غازی مجاہدین کے ہاتھوں میں ہے جن کے حق میں خُدا فرماتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ[1] اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللہِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّھُمْ فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا۔ پس ایسے مغفور و مبرور مہاجر و انصار کے سامنے مخالف کی کثرت کیا حقیقت رکھ سکتی ہے اور تمہاری حقانی شمشیر پر اُمید واثق ہے کہ کفّار کے اس آخری

[1] جو لوگ کہ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جنگِ کفار میں اپنے مال و جان کو خرچ کیا اسکا درجہ خدا کی نزدیک بڑا ہے اور یہی لوگ مرادات دوجہانی کو پہنچنے والے ہیں پروردگار انکو بشارت دیتا ہے اپنی رحمت اور خوشنودی اور بہشتوں کی جن میں اُنکے لئے مستقل نعمتیں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہینگے۔ سورۂ توبہ۔ پ ۱۰

معرکہ میں اسلامی جوہر دکھا کر جزیرہ نمائے عرب کو کفر و شرک سے پاک کر دیگی۔

گو تم قلیل ہو مگر خدا تمہارے ساتھ ہے فتح و شکست قلت و کثرت پر موقوف نہیں اللہ کے ہاتھ ہے جنگ بدر میں تمہاری کیا جمعیت تھی مگر خدا نے چند گنا فوج مخالف کو اپنی تائید و نصرت سے بھگا دیا چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۵۱ پس آج بھی بدستور سابق تائید الٰہی پر یقین رکھو وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۵۲ مشاہدہ عینی دیکھ لو۔ صبر و استقلال شیوہ مجاہدین ہے۔ اور صابرین کی فتح بالیقین ہے چنانچہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۵۳ بار ہا آچکا ہے اسلامی جہاد سب سے بڑھ کر اور اعلیٰ تجارت ہے جس میں ہر ایک طرح فائدہ ہی فائدہ ہے۔ مر گئے تو شہید زندہ رہے تو غازی۔ لڑائی کا اخیر نتیجہ موت ہی جو ذریعہ شہادت ہے اور شہادت باعث حیات ابدی اور نجات سرمدی ہے جس کے حصول میں میں دیکھتا ہوں کہ آپ جان نثاران اسلام میدان کارزار کو گلزار سمجھتے ہیں۔ تمہاری اسلامی استطاعت اور شجاعت آج ضرور ان بیگناہ مسلمانوں کے خون کا انتقام لیگی جو صرف اس جرم میں قتل کیے گئے جلتی آگ میں ڈالے گئے۔ اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے کہ وہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر دل سے یقین رکھتے تھے اور وہ کسی اُمید و بیم سے اسلام کی صراط مستقیم سے ہٹ نہ سکے۔ اور خدا اور رسول کے پاک نام پر قربان ہو گئے وہ رسول امین رحمۃ للعالمین صلعم کہ جن کی تعلیم سراسر تزکیہ نفوس بنی آدم اور تہذیب اخلاق و حصول کمال انسانی پر مبنی ہے اور جس نے ہمارے گمراہ دلوں کو علم و حکمت الٰہیہ سے بھر دیا۔ اُس کی مخالفت مسیلمہ کذاب کر رہا ہے جسکو کوئی مسلمان گوارا نہیں کر سکتا

۵۱ اس میں شک نہیں کہ اللہ نے جنگ بدر میں تمہاری مدد کی جبکہ تم بہت کمزور اور ذلیل تھے۔ سورۂ عمران۔ پ ۴

۵۲ فتح محض اللہ کیطرف سے ہے جو سب پر غالب اور حکیم ہے سورۂ عمران۔ پ ۴ ۵۳ خدا صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہوتا ہے

تمہارے ہاتھ وہی پاک ہاتھ ہیں جو بیعت رضوان کا شرف حاصل کر کے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کا مقدس خطاب بارگاہ ایزدی سے پا چکے ہیں۔ میں آج انہیں متبرک ہاتھوں سے اُمید رکھتا ہوں کہ اپنی پُر زور طاقت سے کفر و شرک کی بیخ و بن کو عرب سے اُکھاڑ کر خدا کے پاک کلام یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ وَ یَقْطَعَ دَابِرَ الْکٰفِرِیْنَ ○ لِیُحِقَّ الْحَقَّ وَیُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ کَرِہَ الْمُجْرِمُوْنَ ○[1] کی صداقت کو ثابت کر دکھائینگے۔ تمہاری اسلامی جان نثاری بڑے بڑے معرکہ مار کر مخالفین کو اپنا لوہا منوا چکی ہے۔ اور کلمۃ الحق کا اعلان کر چکی ہے آج بھی جہاد فی سبیل اللہ میں پورے جوہر دکھائینگے اور بتعمیل فَخُذُوْھُمْ وَاقْتُلُوْھُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْھُمْ ۚ وَاُولٰٓئِکُمْ جَعَلْنَا لَکُمْ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ○[2] کی ضرب شمشیر سے کفار کے ڈھیر لگا دے گی اور دکھلا دیگی کہ سچے مجاہدین جو محض حمایت دین کے لئے جان فروشی کرتے ہیں اُنکا مقابلہ دُنیا کی کوئی قوم نہیں کر سکتی۔ اور نہ ان کے حقیقی ایمانی جوش پر کوئی چیز غالب آسکتی ہے۔ تمہارا ایمان تمہارا جوش تمہاری ہمت تمہاری شجاعت میرے قول کی ابھی تصدیق کئے دیتی ہے۔

میں اخیر میں دُعا کرتا ہوں کہ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ[3] جس کے سُنتے ہی پُر جوش نعروں میں آمین ثم آمین کے نعرے چار طرف سے بلند ہوئے جس کی مہیب گونج نے مخالف فوج کے دل کو ہلا دیا۔ اور مسلمانوں کو شوقِ غزا میں بیتاب کر دیا۔

مسیلمہ کذاب نے بعد ترتیب میمنہ و میسرہ و جناح و قلب اسلامی لشکر پر

---

[1] سورۃ انفال۔ پ ۹۔ خدا چاہتا ہے کہ دین حق کو اپنے حکم سے ثابت کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ دین اسلام کو غالب کرے اور کفر و شرک کو باطل و زائل کرے۔ خواہ مخالف ناخوش ہوں چڑھتے رہیں۔

[2] سورۃ نساء۔ پ ۵۔

[3] پ ۲۔ اے خدا ہم پر صبر ڈال ہمیں صبر دے اور ثابت قدم رکھ اور کافروں پر فتح دے۔

حملہ کر دیا اور پہلے ہی حملہ میں تین سو مسلمانوں کو جام شہادت پلا دیا۔ اہلِ اسلام نے بھی نہایت عمدگی سے مقابلہ کیا اور مسیلمہ کذاب کے وزیر محکم بن طفیل کو داخلِ جہنم کیا جس کو دیکھکر مسیلمہ کی فوج نے غصہ اور جوش میں آکر ایک اور ایسا سخت حملہ کیا کہ مسلمانوں کے پانوں اکھاڑ دیئے اور اسّی مسلمانوں کو شہید کیا۔ اور مسلمانوں کے کئی مورچے چھین لیے۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ یہ حال دیکھ کر فوج قلب کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ اور مخالفوں کو اسلامی مورچوں سے نکال دیا۔ مسیلمہ ننگے سر دعا مانگتا تھا اور فوج کا دل بڑھاتا تھا۔ تازہ دم فوجوں سے حملوں کا تار باندھ دیا۔ اور اسلامی فوج کے ایک حصہ کو بھگا دیا۔ مگر امیر خالدؓ جس کو یورپین مورخ لوہے کا برج کہتے ہیں ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹا اور مسلمانوں کو پکار کر کہا کہ [۵۱] وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ مسلمان خدا کا پاک کلام سنکر اور امیر خالد رضی اللہ عنہ کے ثبات و استقلال کو دیکھ کر یکبارگی شیروں کی طرح ٹوٹ پڑے۔ جنکے آگے آگے شیر دل ابودجانہ انصاری رضی اللہ عنہ شیر غراں اور پیل دماں کی طرح کفار پر جا پڑا اور ضرب شمشیر سے بیسیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ مگر افسوس کہ دشمن کی کثرت فوج بہادرانِ اسلام کی کچھ پیش نہ جانے دیتی تھی۔ کفار کی تازہ دم پلٹنیں اور رسالہ لڑائی میں ہاتھ بٹاتے تھے اور مسلمانوں کی وہی بچی کھچی ماندہ و شکستہ فوج ہر ایک حملہ کا جواب دیتی تھی۔ مخالفوں کی شدت و صولت اور مسلمانوں کے صبر و استقامت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مسیلمہ کی فوج نے اہل اسلام

---

۵۱ جو مسلمان آج مقابلہ کفار سے پیٹھ پھیرے گا سوائے اس کے کہ دشمن کو دھوکہ دینے کی غرض ہو یا کوئی جنگی کرتب دکھلانا منظور ہو یا اس کی غرض کسی اسلامی جماعت میں شامل ہونے کو ہو ان دو صورتوں کے سوا بھاگنے والا غضب الٰہی میں گرفتار ہو گا اور جسکی جگہ دوزخ ہو گی جو نہایت بری جگہ ہے۔ سورۂ انفال پ ۹

کو اُن کے مورچوں سے بیس دفعہ نکال نکال دیا۔ اور غازیانِ دین نے بار ہا
اپنے مورچوں کو واپس لیا۔ اب تک لڑائی دفاعی طور سے ہو رہی تھی یعنی مسلمان
صرف کفار کے حملات کو روکتے تھے۔ اور یہ حالت کئی گھنٹے تک رہی لیکن سپہ سالار
اسلام نے جب دیکھا کہ اب کفّار کا جوش فرو ہو چلا ہے اور اپنی متواتر اور سخت کوششوں
کو بے اثر دیکھ کر مایوس ہونے لگے ہیں فوراً تمام فوج کو لیکر بہیئت مجموعی مخالفوں
پر جا پڑا۔ جس سیلاب کی تندی کو کوئی شئے نہ روک سکی۔ مسیلمہ کی صفوں کو
چیر پھاڑ کر قلب میں جا گھسا۔ اور اپنے صولتِ شیرانہ سے دشمن کو حواس باختہ کر دیا
مسیلمہ خود سیف اللہ سے جان بچا کر بھاگ نکلا اور معہ فوج ایک وسیع باغ میں
جس کی دیوار مثل فصیلِ قلعہ مضبوط تھی پناہ گزین ہو کر محصور ہو بیٹھا۔ شیر دل ابودجانہؓ
رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ مجھ کو ڈھال میں بٹھلا کر اور نیزوں سے
باندھ کر باغ میں پھینکدو۔ میں شہادت کا مشتاق ہوں یا تو دروازہ کھول دونگا۔
یا شہید ہو جاؤنگا۔ مسلمانوں نے ابودجانہ کو اندر پھینکدیا جو شمشیر براں سے کفّار کو
ڈھیر کرنے لگا مگر افسوس کہ دروازہ نہ کھول سکا اور ھٰؤُلَآءِ عبادی الّذین قاتلوا
فی سبیلی وقتلوا واوذوا وجاھدوا فی سبیلی ادخلوا الجنّۃ فیدخلونہا
بغیر حساب کا مصداق بنکر اور تاجِ شہادت پہنکر داخلِ جناں ہُوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا
اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ابودجانہؓ کی یہ جان بازی دیکھ کر بھلا آپ یہ خالدؓ سے کب رہا جا سکتا
تھا کہ ایک فدائی صحابی اکیلا دشمنوں کے حوالہ کیا جاوے اور وہ کھڑا تماشا دیکھتا
رہے۔ باقاعدہ طور سے فوج کے ساتھ اندر پہنچنا مشکل تھا۔ بیتابانہ باغ کے گرد چکر

ﻠﻪ یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے دشمنانِ اسلام سے جنگ کیا اور محض میری خوشنودی کے لئے مارے گئے
اذیت دی گئی اور اسلام کی حمایت میں ساعی رہے۔ ان لوگوں کو جنّت میں لیجاؤ جہاں وہ بغیر حساب و
باز پرس کے داخل ہونگے۔ حدیث قدسی۔ ترغیب ۱۲

لگایا اور جب کوئی رستہ نہ پایا تو ناچار اپنی عربی نسل غازی کی باگ اُٹھائی جس کو خُدا نے اس قدر طاقت اور سرعت عطا کی کہ ایک ہی جست میں کود کر باغ کے اندر جا پڑا مگر ابو دجانہؓ امیر خالد کے پہنچنے سے پہلے ہی جام شہادت نوش کر چکا تھا۔ مسلیمہ کذاب کا ایک بہادر پہلوان امیر خالدؓ کو پہچان کر فحش بکتا ہوا گلے آپڑا جسکو امیر خالدؓ نے زمین پر پٹخا دیا اور گھوڑے سے اُتر کر اُس کے سینہ پر ہو بیٹھا۔ مخالف پہلوان کے پاس تیز حربہ تھا جس سے امیر خالدؓ کو سات زخم کاری لگائے اور خالدؓ کو درد بھی محسوس ہوا۔ اُٹھ کر گھوڑے پر سوار ہونے لگا کہ گھوڑا شور و غوغا اور ہجوم کے سبب سے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور امیر خالد پیادہ ہو گیا اور دشمن کے نرغہ میں آگیا۔ مگر واہ رے خالد تیری شجاعت و استقامت کہ جس کی نظر دُنیا کی کسی قوم میں نہیں ملی اور نہ ملیگی۔ ذرا نہ گھبرایا اور جنگی قانون کو ہاتھ سے نہ دیا۔ لڑتا بھڑتا اور فنون جنگی کی داد دیتا اور اپنے آپ کو بچاتا ہوا دروازہ باغ کی طرف پشت کر کے اُلٹے پائوں چلا آیا اور دیوار کے قریب پہنچکر ایک ہی چھلانگ میں باغ سے باہر نکل گیا اور دشمن منہہ تکتا رہ گیا۔ اور بدستور فوج کی کمان کرنے لگا۔ نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ ایک سو بیس بہادرانِ انصار کو لیکر دروازہ میں گھس گیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ صرف چار زندہ بچے باقی تمام شہید فی سبیل اللہ ہو گئے۔ مسلمانوں کا قربانِ اسلام ہونا اور سخت محاصرہ دیکھ کر مخالف گھبرا گئے اور مسلیمہ سے کہا کہ تو جو وعدہ نصرت ملائک کرتا تھا اور وحی کی بکواس بکتا تھا وُہ کہاں گئی۔ مسلمانوں کی قلیل فوج نے ہم کو چنے چبوا دیئے۔ ہزاروں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ اور قریب ہے کہ اس باغ کو بھی بزورِ شمشیر فتح کر لیں۔ اب بتلاوہ موعُودہ نصرت کب آئیگی۔ وُہ کذاب کوئی تسلی بخش جواب نہ دیسکا۔ لوگ مایوس ہو گئے۔ امیر خالدؓ نے زبردست حملہ کر دیا

دروازہ کو توڑ تاڑ کر باغ میں جا داخل ہوا۔ اور دشمن کو قتل کرنا شروع کیا۔
مخالفین باغ سے نکل کر قلعہ میں داخل ہونے لگے۔ مسیلمہ بھی بہ تبدیل لباس
پوشیدہ طور سے نکلنے لگا کہ ایک انصاری سلمان نے پہچان کر وحشی نامی غلام
کو جو دروازہ پر کھڑا تھا کہا کہ یہی مسیلمہ ہے جانے نہ پائے تو وحشی نے جو مشہور
حربہ باز تھا ایسا حربہ کی وار کی جو مسیلمہ کی دونوں زرہوں اور پشت کو چیر کر
باہر نکل گیا اور مسیلمہ وہیں گر کر ڈھیر ہو گیا۔ وحشی نے للکار کر کہا کہ میں حبشی غلام
جبیر بن مطعم ہوں۔ بحالت کفر خیر الناس حضرت حمزہ عم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو شہید کر کے داخل جنت کیا تھا۔ آج اسلام میں اشر الناس مسیلمہ کذاب کو مار کر
دوزخ بھیجتا ہوں۔ ام عمارہ نے جو ایک غازی عورت تھی اور کئی معرکوں میں
نام پا چکی تھی بہمراہی اپنے بیٹے عبداللہ بن زید کے مسیلمہ کا سر کاٹ لیا۔ اگرچہ
فوج مخالف میں سے سترہ ہزار مارے گئے جن میں سے صرف باغ کے اندر دس ہزار
کفار شمشیر مجاہدین کی نذر ہوئے تھے۔ مگر افسوس کہ لشکر اسلامیہ کو بھی سخت چشم
زخم پہنچا۔ بارہ سو مسلمان شہید ہوئے بدیں تفصیل کہ انصار ۳۶۰ مہاجر ۳۰۰
عام مسلمان ۵۴۰ شہید ہوئے جن میں سے سات سو صرف حافظ قرآن تھے۔
جنکے حوصلہ او ثابت قدمی سے یہ لڑائی فتح ہوئی تھی اور چونکہ یہی جلیل القدر
مہاجر و انصار و حافظان قرآن ہر ایک سخت موقعہ پر سینہ سپر ہوتے اور صفوں کے
آگے بڑھ کر وَلَا تَحْسَبَنَّ[۱] الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ
يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ

[۱] جو لوگ اللہ کی راہ میں یعنی جہاد میں مارے گئے انکو مرا ہوا خیال نہ کرو بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس جیتے جاگتے ہیں
انکے خوان کرم پر روزی پاتے ہیں جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انکو دے رکھا ہے اس میں مگن ہیں اور جو غازی زندہ ہیں اور ابھی ان میں آکر
شامل نہیں ہوئے انکی نسبت خوشیاں مناتے ہیں کہ یہ بھی شہید ہوں تو انپر ہماری طرح کسی قسم کا خوف و غم نہ ہو گا سورۂ آل عمران ع ۱۷

مِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ پڑھتے اور ترغیب جہاد و شہادت دیتے اور اسلام پر جانیں فدا کرتے تھے اس سبب سے زیادہ تر یہی پاک اصحاب کام آئے۔ اگر یہ مقدس گروہ اس لڑائی میں جانوں پر نہ کھیلتے تو معلوم نہیں کہ فوج اسلام پر کیا مصیبت آتی۔

امیر خالد رضی اللہ عنہ یہ عالیشان فتح پاکر محاصرہ قلعہ میں مصروف ہوا۔ اور فتح نامہ معہ مال خمس دربار مدینہ منورہ کو روانہ کیا اور قلعہ کی حالت استحکام وغیرہ بیان کی مسیلمہ کا ایک سردار مسمّٰے مجاعہ قید تھا اور اُس کو امان دی گئی تھی۔ سپہ سالار اسلام سے کہنے لگا کہ قلعہ میں بیشمار فوج ہے۔ لڑائی کی صورت میں اندیشہ نقصان ہے میں صلح کرا دیتا ہوں آپ قلعہ والوں سے نصف مال لیکر ان کی جان بخشی کیجئے۔ امیر خالد نے پہلے تو کچھ تامل کیا مگر آخر اس خیال سے کہ اسلام صلح کو رد نہیں کرتا ہے۔ صلح کرلی۔ جب قلعہ میں داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہاں جنگی جوان کوئی نہ تھا۔ مجاعہ نے اپنی قوم کو بچانے کے لئے یہ دھوکہ دیا ہے سخت پیچ و تاب کھایا مگر عہد شکنی اسلام میں حرام تھی۔ عہد نامہ ہو چکا تھا۔ مجاعہ امان پا چکا تھا۔ ناچار عہد نامہ کی تعمیل کرنی پڑی۔ اور مسیلمہ کی قوم بال بال بچ گئی۔ بعد صلح کے دربار خلافت سے حکم پہنچا کہ قلعہ بزور شمشیر فتح کیا جائے مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ امیر المومنین کو صلح کے انعقاد کی اطلاع دی گئی۔ جو منظور کرنی پڑی۔ اسکے بعد ملک یمامہ کے انتظام میں امیر خالدؓ مصروف ہوئے اور تین سال بعد پھر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے موحدانہ گونج سے علاقہ مذکور کو بھر دیا اور مرتدین نے از سر نو اسلام قبول کیا۔ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مژدہ فتح سنکر خدا کا شکر بجا لائے اور قیدیوں سے باحسان و مروت پیش آئے اور پند و نصائح کے بعد سب کو آزاد کر کے خرچ راہ دیکر اپنے اپنے گھروں کو واپس

بھیجدیا۔ اب جس قدر مدعی نبوت تھے وہ یکے بعد دیگرے اپنے کئے کی سزا پا چکے تھے۔ طلیحہ اسدی شمشیر خالدی کے خوف سے شام کو بھاگ گیا۔ مسیلمہ کذاب فی النار والسقر ہوگیا اور اُس کی محبوبہ مسمات سجاح کہیں گوشہ گمنامی میں جا چھپی دیگر لالچی اور سرکش سردار یا تو لڑائیوں میں مرگئے۔ یا دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے عام اعراب بھی مسلمان ہوگئے اور جو شقی ازلی تھے وُہ عرب سے بھاگ کر عیسائیوں اور پارسیوں سے جاملے۔ اور آئندہ کی لڑائیوں کے باعث ہوئے۔

امیر خالدؓ سرکشی کے فرو کرنے کے بعد امن و انتظام میں مشغول ہوا۔ مختلف قبائل اور اقوام میں عالمانِ دین کو شرائع اسلام سکھانے کے لئے مقرر کیا۔ مناسب موقعوں پر بارسوخ اور دیندار اشخاص کو اسلامی خدمات پر تعینات کیا۔ جور و ظلم فسق و فجور عصیان و طغیان سے ملک کو صاف کردیا اور انوار اسلام سے ملک یمامہ کو منور کردیا۔ یہ واقعہ گیارھویں سن ہجری کے اخیر میں ہوا۔

فتوحاتِ عراق

جب مرتدینِ عرب کی لڑائیوں سے امیر خالد رضی اللہ عنہ فارغ ہو چکے اور نئے سر سے اسلام کو رواج دے چکے تو انکو اسوقت کے سب سے زبردست اور دولتمند سلاطین کی تربیت یافتہ اور آہنی فوجوں کے مقابلہ میں جنگی قابلیت اور ذاتی شجاعت اور شمشیر کی تیز برش کے اظہار کا موقعہ ملا۔ جس میں ثابت ہوگیا کہ اگر جہاد خالصاً للہ ہو تو غازیانِ اسلام کے حملہ کی کوئی قوم تاب نہیں لاسکتی اور نہ انکی جرأت اور حوصلہ پر کوئی شے غالب آسکتی ہے۔ سب سے پہلا موقعہ امتحان امیر خالد رضی اللہ عنہ کو لشکر شاہ ایران سے پیش آیا جس کی وجہ یہ ہے کہ شاہ ایران نے تو صاف اپنے گورنر یمن کو لکھدیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کرکے

بھیجدو مگر وُہ مرگیا اور منصوبہ نہ چلا۔ اور گورنر یمن معہ متعلقین ایمان لایا۔ لیکن جب بعد وفات رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبائل عرب مرتد ہو گئے اور ایک طرف فتنہ وفساد شروع ہو گیا اور خلیفہ رسُول اللہ کے ساتھ مہاجر وانصار کے سوا صرف قریش اور بنی ثقیف رہ گئے تو علاقہ بحرین جو خلیج فارس کے نواح میں ہے۔ وہاں دو قومیں بستی تھیں۔ ایک بنی عبد القیس جو بدستور مسلمان رہے دُوسرے بنی بکر جو مرتد ہو گئے اور شاہ ایران سے درخواست کی کہ اگر کوئی ایرانی گورنر بھیجدیا جائے تو علاقہ بحرین اس کے حوالہ کیا جائیگا اور مسلمانوں کو اس ملک سے مار کر نکال دینگے۔ دُنیاوی سلاطین جو عموماً ایسے موقعوں کے انتظار میں ہوتے ہیں اسی طرح شاہ ایران نے بلا تامّل منذر بن نعمان کو سات ہزار سوار جرار دیکر بحرین کو روانہ کیا۔ جنھوں نے اہل اسلام کے خوُن سے بحرین میں ندیاں بہادیں اور جور وظلم اور قتل وغارت میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ اور اپنی طرف سے علاقہ مذکور سے اسلام کی بالکل بیخ کنی کر دی۔

ایرانیوں کی یہ شرارت بلا سبب ہوتی تھی۔ حالانکہ عہد رسُول اللہ صلعم سے لیکر اب تک مسلمانوں کی جانب سے کوئی ایسی حرکت خلاف ایران ظہور میں نہیں آئی تھی۔ بحرین کے واقعہ کے علاوہ عراق عرب میں مثنیٰ بن حارث شیبانی اور اس کی بہادر قوم کو ایرانی گورنر محض اسلام لانے کے سبب سے ستا رہے تھے اور مثنیٰ صرف اپنے زور سے ایرانیوں کے قابو میں نہیں آتا تھا آخر اُس نے امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ایرانیوں کے حالات سے اطلاع دی۔ امیر دربار خلافت نے یقین کر لیا کہ شاہِ ایران کا بلا سبب خواہ مخواہ چھیڑ چھاڑ کرنا اور بحرین کے اسلامی علاقہ کو تاخت وتاراج کر کے تسخیر کرنا صاف بتا رہا ہے کہ مسلمانوں کو امن وامان کے ساتھ عبادتِ الٰہی اور اشاعتِ توحید

کرنے نہیں دیگی۔ اور موقعہ پاکر ایک نہ ایک دن عرب میں فساد کی آگ لگائیگی۔ اگر دولتمند ایرانی عرب میں آ گھسے۔ تو جہالِ عرب شائد پھر ان کے دامِ تزدیر میں آجائیں۔ اِس لئے بہتر ہے کہ ایرانی علاقہ میں ہی وحدت و تثنیہ کا فیصلہ کیا جائے۔ چونکہ یہ مہم کوئی معمولی نہ تھی بلکہ ایک پشتینی سلطنت سے مقابلہ تھا۔ اس لیے بمشورہ اصحابِ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین اس مہم کی سپہ سالاری کے لئے امیر خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ہی منتخب کئے گئے۔ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فرمان بھیجدیا گیا کہ آپ عراق میں پہنچکر مثنیٰ بن حارث شیبانی اور اس کے ہمراہیوں کی مدد کریں اور اسلامی فوج کی کمان لیکر جہاد فی سبیل اللہ کا ثواب حاصل کریں اور اپنی خدائی شمشیر سے الاسلام حق والکفر باطل ثابت کردکھائیں۔ دوسری جانب مثنیٰ کو لکھا گیا کہ میں تمہاری مدد کے لئے خالد کو بھیجتا ہوں کہ جس کی شان میں یہ آیت کریمہ شایان ہے۔ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا٥[1]

اِس سے خالد کی فضیلت کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ اُس کی غازیانہ عظمت اور مخلصانہ خدمت نے خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں کس قدر گھر کرلیا تھا۔ مثنیٰ یہ بشارت سنکر بہت خوش ہوا اور اپنے بھائی سوید کو استقبال کے لئے روانہ کیا۔ جس نے بصرہ سے آگے بڑھ کر شرف نیاز حاصل کیا۔ امیر خالدؓ نے دریافت کیا کہ اس نواح میں کون سی قوم سرکش و متمرد ہے سوید نے عرض کی کہ باشندگان آبلہ کفر و شرک اور مسلمانوں کے ستانے میں زیادہ سرگرم ہیں۔ پس امیر خالدؓ نے وہیں سے بسم اللہ شروع کی اولاً ورخواست قبولِ اسلام یا جزیہ کی

[1] کفار پر زیادہ سختی کرنے والے مومنین کے ساتھ رحم سے پیش آنے والے خدا کے سامنے خشوع وخضوع سے سر جھکانے والے اور یہ کام محض خدا کے فضل اور خوشنودی کے لئے کرتے ہیں نہ کہ کسی غرض دنیوی یا حبِ جاہ کو لئے۔

گئی جو نامنظور ہوئی آخر لڑائی کرنی پڑی۔ ایرانی خوب جم کر لڑے مگر مہاجر و انصار کے حملہ کی تاب نہ لاسکے۔ چار ہزار میدانِ جنگ میں مارے گئے اور اسی قدر بوقت شکست دریا میں ڈوب کر مر گئے اور باقی قلعہ بند ہو گئے۔ جنہوں نے آخر اطاعت قبول کی اور اُن کی جان بخشی کی گئی۔ اس کے بعد مثنیٰ بن حارث شیبانی بھی سپہ سالار اسلام سے آملا جس کی عزّت و تکریم کی گئی اور سب ملکر کوفہ کو روانہ ہوئے۔ چونکہ ایرانی جنرل نے مجموعی طاقت سے مقابلہ کرنا مناسب تصوّر کیا تھا اِسواسطے کوفہ کے راہ میں کوئی لڑائی پیش نہ آئی۔ یہاں سے امیر خالد رضی اللہ عنہ نے حکّامِ ایران کو مختلف خطوط بھیجکر اطاعت خدا و رسُول کی ہدایت اور شرک والحاد کے ترک کی درخواست کی اور بصُورتِ عدمِ قبولِ اسلام جزیہ دینے کی تحریک کی اور صاف لکھدیا کہ اگر اسلام لاؤگی تو ہم تم برابر ہو جائینگے۔ تمہارے حقوق عربوں کے برابر متصوّر ہونگے۔ جزیہ کی صُورت میں تمہارے مال و دولت ملت و مذہب سے ہمیں کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ اسلام یا جزیہ قبول کروگے تو تمہارے سابقہ قتل و غارت کُشت و خون معاف کیا جائیگا۔ ورنہ دست بہ تیغ ہونا پڑیگا۔

ایرانیوں نے لڑائی کی تیّاری کی جنکو کہ اپنی کثرت فوج اور عمدہ ہتھیاروں اور دولت و شوکت اور قواعد دانی کے بھروسہ پر فتح کا یقین کامل تھا۔

ان دنوں عراق کا گورنر جنرل مسمّٰی ہُرمز جو اس سے پہلے کئی بار لڑائیوں میں شجاعت کا تمغہ حاصل کر چکا تھا وُہ پچاس ہزار پیادہ و سوار جمع کرکے امیر خالد کے مقابلہ کو روانہ ہوا۔ اور دریا کو قابو میں کر لیا۔ امیر خالدؓ کو مجبوراً فوج ایسی جگہ پر اُتارنی پڑی کہ جہاں پانی کمیاب تھا۔ اگر سپہ سالارِ اسلام کوئی معمولی لیاقت کا جنرل ہوتا تو ایرانی جنرل اپنی تدبیر میں کامیاب ہو چکا تھا۔ مگر امیر خالد رضؓ نے سمجھ لیا کہ اگر لڑائی میں توقف کیا گیا جسکو کہ ایرانی چاہتے تھے تو انسان و

حیوان کا قبل از جنگ ہی پیاس کے مارے فیصلہ ہو جائیگا۔ اِس لئے فوراً مقابلہ کا حکم دیا گیا اور دشمن کو بھی مجبوراً میدان میں نکلنا پڑا۔

جنگِ سوارہ

ایرانی فوج کا بہادر اور منچلا جنرل ہرمز جس کی چمکیلی اور قیمتی وردی کی شعاعیں آفتاب کو مات کرتی ہیں۔ بعد ترتیبِ فوج قلب سے نکلکر دونوں صفوں کے بیچوں بیچ آ کھڑا ہوا۔ اور للکار کر کہا کہ خالد مسلمانونکا سردار کہاں ہے میدان میں آئے اور بہادروں کے ہاتھ دیکھے دکھلائے۔ اُسکو اپنی پہلوانی اور شہ زوری اور جنگی مہارت پر یقین تھا کہ وہ اس طرح جنگ مبازرانہ میں مسلمانوں کے لشکر کے رُوح رواں خالد کو مار کر اہل اسلام کو تہ تیغ کر ڈالیگا۔ غیور خالد رضی اللہ عنہ شیر عریں کی طرح نکلا اور میدان میں گھوڑے کو جولان دیکر اور فنون شہ سواری دکھلا کر فوج مخالف کو مبہوت کر دیا۔ ہرمز نے سمجھ لیا کہ جنگ سوارہ میں خالد کو پچھاڑ نہیں سکتا۔ چونکہ وہ فنونِ کشتی اور پہلوانی میں یکتا اور شہرہ آفاق تھا۔ گھوڑے سے اُتر پڑا اور خالد کو بھی پیادہ ہونا پڑا اور اُترتے ہی مخالف پر تلوار کی وار کی مگر ہرمز جو مشہور پٹہ باز تھا وار خالی دیکر بال بال بچ گیا اور خود پُر زور ہاتھوں سے خالد پر وار کی جو ڈھال پر لی گئی مگر پھر بھی سخت صدمہ پہنچا۔ چونکہ امیر خالد کا پہلا وار اوچھا پڑا تھا۔ اس لئے تلوار کی لڑائی بے سود سمجھ کر نہائت غیرت سے مخالف سے گلے جا پڑا۔ اگرچہ وہ بدن کو چھریرا تھا مگر طاقت اور شجاعت میں کوئی انسان اُس سے ٹکر نہیں کھاتا تھا۔ وہ رسولِ خدا کا شیر تھا اِس لئے عام شیروں سے زیادہ تھا وہ خدا کی دی ہوئی طاقت رکھتا تھا۔ اِس لئے ایرانی پلیتن پہلوان

کو اُٹھا کر زمین پر دے مارا۔ اور سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ ایرانی فوج نے چاہا کہ اپنے سردار کو عرب کے بھوکھے شیر سے بچائے۔ اور یکبارگی ٹوٹ پڑے مگر تیز دست امیر خالدؓ اُنکے پہنچنے سے پہلے ہی ہرمز کا سر کاٹ کر ایرانیوں کی طرف پھینک کر گھوڑے پر سوار ہو چکا تھا۔ اور امیر خالد کا بہادر اور جان باز نائب قعقاع بن عمر تمیمی اللہ اکبر کے نعرے مارتا ہوا اپنے امیر کی مدد کو جا پہنچا تھا۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ[1] پڑھ کر حملہ کا حکم دیا جس کی تعمیل میں ہزاروں تن بے سر کئے گئے۔ ایرانیوں نے اگرچہ بہت کوشش کی مگر قتل ہرمز سے انکے دلوں میں مسلمانوں کی سخت دہشت بیٹھ گئی تھی اس لئے آخر بھاگ نکلے۔ ہزاروں لاشیں اور لاکھوں کا مالِ غنیمت چھوڑ گئے۔ فتح نامہ معہ مالِ خمس جس میں صرف ہرمز سردار ایران کی وردی کی ٹوپی ایک لاکھ کی تھی امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور یہ ایران کا پہلا مالِ غنیمت تھا جو مدینہ منورہ میں پہنچا تھا۔

جنگِ ثنی

ہرمز نے قبل از جنگ شاہ ایران کو مسلمانوں کی حالت سے اطلاع دیدی تھی اور شاہ ایران چونکہ امیر خالدؓ کی فتوحاتِ عرب کو سُن چکا تھا اس لئے وہ چاہتا تھا کہ زبردست اور کثیر فوج سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا جائے اور اس مہم کے لئے اُس نے تجربہ کار اور بہادر گورنر جنرل رہوار مسمیٰ قارن کو پچاس ہزار فوج دیکر روانہ کیا تھا علاوہ اس کے راستہ کے حکام اور روسار کو حکم تھا کہ قارن کے ساتھ لڑائی میں شامل ہوں۔ قارن ایلغار کرتا ہوا آ رہا تھا کہ راستہ ہی میں اس کو ہرمز کی شکست یافتہ فوج ملی جنکو ملامت کے بعد ساتھ لے لیا یہ ایک لاکھ کا ٹڈی دل جو

[1] سورۂ انفال ۔ پ ۹ تو کافروں کی گردنوں اور پور پور پر ضرب شمشیر پڑے ۱۲

تیرہ ہزار مسلمانوں کو ایک لقمہ سمجھتا تھا نہر ثنی پر جو دجلہ کی مغرب کی طرف واقع تھی
موضع مذار پر جا اُترا ۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے پہلے احکام توحید و رسالت کی تبلیغ کی
جو مغرور مجوس نے نامنظور کی اور لڑائی پر زور دیا ۔ اور با انتظام تمام میدان میں
صف آرائی ہوئے ۔ میمنہ کی کمان جنرل برشتجا کو اور میسرہ کی جنرل قباد کو کمان دی
گئی اور قارن خود قلب میں ٹھہرا ۔ سپہ سالار اسلام کو بھی مجبوراً میدان میں نکلنا
پڑا ۔ میمنہ پر عاصم بن الخطاب اور میسرہ پر عدی بن حاتم طائی کو مقرر کیا اور خود قلب
میں قائم ہوا ۔ سب سے پہلے مبارزانہ جنگ شروع ہوئی ۔ طرفین کے کئی بہادر ہلاک
ہوئے جبکہ جنرل برشتجا کو عاصم رضی اللہ عنہ نے اور قارن سپہ سالار ایران کو خود
امیر خالد رضی اللہ عنہ نے تہ تیغ کیا تو ایرانیوں نے نہایت جوش و خروش سے حملہ
کیا اور صبح سے شام تک سرگرم قتال رہے اور اظہار مردانگی میں کوئی کسر باقی نہ
رکھی مگر اسلامی جوش پر غالب نہ آسکے ۔ اور نہ اپنی کثرت عدت اور عمدگی سامان
حرب سے اُن غازیان اسلام سے بازی جیت سکے جو حدیث نبوی
ان قاتلت صابرًا محتسبًا بعثک اللہ صابرًا محتسبًا و ان قاتلت مرائیًا مکاثرًا[۱]
بعثک اللہ مرائیًا مکاثرًا پر دل سے یقین رکھتے تھے ۔ جب اپنے متواتر حملات
سے ایرانی اسلامیوں کو نہ ہلا سکے اور انکا جوش ڈھیلا ہو چلا تو سپہ سالار اسلام نے
تکبیر گویاں فوج سوارہ سے حملہ کر دیا ۔ اور جس چستی و چالاکی سے ہمیشہ وہ کامیاب
ہوا کرتا تھا اب بھی اس سے کامیاب ہو گیا ۔ دشمن اللہ اکبر کی گونج اور مجاہدین کی
دہشت سے بدحواس ہو کر بھاگ نکلا اور تیس ہزار مقتول میدان میں چھوڑ گیا ۔
علاوہ اسکے ہزاروں دریا میں ڈوب کر مر گئے اور قید کیے گئے ۔ خواجہ حسن بصری

[۱] ابوداؤد ۔ رسول خدا صلعم فرماتے ہیں کہ اگر بہ نیت ثواب قتال میں صبر کرو گے اور لڑائی کی تکالیف برداشت
کرو گے تو قیامت کے دن صابر و مشتاق اٹھائے جاؤ گے اگر ریا و تکبر دنیاوی اغراض کے لئے لڑو گے تو قیامت کو ویسے ہی اٹھائے جاؤ گے

کا باپ جو عیسائی تھا اور ایرانیوں کا مددگار تھا اسی جنگ میں گرفتار ہوا تھا۔ فتح کے بعد امیر خالد انتظام امن و امان میں مصروف ہوا۔

جنگ دجلہ

جب شاہ ایران نے یہ تمام ماجرا سُنا تو سخت گھبرایا۔ اور جس قدر فوج کہ وُہ جمع کر سکتا تھا۔ جمع کر کے روانہ کی جس کے ساتھ شکست یافتہ ایرانی فوج بھی شامل ہوگئی۔ یہ فوج تعداد میں ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ عرب اور عراق اور جزیرہ کے عیسائی بھی کہ جنکو اب تک مسلمانوں نے کوئی تکلیف نہیں دی تھی۔ مارے حسد اور تعصب کے ایرانیوں سے جا ملے تھے۔ پیشوایان دین ساتھ تھے جو ایرانی بہادروں کو مذہبی رنگ میں جوش دلاتے تھے۔ فصیح قصہ خوان گذشتہ ایرانی بہادرانہ معرکوں اور پہلوانوں کے حالات سُنا سُنا کر نامردوں کو مرد اور مردوں کو جوانمرد بناتے تھے۔ اور ایرانیوں کا جوش بھی انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ مگر مقابلہ کے وقت ثابت ہوگیا کہ حقیقی اسلامی جوش کے سامنے یہ سب کچھ ہیچ تھا۔ دین و دنیا۔ حق و باطل۔ توحید و شرک کبھی برابر نہیں تُل سکتے۔ اور جس صدق و خلوص سے افضل الاعمال[1] عند اللہ تعالیٰ۔ ایمانٌ لاشکّ فیہ۔ وغزوۃ لاغلول فیہ وحج مبرورا پر ایمان لانے والے غازی محض اسلام اور مسلمانوں کی حمایت و حفاظت کے لئے جان فروشی کرتے ہیں۔ اس کی نظیر دُنیا کی کسی قوم میں پائی نہیں جاتی اور جس طرح سے اسلام کے مجاہد بہ تعمیل اَطِیعُوا اللہَ واطیعوا الرسُولَ واُولی الامرِ منکم کے اللہ اور رسُول اور اپنے امیر کی اطاعت میں شمشیر و نیزہ کے ترازو تُل جاتے

[1] صحیحین۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک جملہ کاموں سے بھی افضل ہے کہ خالص ایمان جس میں شک شبہہ نہ ہو اور کفار سے لڑائی جس میں کوئی غرض نہ ہو اور حج مبرور۔ صوفی

ہیں اس بارہ میں کوئی شخص اُنکا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ یہ تو ایک عام قاعدہ ہے جو ہر ایک زمانہ میں سچے مسلمان دکھاتے رہے ہیں اور دکھارہے ہیں اور دکھاتے رہینگے۔ مگر وہ تو خاص مہاجرو انصار و اصحاب کبار تھے اُن کے اعمال و اقوال اہل و عیال جان و مال سب کچھ خاص اسلام کے لئے تھا۔ انکا منشا محض توحید کا پھیلانا اور کفر و شرک اور فسق و فجور کا مٹانا تھا۔ بھلا ایسے بےنفس پاک ستودہ گروہ سے کوئی عہدہ برآ ہوسکتا تھا۔ جنکی نگاہ میں مخالف کی کثرتِ تعداد اور عمدگی سامان لاشئے محض تھیں۔ جب طرفین سے ترتیب صفوف ہوچکی تو امیر خالد رضی اللہ عنہ نے جوشیلی اور پرزور آواز سے آیۃ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ[1] پڑھ کر غازیانِ اسلام کو سُنائی اور حملہ کا حکم دیا جس کی تعمیل شہسوارانِ اسلام نے فوراً کی اور ایک ہی ہلہ میں ایرانی مقدمۃ الجیش کو پسپا کردیا اور اُن کے مورچے چھین لئے۔ اگرچہ ایرانیوں نے خوب دادِ شجاعت دی اور حملوں کے تاربانده دیئے مگر اپنے مورچے واپس نہ لے سکے۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے پھر دوسرے حملہ کا حکم دیا جس تند سیلاب کو ایرانی ہرگز نہ روک سکے اور بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے

[1] سورۂ توبہ۔ پ ۱۱ اللہ نے مسلمانوں سے انکی جانیں اور انکی مال اس وعدہ پر خرید لئے ہیں کہ ان کے بدلہ انکو جنت دیگا۔ یہ لوگ جان و مال کی پرواہ نہ کرکے اللہ کے رستے میں لڑتے ہیں تو کفار کو مارتے ہیں اور آپ بھی مارے جاتے ہیں۔ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا توریت و انجیل و قرآن میں لکھا ہوا موجود ہے خدا سے بڑھکر اپنے وعدہ کو پورا کرنیوالا اور کون ہے۔ مسلمانو اس سودے پر جو تم نے خدا کے ساتھ کیا ہے خوشیاں مناؤ۔ اور اس سودے میں تم کو بہت نفع اور کامیابی ہے ۱۲

تعاقب کیا اور ستر ہزار ایرانیوں کو تلوار کی گھاٹ اُتار دیا۔ اور بہت سے دریا میں ڈوب گئے اور قید کئے گئے۔ جب اس عالیشان فتح کا بشارت نامہ مدینہ پہنچا تو امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عام مجمع اصحاب میں فرمایا کہ عَجَزَتِ النِّسَاءُ اَنْ یَلِدْنَ مِثْلَ خَالِدٍ یعنے خالد جیسا بہادر بیٹا کوئی ماں نہیں جنیگی۔ اور واقعی اس جناب صداقت مآب کا یہ قول بالکل صادق اور درست تھا۔ تاریخ نہیں بتاسکتی کہ کسی ملک یا قوم میں خالد جیسا بیباک متہور اور ظفر جنگ فتح نصیب دُنیا میں کوئی پیدا ہوا ہو۔ غیر قوم کے مورخین تک حیران ہیں۔ جہانتک انسان کی دلیری کا وہم وگمان ہوسکتا ہے۔ امیر خالد کی شجاعت اُس سے کئی درجہ بالاتر ہی دکھائی دیتی ہے سچ یہ ہے کہ اگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ابابکر صدیق رضہ خلیفہ نہ ہوتے اور ان کے سپہ سالار امیر خالد نہ بنتے تو معلوم نہیں کہ کیا کیا مشکلات پیش آتیں۔ درحقیقت جس قدر اسلام خلیفہ اوّل کا ممنون ہے اُسی قدر امیر خالد کا بھی۔

جنگ حیرہ

اس فتح کے بعد شہر حیرہ کی جانب امیر خالدؓ نے کوچ کیا جو ساحل دجلہ پر ایک آباد اور پُر فضا شہر اور جس کے قریب ہی مشہور محل خورنق منذر شاہ عرب کا تھا۔ جواب شکستہ اور غیر آباد پڑا ہے۔ یہ سفر بذریعہ کشتیوں کے کیا گیا مگر گورنر حیرہ نے اپنے بیٹے کو بھیجکر دریا میں بند بندھوا دیا اور پانی کا رُخ پلٹ دیا جس سبب سے مسلمانوں کو مجبوراً ساحل پر اُترنا اور براہ خشکی سفر کرنا پڑا۔ حیرہ کے قریب گورنر حیرہ کا بیٹا لڑا جو مارا گیا یہ خبر سُنکر اُس کا باپ مارے غصہ کے لڑائی کے لئے تیار ہو رہا تھا کہ اردشیر شاہ ایران کے مرنے کی خبر سُنکر بغیر جنگ بھاگ گیا۔

مگر باقی سردار معہ فوج محصور ہو بیٹھے۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے بہادر مثنیٰ بن حارث شیبانی کو تسخیر قلعہ کے لئے مقرر کیا قلعہ والوں نے ہر چند مزاحمت کی مگر مثنےٰ بزور شمشیر قلعہ تک پہنچ گیا اور ایک دروازہ پر جبراً قابض ہو گیا۔ نزدیک تھا کہ تمام شہر فتح ہو جائے کہ چند عیسائی پادری اور راہب اپنا مذہبی اور فقیرانہ لباس پہنکر گریاں ونالاں دروازہ پر آ کھڑے ہوئے چونکہ ایسے لوگوں کا قتل اسلام میں حرام تھا اس لئے مسلمانوں نے تلوار میان میں کر لی اور تین دن کی مہلت لیکر باجازت مثنیٰ امیر خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس ڈیوٹیشن میں ایک شخص عبدالمسیح نام رہتا تھا جسکی عمر تین سو سال کی تھی۔ اور یہی شخص افسر سفارت تھا۔ عبدالمسیح نے خالد رضؓ کے پاس پہنچ کر اپنی قوم کی عظمت اور شجاعت بیان کی اور علاقہ حیرہ کی تعریف کی اور بعد ازاں عبدالمسیح مذکور نے چند غیر متعلق باتیں محض اظہار فصاحت و طلاقت کے لئے کیں۔ اس کے بعد امیر خالد رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ زہر قاتل۔ خالدؓ نے کہا کس لئے۔ عبدالمسیح نے کہا احتیاطاً اس ارادہ سے کہ اگر میری قوم کے برخلاف آپ فیصلہ کریں تو یہیں زہر کھا کر ڈھیر ہو جاؤں۔ متوکل اور تقدیر الٰہی پر کامل ایمان رکھنے والے امیر خالد رضی اللہ عنہ کو جس نے آیہ کریمہ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا کا عملی ورد اپنے قلب و روح پر کر لیا تھا۔ عبدالمسیح کا یہ فعل عبث معلوم ہوا۔ اور کامل ایمان باللہ کا پورا نمونہ دکھانے کے لئے عبدالمسیح سے وہ زہر لے لیا اور ہاتھ پر رکھ لیا اور بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ

سورۂ آل عمران پ ۴ اور کوئی شخص بحکم خدا کے بغیر مر نہیں سکتا ہر ایک کی موت کا وقت مقرر لکھا ہوا ہے

پڑھ کر نگل گیا۔ اور تھوڑا سا پسینہ آکر خیریت گذر گئی۔ عبد المسیح جو گرفتار عالم اسباب تھا یہ دیکھ کر حیران رہگیا اور اپنی قوم کے پاس واپس آکر ظاہر کیا کہ مسلمان موت کو ایسے عزیز رکھتے ہیں جیسے دیگر اقوام زیست کو۔ زہر ہلاہل جو کئی جانوں کی ہلاکت کے لئے کافی تھا وہ سردار اسلام پر کچھ اثر نہیں کرسکا۔ بھلا ایسی قوم سے کون عہدہ برآہو سکتا ہے۔ قلعہ والے یہ ماجرا سنکر حیران و ششدر رہ گئے۔ اکثروں پر اسلامی تہوّر و شجاعت اور بعض پر اسلامی موحدانہ صداقت نے اپنا اثر ڈالدیا۔ اور صلح کی درخواست کی جو منظور کی گئی۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ کی اس ایمانی طاقت کے عملی نمونہ نے ہزارہا بندگان خدا کی جان و مال کو شمشیر و سنان سے بچالیا۔ اور مشرکین و کفّار کے کمزور دلوں پر اس بات کا سکّہ بٹھلا دیا کہ صبر و شکر۔ رضا و تسلیم۔ بہادرانہ استقلال بزرگانہ کمال موحدانہ جلال میں مسلمانوں کا نظیر معدوم ہے۔ اور در اصل یہ عملی عقیدہ کہ جب موت آتی ہے تو ٹلتی نہیں اور موت بغیر کوئی مرتا نہیں صرف اہل اسلام ہی کا حصّہ ہے۔ یہی عقیدہ انکو شمشیر و شیر سے بھڑاتا ہے۔ تھوڑوں کو بہتوں پر فتح دلاتا ہے۔ جُبن دُور کرتا ہے۔ متہور جان باز بناتا ہے۔ زبردست سلطنتوں کو تہ و بالا کراتا ہے۔ نہ توپوں کی گولہ باری انہیں ڈرا سکتی ہے نہ بندوقوں کی آتش فشانی انکو دھمکا سکتی ہے۔

جنگِ انبار

جب امیر خالد رضی اللہ عنہ علاقہ حیرہ کو فتح کرچکے تو پھر سرداران ایران کو دعوتِ اسلام کے لئے خطوط لکھے افسوس ان پر توجہ نہ کی گئی۔ انبار ایک مضبوط اور وسیع قلعہ تھا اور ایرانی ملک میں اوّل درجہ کا آباد شہر تھا۔ بخت نصر مشہور ایرانی جنرل نے حیرہ اور مدائن دار السلطنتِ ایران کے مابین یونانیوں کی روک تھام کے

مقام کے لئے خاص جنگی موقعہ پر قلعہ بنایا تھا۔ اور یہ قلعہ ہمیشہ ذخائر جنگی سے مملو رہتا تھا۔ فوج وسامان کافی تھا۔ عیسائیاں بنی بکر و بنی عجل وغیرہ عرب وحیرہ سے بھاگ کر یہیں انبار میں آ جمع ہوئے تھے۔ حیرہ کا گورنر آزرویہ بھی اپنی بچی کچی فوج لیکر انبار میں پناہ گزین تھا۔ جب امیر خالد رضی اللہ عنہ کے سفیر پہنچے تو اسی آزرویہ نے انکو ناکام پھیر دیا۔ اور لڑائی کا پیغام دیا۔ سپہ سالار اسلام قعقاع بن عمرو تمیمی کو حیرہ میں چھوڑ کر خود تیس ہزار فوج کے ساتھ روانہ انبار ہوا۔ شیرزاد گورنر انبار ستر ہزار لشکر جرار سے مقابل ہوا۔ مگر یہ فوج زرہ بکتر سے آراستہ سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھی۔ جنپر نیزہ و تلوار کا وار کارگر نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے امیر خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج میں سے علم انداز تیر اندازوں کو منتخب کیا۔ اور حکم دیا کہ اللہ کا نام لیکر مخالفوں کی آنکھوں کو نشانہ بناؤ۔ مسلمان تیر اندازوں نے جو تجربہ کار مشاق نشانہ باز تھے ایسا تاک تاک کر نشانہ لگایا کہ دشمن کے ایک ہزار جوانوں کی آنکھوں کو ضائع کر دیا۔ اور مخالفوں نے دل ہار کر درخواست صلح کی جو اس خیال سے نامنظور کی گئی کہ ابھی مخالف کی طاقت بدستور تھی جسکا توڑنا اور کم کرنا امیر خالدؓ کو مدنظر تھا۔ دوم انبار کو بزور شمشیر فتح کر کے یہ دکھلانا منظور تھا کہ جس قلعہ کو یونانی اور رومی ناقابل تسخیر جانتے تھے وہ غازیان اسلام کی مجاہدانہ اولوالعزمی کے سامنے ہیچ بلکہ کمتر از ہیچ ہے۔ قلعہ کی فصیل کے گرد ایک عمیق اور عریض خندق تھی جو مانع حملہ تھی۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جس قدر بوڑھے اور بیمار اونٹ ہیں سب کو ذبح کر کے خندق میں پھینکدیا جائے۔ جب اس طرح سے خندق قابل عبور ہو گئی۔ تو قلعہ پر یورش کا حکم دیا۔ ایرانیوں نے سخت مقابلہ کیا۔ مگر آخر بہادر خالدؓ کے جوش وہمت نے مجاہدین کو کمندیں لگوا کر قلعہ پر پہنچا دیا۔ اور قلعہ کو سر کر لیا۔ اور اسلامی سطوت وجبروت اور قلعہ شکنی کی طاقت ولیاقت دکھلانے کے بعد سابقہ درخواست صلح منظور کر کے اسلام

کی تمام مروّت و فتوّت کو ظاہر کیا۔ اور گورنر انبار و دیگر رؤسائے و فوجی اشخاص سے جنگی دستور کے مطابق ہتھیار رکھوا کر رہا کر دیا۔ اور انبار پر علمِ محمدی کو نصب کیا +

جنگِ عین التمر

انبار سے بھاگ کر ایرانیوں کا اجتماع عین التمر پر ہوا جو عراقی فوج کا ہیڈکوارٹر تھا۔ مضبوط مورچوں اور دمدمس بندیوں کے علاوہ یہ قلعہ خود بھی مضبوط تھا سیف اللہ کی ضرب سے ڈر کر جملہ مجوس۔ عیسائی۔ مشرکوں نے اپنا ماوا و ملجا اس جگہ کو قرار دیا تھا۔ اور یہاں کا گورنر بہرام چوبیں کا پوتا مہران تھا جو علاوہ ذاتی شجاعت کے ایران میں بہت بڑا خاندانی اعتبار و رسوخ رکھتا تھا۔ ہر طرف سے فوج و سامان سمیٹ کر مقابلہ پر تیار ہو گیا۔ اور عین التمر کے وسیع پریڈ میں خیمہ زن ہوا۔ امیر خالدؓ یہ حالات سنکر دشمن کے استقبال کو روانہ ہوا۔

ایک عیسائی عرب سردار نے مہران ایرانی سالار فوج سے کہا کہ ہم عرب ہیں اور عربوں کے طریق حرب سے بہ نسبت ایرانیوں کے زیادہ ماہر ہیں۔ فوج کی کمان مجھے دیجئے۔ ابھی اہل اسلام کے پرچخے اڑاتا ہوں۔ مہران نے اس خیال سے کہ ؎

کہ خر گوش ہر مرزا بے شگفت
سگِ آں ولائت تواند گرفت

جنرل عقبہ کو عربوں کے علاوہ چیدہ دستہ ایرانی فوج کا دیدیا۔ عین التمر سے ایک منزل آگے بڑھ کر عقبہ نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور بہادری سے لڑا مگر لڑائی میں اتفاقاً عقبہ امیر خالدؓ کے سامنے آگیا اور خالدی شکوہ و رعب میں آکر ہاتھ پاؤں بھول گیا۔ امیر خالدؓ نے قریب پہنچ کر عقبہ کا سر بغل میں دبا کر اور گھوڑے سے اٹھا کر اپنی زین کے آگے رکھ لیا اور گرفتار کر کے پیچھے کیمپ کو بھیجدیا۔ عقبہ کے ہمراہی خالدؓ کی

طاقت، شجاعت، اور اپنے سردار کی مقتولانہ حالت کو دیکھ کر بھاگ نکلے اور ہزاروں لاشیں میدان میں چھوڑ گئے۔ مہران یہ خبر سُنکر معہ اہل و عیال ایران کو بھاگ گیا۔ عین التمر کے فتح سے عراقِ عرب پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ فقیہ او عالم مسلمان قرآن مجید کے وعظ کرنے لگے۔ بتدریج ظلم جاتا رہا۔

جنگِ دومۃ الجندل

دومۃ الجندل شام اور عرب اور عراق کے حد پر ایک عیسائی ریاست تھی اور کئی بار مسلمانوں کے برخلاف مخالفانہ سازشیں کر چکی تھی جب ایرانیوں سے مسلمان معرکہ آرا ہو رہے تھے تو مثل دیگر عیسائیوں کے دومۃ الجندل والوں نے بھی حتی المقدور کچھ اُٹھا نہیں رکھا تھا۔ اس لئے امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عیاض بن غنمؓ کو کچھ فوج دیکر دومۃ الجندل کو روانہ کیا تھا جس کی عیسائیوں کے مقابلہ میں کچھ پیشرفت نہ گئی۔ بلکہ گھر گیا۔ ناچار عیاضؓ نے بمقام حیرہ امیر خالدؓ کو امداد کے لئے لکھا۔ جو قعقاع بن عمرو تمیمی کو بطور نائب حیرہ میں چھوڑ کر سواروں کا چیدہ دستہ ہمراہ لیکر یلغار کرتا ہوا دومۃ الجندل جا پہنچا۔ عیسائیوں کی فوج اگرچہ مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھی۔ اور اچھی طرح لڑسکتی تھی۔ مگر سیف اللہ کا نام سُنتے ہی دشمن کے اوسان خطا ہو گئے۔ جنکو ایک طرف سے عیاض نے اور دوسری جانب سے امیر خالد رضی اللہ عنہ نے شمشیر کے آگے رکھ لیا چند لوگوں کے سوا جنہوں نے ہتھیار ڈالدیئے یا قلعہ میں جا چھپے باقی کلہم میدان میں مارے گئے اور قلعہ بھی بزور شمشیر فتح ہو گیا مگر قلعہ والوں کو امان دی گئی +

ایرانیوں کی دوبارہ شرارت

امیر خالد رضی اللہ عنہ عیسائیوں کی تالیفِ قلوب اور انتظام اشاعتِ توحید کے لئے کچھ مدت دومۃ الجندل میں ٹھہر گئے اور ایرانیوں نے خیال کیا کہ اب شیر اسلام عیسائیوں کے محاصرہ میں پھنس گیا ہے۔ اور چونکہ عیسائی چند سال [illegible] کا سکہ ایرانیوں کے دلوں میں بٹھلا چکے تھے اس لئے ایرانیوں کا [illegible] سیلاب کو ضرور عیسائی روکینگے ورنہ کچھ مدت تک تو مسلمانوں کو [illegible] نہیں ہونے دینگے۔ ان خیالات خام سے ایرانیوں نے پھر فوجیں جمع کیں اور علاقہ سواد پر قبضہ کر لیا جو زیر حکومت اسلام آچکا تھا۔ رعایا نے بھی عہد نامہ کا پاس نہ کیا۔ اور ایرانیوں کے دم میں آگئے۔ قعقاع بن عمرو تمیمی نے امیر خالد رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی جو عیاض بن غنم کو دومۃ الجندل میں چھوڑ کر فوراً روانۂ عراق ہوا۔ مگر جلد باز ایرانیوں نے قبل اس کے کہ قعقاع کو کسی طرف سے مدد پہنچ سکے۔ بڑھ کر حیرہ کو جا گھیرا۔ مگر قعقاع جو امیر خالد کی نیابت کا فخر رکھتا تھا۔ ایرانیوں کی اسقدر گستاخی اور شوخی کب برداشت کر سکتا تھا۔ فوراً غازیوں کی تعمیل حکم [illegible] اللہ اکبر اللہ اکبر کہتا ہوا میدان [illegible] نکل پڑا۔ ایرانی خدا سے چاہتے تھے کہ مسلمان میدان میں نکلیں اور جھٹ [illegible] کر جائیں۔ مگر مقابلہ کے وقت معلوم ہو گیا کہ سچے مسلمان جو یا تجتمع علے عبدٍ غبار فی سبیل اللہ و دخان جہنم[1] پر دل سے ایمان رکھتے ہیں۔ گو تعداد میں قلیل ہوں جب محض اسلام کی حمایت اور مذہب کی حفاظت اور [illegible] کی اطاعت کے لئے [illegible] تو جانوں پر کھیل کر میدان کو [illegible] صرف مسلمانوں [illegible] کا ہی کام ہے۔ چنانچہ اس لڑائی میں [illegible] امیر کا بیٹا [illegible] ہو گیا اور سخت شکست

---

[1] گرد جہاد اور دود جہنم کبھی جمع نہیں [illegible] جہاں نہیں جائیگا۔ حدیث

کے بعد ایرانیوں کو بھگا دیا۔ اور ایرانی ہزاروں مقتول اور لاکھوں کا مال غنیمت فتحمندوں کے لئے میدان میں چھوڑ کر مضیخ میں جا جمع ہوئے۔

جنگ مضیخ اصح

امیر خالد رضی اللہ عنہ تو قعقاع کا خط پہنچتے ہی دومۃ الجندل سے روانہ ہو گئے تھے مگر اُس کے پہنچنے سے پیشتر ہی ایرانی شکست فاش پا کر مضیخ کو بھاگ گئے تھے امیر خالدؓ نے یہ خبر پا کر مضیخ کا رُخ کیا اور قعقاع کو لکھدیا کہ فلاں تاریخ رات کے وقت دو طرف سے میں قلعہ پر حملہ کرونگا اوسی رات وقت مقررہ پر تم بھی پہنچ کر ایک طرف سے حملہ کرو۔ اسی قرارداد پر لشکر مجاہدین روانہ ہوا۔ اور یہ روانگی ایسی عسرت اور احتیاط اور ایسی غیر مشہور رستوں سے کی گئی۔ کہ جب تک کہ شائقین غزا و شہادت نے تین طرف سے قلعہ پر چڑھ کر اللہ اکبر کے جگر پاش نعرے بلند نہیں کئے ایرانی خواب غفلت سے بیدار نہیں ہو سکے۔ جو لڑائی سے پیش آیا مارا گیا۔ جس نے ہتھیار ڈالدیئے وہ بچ گیا۔ اور قلعہ فتح ہو گیا۔ اور عراق میں ایرانیوں کی یہ آخری کوشش تھے۔

جنگ ثنی و دمیل

ایرانیوں کی کمر توڑ کر اب امیر خالد کو اُن عیسائیوں کی جانب توجہ کرنی پڑی جو محض متعصبانہ اور حاسدانہ خیال سے ایرانی معرکوں میں مخالف اسلام ہو کر باعث تکلیف ہوئے تھے۔ عیسائی بھی اپنے افعال کے نتائج سے بے خبر نہیں تھے بہت سی فوج اور سامان جنگ لیکر بسر کردگی بہادر سردار ربیعہ بن بجیر تغلبی کے امیر خالد کے مقابلہ کو روانہ ہوئے۔ اور مقام ثنی پر جو صافہ سے مشرق کی جانب واقع ہی معرکہ آرا ہوئے

امیر خالد نے اوّل تو پند و نصائح سے کام لینا چاہا جب مفید نہ ہوئی تو تین طرف سے حملہ کر دیا اور میدان سے بھگا دیا مگر ہذیل بن عمران اس شکست یافتہ فوج کو دلاسا دیکر پھر مسلمانوں کے مقابل ہوا مگر ہزار ہا عیسائیوں کی جانیں ضائع کرانے کے سوا اور کچھ فائدہ نہ اُٹھا سکا۔ اور قلعہ دمیل میں جا چھپا جسکو کہ اسلامی بہادروں نے بزور شمشیر فتح کر لیا۔ اور ہذیل مذکور معہ ہمراہیوں کے وہیں مارا گیا ٭

جنگِ رضاب

رضاب ایک مضبوط قلعہ تھا۔ عراق کے شمال کی طرف واقع تھا۔ وہاں کے گورنر ہلال نے جسکا باپ عین التمر کی لڑائی میں سیف اللہ کی حقانی ضرب سے قتل ہو چکا تھا تمام بھگوڑے عیسائی رضاب میں جمع کر کے مسلمانوں کے برخلاف منصوبہ کر رہا تھا امیر خالد رضی اللہ عنہ نے بمنشائے اُقتلوا المؤذی قبل الایذا۔ رضاب پر چڑھائی کی۔ ہلال اپنے باپ کے قاتل کا نام سنتے ہی سب تدبیریں بھول گیا اور بھاگ نکلا اور قلعہ سر ہو گیا ٭

جنگِ فراض

رضاب میں چارہ مویشی کی کمی تھی اور رسد رسانی کی تکلیف۔ اس لئے فراض میں اسلامیہ لشکر کا کیمپ لگایا گیا۔ جہاں پر کہ ضروری اشیا مہیا ہو سکتی ہیں۔ عیسائی ہوا ہلال رضاب سے بھاگ کر رومی علاقہ شام میں چلا گیا تھا اور شہنشاہ قسطنطنیہ کو لکھا کہ خالد عرب کو نے چکا ہے۔ ایرانی بہادروں کی شیخی کر کری کر کے عراق فتح کر چکا ہو۔ عیسائی بھائیوں نے امداد صلیب میں گو ہر طرح سے سرگرمی دکھائی اور ہزار ہا عزیز جانیں سلطنت کے بچاؤ کے لئے قربان کر دیں مگر حملات خالدی نے کہیں بھی کامیاب

ہونے نہ دیا اب خالد حد شام پر آپہنچا ہے اگر حضور شہنشاہ کافی فوج اور سامان سے مدد کریں تو میں اس طرف کے کل عیسائیوں کو سمیٹ کر اور ایرانیوں کو ملا کر مسلمانوں کو روک سکتا ہوں۔ شہنشاہ قسطنطنیہ نے جو اسلام کی ترقی سے پیچ و تاب کھا رہا تھا اور امیر خالد رضی اللہ عنہ کے فتوحات عرب۔ عراق کا حال سُن چکا تھا۔ اِس پیغام کو غنیمت سمجھا اور ایک لاکھ سوار جرار معہ ساز و سامان ہلال کے پاس روانہ کئے۔ علاوہ اِس کے ہلال نے کل عیسائیانِ عرب و عراق و جزیرہ کو پیغام بھیجکر اپنے پاس لڑائی کے لیے بُلا لیا۔ ایرانی بھی بخیال انتقام آملے۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ کو یہ تمام خبریں برابر پہنچ رہی تھیں مگر چُونکہ رمضان کا نُورانی مہینہ آگیا تھا جو مسلمانوں کے زُہد و اعتکاف۔ عبادت و ریاضت نفس کشی۔ مجاہدہ۔ حصُولِ انوارِ ربانی و اطمینانِ رُوحانی کا خاص موقعہ تھا۔ اِس لئے اسلام کے سچے عاشق اور خُداپرست واصل الی اللہ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے فضائل رمضان سے محروم رکھنا مناسب نہ سمجھا۔ اور محض عون باریتعالےٰ پر بھروسہ کر کے عیسائیوں کے اجتماع کا خیال نہ کیا اور ماہِ رمضان میں سوا یادِ الٰہی کے اَور کچھ نہ کیا۔ اِس عرصہ میں مخالفوں نے ایک لاکھ اسّی ہزار کی جمعیت پیدا کر لی اور نہایت تزک و احتشام سے اسلامی کیمپ کو روانہ ہوئے۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے دریائے فرات تک استقبال کیا۔ مغرور دشمن نے کہلا بھیجا کہ تم دریا سے اُتر و گے۔ یا ہم عبور کریں۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ چونکہ تم مجھ سے لڑنے آئے ہو اس لئے تم ہی عبور کرو اور یہ جواب نہایت ہی دور اندیشی پر مبنی تھا عیسائی فوج دِن بھر برابر اُترتی رہی۔ دُوسرے روز سپہ سالارِ اسلام نے فوج کو آراستہ کیا اور میدانِ جنگ میں جا کھڑا ہوا۔ صبح سے دو بجے دوپہر تک اسلامی لشکر ہتھیار بند دُھوپ میں کھڑا رہا اور زیادہ ٹھہرنے کی تاب نہ رہی۔ اور مخالف فوج ابھی تمام اُترنے نہ پائی تھی کہ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے حملہ کا حکم دیدیا۔

اور اس شدت اور غصہ گی سے حملہ کیا۔ کہ عیسائی نہ سنبھل سکے اور بھاگ نکلے۔ فوج کا زیادہ حصہ دریا میں ڈوب کر مر گیا اور بہت سے مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے معرکہ میں قریبًا ایک لاکھ عیسائی و ایرانی مارے گئے۔ کروڑوں کا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ خمس اور فتح نامہ امیرالمومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا گیا۔ جہاں پر امیر خالدؓ کی شجاعت اور لیاقت جنگی کا شکریہ ادا کیا گیا یہ فتح محض امیر خالدؓ کی تجربہ کاری اور حسن تدبیر کا نتیجہ تھی۔

فتح کے بعد عیسائیوں کی جمعیت کو پراگندہ کرنے میں امیر خالد مصروف ہوا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان عیسائیوں کے سوا جو مطیع و ذمی بن چکے تھے باقی یا تو روم کو بھاگ گئے یا ایران کو چلے گئے۔ اس لڑائی نے عرب و عراق کے عیسائیوں کی طاقت اور شرارت کا فیصلہ کر دیا۔ اور عیسائیان بنی تغلب و ایاد و بنی نمر وغیرہ منتشرہ عرب کو عیسائی شہنشاہ کی امداد و طاقت سے مایوس کر کے اسلام کا امن گرفتہ بنا دیا۔ چونکہ ادھر سے فراغت ہو چکی تھی اس لئے امیر خالد رضی اللہ عنہ نے لشکر اسلام کو حیرہ دارالخلافہ عراق کو بھیجدیا۔ اور خود جریدہ طور سے پیچھے رہا۔ اور ظاہر کیا کہ میں بعد میں حیرہ پہنچ جاؤنگا اور یہ تمام فتوحات عراق صرف ایک سال میں حاصل ہوئی تھیں۔

امیر خالد رضی اللہ عنہ کا خفیہ حج کرنا

جب فراض کی لڑائی سے فراغت ہوئی اور عراق کو ایرانی اور عیسائیوں کے فسادوں سے پاک کر چکا تو بہ تعمیل آیہ کریمہ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا[1] شوق حج بیت اللہ دامنگیر ہوا۔ موسم حج قریب تھا۔

[1] سورۂ آل عمران پ ۴ لوگوں پر فرض ہے کہ خدا کے لئے خانہ کعبہ کا حج کریں جنکو کعبہ تک پہنچنے کا مقدور ہو ۱۲

لبیک لبیک کی دل لبھانے والی اور سہاونی آواز اُسکو سنگ مقناطیس کی طرح زور سے زیارتِ کعبہ زادہا اللہ شرفاً کی طرف کھینچنے لگی۔ وُہ عاشق خدا ولی اللہ عشق سرمدی اور سچا آور ی احکام الٰہی میں محو تھا اس کے تمام اعمال و افعال غزا وجہاد محض حصُولِ رضائے الٰہی اور تائیدِ اسلام کے لئے تھے۔ اُس کی خواہش تھی کہ تعمیل احکامِ شرعی میں سب سے بڑھ کر رہے۔ اُس کی ایمانی استقامت اور ذاتی شجاعت یہ کب گوارا کر سکتی تھی کہ دیگر مسلمان تو اداے حج سے العمرۃ الی العمرۃ کفارۃ لما بینہما والحج المبرور لیس لہٗ جزاء الا الجنۃ متفق علیہ میں داخل ہوا اور وُہ چپ بیٹھا رہے چونکہ وُہ نہ کسی کا تنخواہ دار ملازم تھا اور نہ کسی کا بندہ درم ودام تھا اس کے جملہ کارنامہ محض حصُول رضائے باریتعالیٰ کے لئے ہوتے تھے اس لئے پچیسویں ذیقعد سنہ ۱۲ھ بلا اطلاع غیرے جوشش عشق میں صرف ایک بدرقہ اور دو ملازموں کو ساتھ لیکر ایک غیر مشہور رستہ سے جس سے پہلے کوئی نہیں گذرا تھا۔ عرب کے مشہور صحرائے اعظم اور چٹیل ریگستان میں بلا ساز و سامان سفر۔ حسبی اللہ نعم الوکیل نعم المولےٰ ونعم النصیر ۔ وما من دابۃٍ فی الارض الا علی اللہ رزقہا پڑھ کر دیوانہ وار گھس پڑا۔ اور محض مضبوطی ایمان و توکل سے اس دُور دراز سفر کو بارہ روز میں طے کر کے ساتویں ذی الحجہ سنہ ۱۲ھ کو مکہ معظمہ میں جا داخل ہوا۔ اور حج کر کے سترھویں ذی الحجہ کو واپس ہوا۔ اور ۲۵۔ ذی الحجہ سن مذکور کو حیرہ دارالامارۃ عراق میں جا پہنچا۔ اور یہ حال نہ تو کسی پر مکہ میں اور نہ فوج عراق میں کھلا۔ حالانکہ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے معہ معززا صحاب مہاجر و انصار کے اسی سال حج کیا تھا۔ علاوہ اس کے مکہ معظمہ میں جہاں خالد نے نشوونما پائی تھی اور اس کا پیارا وطن و مسکن تھا۔ ہزاروں آشنا و رشتہ دار موجود تھے۔

؎ عمرہ دوسرے عمرہ تک کفارہ ہے جو کچھ اس عرصہ میں ہو اور حج کا بدلہ ضرور جنت ہے ۱۲

اس امر سے امیر خالد رضی اللہ عنہ کے استقلال اور پُر زور طبیعت اور اپنے راز کو ظاہر نہ کرنے اور مصیبت برداشت کر سکنے اور ہر مشکل پہ غالب آنے کی خداداد قابلیت کا پتہ لگ سکتا ہے۔

کچھ عرصہ کے بعد جب امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو احتیاطاً آیندہ کے لئے تنبیہہ کی۔

اس کے بعد امیر خالد انتظامِ عراق میں مصروف ہوا۔ جس میں اس کو بہت عُمدہ کامیابی حاصل ہوئی۔ مشہور تھا کہ دربار ایران اسلام کے خلاف بہت کچھ منصوبہ کر رہا ہے۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ بھی غافل نہیں تھا وہ جانتا تھا کہ ایرانی ضرور مقابلہ پر آئینگے اور ملک و مذہب کے لئے جانیں لڑائینگے۔ مگر امیر خالد کو تجربتاً یقین ہو چکا تھا کہ مغرور ایرانی خواہ کس قدر ڈینگیں مارتے اور اپنے عُمدہ سامانوں ور دیوں پر اتراتے ہوئے میدان میں آئیں مگر پُر جوش غازیوں اور سچے مجاہدین کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے۔ درفش کاویانی علم محمدی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ پس امیر خالد فتح ایران کی تجاویز سوچ رہا تھا کہ دربار مدینہ سے بدیں مضمون حکم پہنچا۔

بِسْمِ اللہِ الرحمن الرحیم۔ مِن ابن ابی قحافہ۔ الی بکر الی خالد بن ولید سلام علیک فانی احمد اللہ والذی لا الٰہ الا ھو وَاُصلّی علی نبیّہٖ محمدٍ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وانّی قد ولیتک علی جیوشِ المسلمین وَامرتک بقتالِ الروم فسارع الی مرضاۃ اللہ وَقاتل عدو اللہ وکن ممن یجاھدون فی اللہ حق جہادہٖ یا ایُّھا الذین اٰمنوا ھل ادُلکم علیٰ تجارۃ تنجیکم مِن عذابِ الیم وقد جعلتک امیراً علیٰ ابو عبیدۃ ومَن مَعَہ والسلام **ترجمہ** یہ خط ابی قحافہ کے بیٹے ابو بکر سے خالد بن ولید کی طرف ہے۔ خدا کی رحمت تم پر ہو۔ خدا کی تعریف وحمد کرتا ہوں جسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اُس کے بھیجے ہوئے نبی پر درود ہو جسکا نام مبارک محمد ہو اُس پر اور

اس کی آل پر صلوٰۃ ہو۔ میں نے تم کو اسلامی فوج پر سپہ سالار مقرر کیا ہے۔ اور رومیوں سے لڑنے کا حکم دیا ہے پس اللہ کی خوشنودی کے لئے جلدی کرو اور کفار سے لڑو۔ جہاد کا پورا حق ادا کرو۔ مسلمانو میں تم کو ایسی تجارت بتلاتا ہوں جو تم کو سخت دردناک عذاب سے بچا سکے۔ تم خالد ابو عبیدہ وغیرہ پر امیر ہو۔

امیر خالد رضی اللہ عنہ کی شام کی سپہ سالاری

ملک شام کی فوج کشی کا یہ باعث تھا کہ عیسائیانِ عرب و شام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بہت سی شرارتیں کرتے رہے تھے۔ خونخوار جنگ موتہ انہیں لوگوں کی شرارت سے ہوا تھا۔ غزوہ تبوک باوجود کمال افلاس وعسرت اور موسم کی گرمی کے عیسائیوں ہی کی روک تھام کے لئے کیا گیا تھا۔ مرتدین عرب کو بھی عیسائیوں نے ہر طرح سے امداد دی تھی۔ عراق کے معرکوں میں کھلے طور ایرانیوں سے مل کر مسلمانوں کا سخت مقابلہ کیا تھا۔ اِن میں سے اکثر عیسائی یا تو براہ راست شہنشاہ قسطنطنیہ کی رعایا تھے یا اس کے ماتحت رؤسا کے زیر سایہ تھے جن کے امن و امان سے رہنے کا شہنشاہ مذکور ذمہ دار تھا۔ فراض کی لڑائی میں تو خاص شہنشاہی فوج بہ تعداد کثیر شامل تھی۔ یہ تمام امور صاف اس بات پر دلالت کرتے تھے کہ شہنشاہ قسطنطنیہ کا دلی منشا یہ ہے کہ خارجی تدابیر سے مسلمانوں کا زور گھٹائے اور پھر موقعہ پاکر خود اسلام کو نیست و نابود کر دے اور یہ پالیسی ہمیشہ اسی قسم کی رہی جیسے کہ آج کل کے سلاطین یورپ اسلام کے برخلاف کر رہے ہیں۔ مگر وہ زمانہ خیر القرون صحابہ کبار کا تھا انکو کوئی بڑے سے بڑا دنیاوی لالچ بھی اسلام کی حمایت اور اپنے امیر کی اطاعت سے منحرف نہیں کر سکتا تھا۔ وہ نہ کسی پالیسی کے پابند تھے نہ کسی چالبازی کو جانتے تھے۔ کفار و مشرکین کے مقابلہ میں ان کے صرف تین حرف تھے۔ اسلام۔ جزیہ۔ تلوار تھے۔ جن پر معنے لفظوں کے صاف صاف تبلیغ وہ

بادشاہوں کے دربار - تلواروں کی دھار - تیروں کی بوچھاڑ کے سامنے نہایت سچائی سے کرتے تھے اور جو کہتے تھے کر دکھاتے تھے۔

گو تعداد میں قلیل تھے مگر اُن عالی ہمتوں کے سیکڑوں ہزاروں پر اور ہزاروں لاکھوں پر بھاری تھے۔ گو بے سامان مفلس و نادار تھے مگر اُن کا صرف موحدانہ شکوہ مخالف کی صدیوں کی شان و شوکت دولت و عظمت اور عمدہ سامانِ حرب کی پائمالی کے لئے کافی تھا وُہ نجات اُخروی کا مدار حمایت و اشاعتِ اسلام پر سمجھتے تھے اور اس رستہ کی رکاوٹوں کے دُور کرنے کے لئے جان بکف ہوتے تھے اور ان مذہبی لڑائیوں میں جان فروشی کو ایک تجارت جانتے تھے جان دیتے تھے اور بہشت مول لیتے تھے وُہ آج کل کے بودے اور لالچی تاویل کن مسلمان نہ تھے کہ احکام قرآنی کو توڑ موڑ کر حصول اعزاز و فوائد دنیوی کا ذریعہ بناتے اور اسلام کی بیخ کنی کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ پس ایسے مقدس مسلمانوں پر شہنشاہ قسطنطنیہ کی غریبانہ اور نامردانہ کارروائی کیا اثر کر سکتی تھی۔ مگر خلیفہ رسُول اللہ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عیسائی شہنشاہ کے حرکات پر ہمیشہ غور کرتے اور عموماً حیران رہتے۔ اور آئندہ انتظام کے لئے تجاویز سوچتے۔ گو وُہ چاہتے تھے کہ اس مغرور بادشاہ کو قبل اس کے کہ وُہ کوئی اور مضر کارروائی کرے خود دشمن کے ملک میں غازیوں کی شمشیر بُرّاں کی چمک دکھلائی جائے اور سابق کی طرح عیسائیوں کو جرأت نہ دلائی جائے مگر چونکہ یہ مہم سخت کڑی تھی۔ کسی سے ذکر نہیں کرتے تھے ایک دن حضرت شرجیل بن حسنہ کاتب وحی رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ وُہ مسلمانوں کے ساتھ شام میں لڑ رہا ہے اور خدا نے مسلمانوں کو فتح دی ہے۔ شرجیل نے صبح کے وقت امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے خواب بیان کیا چونکہ شرجیلؓ قائم اللیل صائم الدہر مستجاب الدعوات ولی اللہ صحابی تھے۔

اس لئے امیر المومنین رضی اللہ عنہ اس خواب سے غزائے رُوم میں زیادہ تر قوی دل ہوگئے اور ارادہ کرلیا کہ ضرور تثلیث کی جگہ توحید کی منادی کیجائے ٭

اصحاب کبار عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ وغیرہ سے مشورہ کیا۔ اور عیسائیوں کی مفسدانہ سازشوں اور منصوبوں اور اُن کی اصلی منشا کے روکنے کے لئے لڑائی کی ضرورت کو بیان کیا جس سے کسی قدر اختلاف کے بعد سب نے اتفاق کرلیا۔ مگر علی ابن ابیطالبؓ خاموش تھے امیر المومنین ابوبکر صدیقؓ نے دریافت کیا کہ آپ کیوں خاموش ہیں۔ رائے دیجئے۔ اسد اللہ الغالب علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی اس مشورہ سے اتفاق کرتا ہُوں۔ خواہ خود جائیں یا لشکر بھیجیں ہر صورت میں فتح ہوگی۔ امیر المومنین صدیق اکبرؓ نے فرمایا بَشَّرَكَ اللّٰهُ يَا اَبَا الْحَسَنِ۔ یہ بشارت فتح آپ کو کس طرح معلوم ہُوئی ہے حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے سُنا ہے کہ یقول[۱] لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّيْنُ ظَاهِرًا عَلٰى كُلِّ مَنْ نَاوَاهُ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ وَاَهْلُهٗ ظَاهِرُوْنَ یہ پیش گوئی ہر وقت میں ظہور پذیر ہوتی رہیگی بشرطیکہ مسلمانوں میں اسلام کی اہلیت رہی۔ غزائے رُوم میں توقف نہ کیجئے۔ اللہ تعالےٰ نے آپکو مرتدینِ عرب پر فتح دی ہے۔ کفارِ رُوم پر بھی ظفر مندی عطا کریگا۔ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شاداں و فرحاں کہا کہ اے ابو الحسن اپنی یہ حدیث سُنا کر مجھ کو خوش کیا ہے خدا آپکو ترقی درجات اُخروی سے شاد کرے۔

بعد ازاں اصحاب حاضرین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مخاطب ہوکر کہا کہ یہ شخص (علیؓ) وارثِ علم پیغمبر ہے جو شخص اس کی صداقت میں شک لاتا ہے منافق ہے اب ان کی تقریر سے اور مضمون حدیث سے میرا ارادہ غزائے رُوم میں زیادہ مضبوط ہوگیا ہے۔

[۱] پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے کہ ہمیشہ دین اسلام اپنے ہر ایک مخالف پر غالب رہیگا اور یہ فوقیت قیامت تک رہیگی۔ اور اس دین اسلام کے احکام دل سے ماننے اور پوری پیروی کرنے والے ہمیشہ فتح مند رہینگے ۱۲

باتفاق حاضرین بلال کو منادی کا حکم دیا گیا۔ اور اہالیان مدینہ خلیفہ رسول اللہ کے پاس حاضر ہوئے۔ امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بعد حمد و ثنا الہی و درود و رسالت پناہی کے عیسائیوں کی شرارت اور مخالفت اور عربوں اور ایرانیوں کو برخلاف اسلام امداد دینے اور بہکانے کا مفصل تذکرہ کیا اور وضاحت سے کہا کہ عیسائی ہر طرح کوشش کرتے رہے کہ اسلام کمزور ہو اور اس کی اشاعت میں رکاوٹیں پیدا ہوں۔ اسلام نے ہر چند ان سے رعائتیں کیں مگر یہ لوگ موقعہ پر شیش زنی سے نہ چوکے یہ چاہتے ہیں کہ بندگان خدا کفر و شرک میں مبتلا رہیں اور نور توحید کو بجھائیں مگر اللہ جل شانہٗ نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ترقی عزت اسلام و مذلت کفار کا وعدہ فرمایا ہے جو کبھی ٹلنے والا نہیں۔ ان لوگوں کے پاس اسلامی سفارتیں بھیجی گئیں دعوت اسلام کی گئی تثلیث و صلیب پرستی کے نقصان جتلائے گئے مگر راہ راست پر نہ آئے۔ بلکہ اُلٹے دیگر ممالک میں بھی اسلام کے سدراہ ہوئے۔ حکومتوں کی قہریہ و جبریہ رکاوٹیں اور حریصانہ دفریبانہ چالیں جب تک دور نہ ہونگی۔ تب تک خلق کثیر اس نجات ابدی و سرمدی کی متلاشی نہیں ہوگی جو مذہب اسلام پیش کرتا ہے اور جس نعمت عظمٰی میں بنی آدم کا شریک کرنا ہمارا فرض ہے اور یہ زبردست اور دلکش رکاوٹیں بغیر ایک فیصلہ کن جنگ کے دور نہیں ہوسکتیں۔ اگرچہ ابتدا میں نقصان مخلوق ہوگا مگر فائدہ بڑھ کر رہیگا۔ موجودہ نسل میں سے لاکھوں ہدایت پائینگے اور کروڑوں بلا روک اسلام کی ماہیت ٹٹولنے کی جانب توجہ کرینگے۔ اور آئندہ نسلیں ضرور ضلالت سے نجات یاب ہونگی۔ اگرچہ بمقابلہ مخالف ہم قلیل ہیں اور بظاہر اسباب احتمال نقصان ہے۔ مگر اعلائے کلمۃ اللہ میں قلت جمعیت وگمان نقصان ابدا ان اللہ و رسول کے نزدیک کوئی عذر قابل پذیرا نہیں۔ جو چیز ہم اپنے لئے بہتر جانتے ہیں وہ اور لوگوں کو کیوں نہ پہنچائی جائے اور جو موانع رستہ میں پیش ہوں۔

انکو کیوں نہ دُور کیا جاوے۔ رُومیوں سے غزا ضروری ہے اور غزا سے گریز نشان
نفاق ہے۔ قومی ترقی کے لئے جہاد ایک اعلیٰ ذریعہ ہے۔ جس قوم کی جنگی قوت
کمزور ہوتی ہے وُہ ذلیل و خوار رہتی ہے چنانچہ کہا رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
ماترك قوم الجهاد الا عمهم العذاب[1] یہ جہاد ایک بیش بہا تجارت ہے۔ جس کے
ہر پہلو میں نفع ہی نفع ہے۔ مرے تو شہید جیتے رہے تو غازی اور یہ دونوں
پاک خطاب اسلام میں نبی کے بعد سب سے زیادہ مقدس اور متبرک قرار دیئے گئے
ہیں۔ موت جس سے دنیا پرست ڈرتے ہیں۔ تمہاری شہادت کا باعث ہو اور
شہید کے شان میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے[2] وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ○ اور یہ حیاتِ ابدی بغیر شہادت
ممکن نہیں اور صورت فتح میں تو کئی نتائج پیدا ہونگے جن سے ایک عالم منور ہوگا۔
لاکھوں انسان شرک و کفر سے نجات پاکر معبودِ حقیقی وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت
و پرستش بجا لائینگے۔ عیسائیوں کی غلط اور مضر تعلیم سے جو انسانی اخلاق بگڑ رہے ہیں وُہ
تمہاری کوششوں سے درست ہونگے۔ پس تمہاری یہ جان فروشی بنی آدم کے حقیقی
فوائد پر مبنی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بعد ایمان باللہ جہاد سے بڑھ کر اور کوئی عمل افضل
نہیں ہے پس مجھے آپ کے ایمان۔ اخلاص۔ اتفاق و ایثار۔ سچے جوش پر یقین
ہے کہ یہ کڑی مہم جلد سر ہوگی اور ہمیں خدا فتح دیگا اور ضرور دیگا۔ رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا
صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ○ جب امیر المؤمنین صدیق
اکبر رضی اللہ عنہ یہ تقریر ختم کر چکے تو سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا کی صدائیں چاروں طرف سے

[1] جب مسلمان جہاد چھوڑ دینگے یعنی انکی جنگی طاقت کمزور ہو جائیگی تو ان پر تکلیفیں اور مصیبتیں کثرت سے آ جائینگی۔
[2] جو لوگ اللہ کے رستے میں مارے گئے ہیں اُن کو مرا ہوا خیال نہ کرنا بلکہ اپنے پروردگار کے پاس
جیتے جاگتے موجود ہیں اُس کے خوانِ کرم سے انکو روزی ملتی ہے۔ سورۂ آلِ عمران۔ پ ۴ ع ۱۲

گو کچھ اٹھیں اور عام تائید سے یہ تجویز جنگ روم منظور کی گئی۔

اس کے بعد امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باشندگانِ مکہ۔ طائف۔ یمن وغیرہ علاقجات عرب کو خطوط بدیں مضمون تحریر کئے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ[1] سَلَامٌ علیکم فانّی احمد اللّٰہ الذی لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھو واُصلّی علٰی نبیّہٖ محمّدٍ صلّی اللّٰہُ علیہ وسلّم وقد عزمت ان اوجھکم الی ناحیۃ بلادِ الشّام لتأخذوھا من ایدی الکفّار الطغاۃ فمن عول منکم علی الجہاد والصّدام فلیبادر الی طاعۃ الملک العلّام ثمّ کتب انفروا خفافًا وثقالًا وجاھدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللّٰہ ذٰلکم خیرٌ لکم ان کنتم تعلمون ○ جملہ قبائل نے اس حکم کی نہایت جوش سے تعمیل کی سب سے پہلے بنی حمیر اپنے بادشاہ ذو الکلاع حمیری کے ساتھ واردِ مدینہ ہوئے اور پھر بنی مذحج۔ بنی طے۔ بنی ازد۔ بنو عبس۔ بنی کنانہ وغیرہ اپنے اپنے سرداروں کے ماتحت دار الخلافہ مدینہ میں آپہنچ گئے۔ اور قرآن مجید کی پیشین گوئی جو عربوں کے بلانے اور آنے کے بارہ میں تھی پوری ہوئی آیت کریمہ قُل لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَھُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِیْعُوْا یُؤْتِکُمُ اللّٰہُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا کَمَا تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ قَبْلُ یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا[2] ○ اور ثابت ہو گیا

---

[1] تم پر سلام ہو میں خدا کی تعریف کرتا ہوں جسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اسکے نبی محمد رسول اللہ پر درود بھیجتا ہوں۔ میں نے ارادہ کیا کہ تمکو ملک شام میں بھیجوں تاکہ ظالم کفار کے ہاتھ سے لے لو۔ پس جو شخص تم میں سے جہاد اور لڑائی کی خواہش رکھتا ہو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کے لئے جلدی چلا آئے۔ پس یہ آیت لکھی بے ہتھیار ہو یا مسلح نکل کھڑے ہو اور اپنی جان و مال سے خدا کے راہ میں جہاد کرو اگر تم جہاد کی مصلحتوں کو جانتے ہو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ سورۂ توبہ

[2] اے پیغمبر سفر حدیبیہ سے پیچھے رہ جانے والے عربوں کو کہدے کہ تم جلدی ہی بڑے لڑنے والوں (روم و فارس) کے مقابلہ کے لئے بلائے جاؤ گے کہ تم لڑتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائینگے اگر خدا کا حکم مانو گے تو اللہ اچھا اجر دیگا اگر سرتابی کی جیسے کہ پہلے کی ہے تو خدا سخت عذاب سے سزا دیگا ۱۲

کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم کی عدم تعمیل سے عذاب الیم بھگتنا پڑیگا جو ان کی خلافت حقہ کی دلیل محکم ہے۔ جب مدینہ کی وسیع پریڈ بھر گئی تو بہادر اور بقیہ سرداران مثل ابوعبیدہ بن الجراح معاذ بن جبل شرجیل بن حسنہ کاتب وحی۔ یزید بن ابوسفیان اموی۔ عمرو بن العاص خالد بن سعید۔ ربیع بن عامر رضی اللہ عنہم کے ماتحت یکے بعد دیگرے ملک شام کو فوج روانہ کی اور سپہ سالار ابوعبیدہ بن الجراح کو مقرر کیا جو سابقیت اسلام اور قبل قرب رسول کے علاوہ زہد و ورع میں کمال رکھتے تھے اور خیر خواہی امت کے باعث دربار نبوی سے امین الامت کا مقدس خطاب پا چکے تھے۔ امیرالمومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے روانگی کے وقت سرداران لشکر کو مندرجہ ذیل احکام دیئے:

احکام امیرالمومنین رضی اللہ عنہ

اے سرداران لشکر اسلام! ہر ایک کام بصلاح و مشورہ کرو۔ انصاف و عدالت کو ہمیشہ ملحوظ رکھو۔ جور و ظلم نہ کرو۔ کیونکہ ظالم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جب دشمن پر فتح پاؤ تو انکے چھوٹے بچوں اور بیماروں اور بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرو۔ حیوانات اور مال مویشی کا نقصان نہ کرو۔ زراعت کو نہ کاٹو نہ جلاؤ میوہ دار درختوں کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ دشمن کے سفیر کی عزت کرو۔ مگر انکی اقامت اپنی ہاں بہت کم رکھو اور انکو عام سپاہیوں وغیرہ سے بات چیت اور میل ملاپ کا موقعہ نہ دو۔ اور نہ اپنے کسی حال پر مطلع ہونے دو۔ سوا سردار لشکر اور کوئی سفیر سے ملکے گفتگو کرنے کا مجاز نہیں ہے اور خود بھی جاسوس اور مخبروں سے کام لو۔ جو وعدہ اور عہد و پیمان دشمن سے کرو اسکو پورا کرو۔ وعدہ خلافی ہرگز نہ کرو۔ صلح کو خوشی سے قبول کرو اور اسکو کبھی نہ توڑو۔ گرجے نہ گراؤ اور پادریوں۔ مجاوروں۔ راہبوں۔ گوشہ نشینوں کو تکلیف نہ دو۔ سوا فوجی اور جنگی اشخاص کے اور سے تعرض نہ کرو۔ اور ایسے جنگی اشخاص

سے جب تک کہ اسلام۔ یا جزیہ (ٹیکس) قبول نہ کریں لڑو۔ ہاں حکومت کا غرور نہ کرو۔ ماتحتوں کو نہ ستاؤ۔ چلنے میں دق نہ کرو۔ اپنے لشکر سے جدا نہ ہو۔ پہرہ چوکی کا انتظام درست رکھو اور خود خفیہ طور سے نگرانی رکھو۔ پہلی رات والے کا پہرہ پچھلی رات والے کے پہرہ سے زیادہ طویل ہو۔ مہاجر و انصار کی عزت کرو۔ نماز کے پابند رہو۔ اوّل اذان دو۔ اور وقت پر نماز باجماعت پڑھو۔ ساتھیوں کو تلاوت قرآن مجید کی سخت تاکید کرو۔ کسی کا افشائے راز نہ کرو۔ ساتھیوں کو خیانت سے بچاؤ۔ اور بصورت ثبوت سزا دو۔ کلام مختصر کرو۔ اور اپنے نفس کی اصلاح کرتے رہو کیونکہ پیشوا اور سردار کے افعال ماتحتوں سے بہتر ہونے چاہئیں۔ رعیت سے رحم اور شفقت کرو۔ بوقت جنگ صبر کرو۔ خدا کو یاد کرو۔ قرآن پڑھو۔ اللہ تعالے تمہاری مدد کریگا۔ ان مفید نصائح کے بعد لشکرِ اسلام کو مختلف رستوں سے ملکِ شام کو روانہ کیا اور روانگی کے وقت امیرالمومنین یہ دعا مانگتے تھے۔ اللّٰھُمّ[۱] احفظھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم واحفظا و زادھم واعظم اجورھم۔

ہرقل شہنشاہ قسطنطنیہ جو پہلے ہی فلسطین میں پہنچ چکا تھا لڑائی کے لئے تیار اور کیل کانٹے سے درست تھا۔ صدیوں کی مضبوط اور کامیاب رُومی سلطنت میں کس بات کی کمی تھی۔ دمشق اور حمص کا ملاحظہ کرتا ہوا انطاکیہ میں مقیم ہوا۔ مذہبی جنگ کے لباس میں عیسائیوں کے جوش کو بہت ہی بھڑکایا۔ اور لاکھوں دینی مجاہد علاوہ قواعد دان فوج کے مرنے مارنے پر تیار ہوگئی۔ جسقدر جنگی موقعے تھے سب پر افواج کثیر بھیجدی۔ یزید بن ابوسفیان اور عمرو عاص رضی اللہ عنہم نے شروع میں کچھ فتوحات کیں مگر فائدہ بخش نہ ہوئیں۔ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سپہ سالار اسلام کو رومیوں نے جابیہ سے آگے ایک قدم بڑھنے نہ دیا۔ اور لشکر اسلام کو برابر تین ماہ صفر۔ ربیع الاوّل

[۱] اے خدا تو ان مجاہدین کا آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف سے نگہبان ہو اور مشکلات سے بچاتیو اور ثواب عظیم دیجیو

ربیع الثانی سنہ ۱۳ ہجری بیکار رہنا پڑا۔ اور مسلمانوں کے اس خلاف معتاد تکاہل نے مخالف کو جمع آوری فوج کا عمدہ موقع دیا۔ دربار مدینہ کو کثرت مخالف سے اطلاع دی گئی۔ یہاں سے بہت سی فوج بہادر ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص سعید بن عامر معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہم کی ماتحت روانہ شام کی گئی۔ مگر آخر معلوم ہوا کہ ابو عبیدہ سے یہ سخت مہم سر نہیں ہو سکتی۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فاتح عرب و عراق سپہ سالار فوج شام مقرر کیا جائے۔ جسکو امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بدیں مضمون خط لکھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من ابی بکر بن ابی قحافہ الی خالد بن ولید سلام علیک فانی احمد اللہ الذی لا الٰہ الا ھو واصلی علی نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وانی قد ولیتک علی جیوش المسلمین وامرتک لقتال الروم فاسرع الی مرضاۃ اللہ وقاتل عدو اللہ وکن ممن یجاھد فی اللہ حق جہادہ یا ایھا الذین آمنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم وقد جعلتک امیرا علی ابو عبیدۃ ومن معہ۔[1]

یہ خط ایسے وقت میں امیر خالد رضی اللہ عنہ کو ملا کہ وہ قادسیہ کی چڑھائی کی تجویز کر رہا تھا اور قریب تھا کہ ایک دو میدانوں میں ایران کی سرزمین میں نشہد ان لا الٰہ الا اللہ ونشہد ان محمد رسول اللہ کی روحانی گونج ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلا دیتا۔ مگر بہ تعمیل فرمان امیر المومنین فوراً چھ ہزار فوج لیکر روانہ شام ہو گیا۔

[1] یہ خط ابو بکر کیطرف سے خالد بن ولید کو لکھا جاتا ہے۔ تم کو اسلامی فوج کا سپہ سالار کیا جاتا ہے اور رومیوں کی لڑائی کے لئے مقرر کیا ہے پس حصول رضائے الٰہی میں جلدی کرو اور خدا کے دشمنوں سے لڑو اور ان لوگوں میں سے ہو جو جہاد کا پورا پورا حق ادا کرتے ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسلمانو تم کو ایک ایسی تجارت (جہاد) کی بتلاتا ہوں جو تم کو مصائب اور تکالیف شدیدہ سے بچانیوالا ہے۔ اور تم کو ابو عبیدہ اور اس کی ہمراہی فوج پر امیر مقرر کیا ہو۔

اور عراق میں مثنیٰ بن حارث کو گورنر (عامل) مقرر کر گیا۔ اس تعیناتی سے معلوم ہوتا ہے کہ دریا۔ ...یہ یقین ہو چکا تھا کہ امیر خالد کی فتوحات نے ایرانیوں کی کمر ہمت کو توڑ دیا ہے اور اہلِ اسلام کا خوف اُن کے دلوں پر ایسا چھا گیا ہے کہ امیر خالدؓ کی عدم موجودگی میں بھی کچھ عرصہ تک سر نہیں اُٹھا سکینگے۔ اور علاقہ مفتوحہ کے سنبھالنے کے لیے قلیل فوج بھی کافی ہوگی اور اس امر سے امیر خالدؓ کی اعلیٰ درجہ کی جنگی اور ملکی انتظامی قابلیت ثابت ہوتی ہے۔ ہزاروں سال کی قدیمی اور فارغ البال قوم اور سلطنت کو چند ایک لڑائیوں میں بالکل کھوکھلا کر دیا۔ اور رعایا میں انتظام کا سکہ بٹھلا دیا۔

امیر خالدؓ کو سفرِ شام میں یہ مشکل پیش آئی۔ کہ اگر مشہور اور آباد رستہ میں سے چلتے تو رستہ میں رومیوں کی بہت سی قلعہ اور جنگی چھاؤنیاں اور مضبوط امصار سے گذرنا پڑتا ہے۔ اور نہ تو رومی بغیر لڑائی گذرنے دیتے اور نہ امیر خالد رضی اللہ عنہ جیسے شیر دل وہاں پاؤں گذرسکتے تھے۔ اِس صورت میں ممکن تھا کہ بہت سا عرصہ ان قلعوں اور چھاؤنیوں کے سر کرنے میں صرف ہو جاتا۔ اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو وقت پر مدد نہ پہنچتی اور اسلامی لشکر کو زیادہ مشکلات کا سامنا ہوتا۔ ان خیالات سے اِس رستہ کو چھوڑ دیا۔ اور ایک دشت بے آب و گیاہ سے گذرنے کا قصد کیا۔ یہ تجویز ایک ناممکن العمل معلوم ہوتی تھی مگر ہر مصیبت پر غالب آنیوالی امیر خالدؓ کی طبیعت نے یہ تدبیر کی کہ کئی ہزار اونٹوں کو ایک ہفتہ تک پیاسا رکھا۔ اور پھر پیٹ بھر کر پانی پلا دیا اور اُن کے منہہ باندھ دیئے اور اُن کے اُوپر بھی پانی لاد لیا۔ گھوڑوں کو کوتل کر لیا۔ اور فوج کو اُونٹوں پر سوار کر لیا۔ چوبیس گھنٹے کے بعد حسبِ ضرورت چند اونٹ ذبح کئے جاتے۔ اُنکا پیٹ چاک کر کے پانی نکالتے اور صاف کر کے گھوڑوں وغیرہ جانوروں کو پلاتے۔ اور گوشت خود کھا لیتے اور جو پانی دیا

جاتا ہوتا کہ نہ پانی ملتے۔ اگرچہ کچھ بھی پانی وغیرہ کی کمی سے سخت تکلیف ہوئی۔ مگر اس تجویز سے یہ کٹھن راستہ صبح وشام چلکر چار دنوں میں طے ہوگیا اور جب ثنیۃ العقاب میں جو شام میں دمشق شہر سے ... پہنچا تو اپنے سیاہ جھنڈے کا پھریرا کھول دیا۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مخصوص علم تھا۔ امیر خالد نے شہر تدمر۔ ارکہ۔ حوران تخت کو یکے بعد دیگرے نہایت آسانی سے فتح کرکے ثابت کردیا کہ خالد کی شمشیر کے سامنے تمام ایران یکساں حقیقت رکھتے ہیں بعد ازاں شہر بصری واقعہ شام پر چڑھائی کی گئی۔ اور مسلمانوں کو احکام امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعمیل کی تاکید کی گئی کہ سوا فوجی اشخاص کے کسی اور سے تعرض نہ کریں۔ ہر ایک چیز قیمتاً لیں۔ ماتحت رعایا کے مذہب اور ناموس میں دست اندازی نہ کریں وغیرہ وغیرہ اس غیر متعصبانہ اور مشفقانہ کارروائی سے رعیت گو عیسائی تھی۔ مگر عیسائی حکومت کی نسبت اسلام کی اطاعت کو اپنے لئے مفید اور بہتر سمجھنے لگی۔ اور جوق جوق حلقہ متابعت میں آنے لگی۔ شہر بصری ایک مضبوط جنگی مقام تھا جہاں ایک بڑی تجارتی منڈی تھی۔ مگر قبل اس کے ابو عبیدہ رضی اللہ نے شرجیل بن حسنہ کو چار ہزار سوار دیکر بصری کے فتح کے لئے روانہ کیا تھا۔ مگر بارہ ہزار رومی قواعد دان فوج نے مسلمانوں کو نرغہ میں لے لیا تھا اور یہ خبر امیر خالد کو رستہ ہی میں معلوم ہوچکی تھی جس خبر نے امیر مذکور کو اسقدر بیتاب کردیا کہ اصول جنگی کے خلاف اس کو عمل کرنا پڑا اور فوج کی تکان اور ماندگی کو خیال میں نہ لاکر ایلغار کا حکم دیا۔ مگر جب غازیان اسلام خصوصاً امیر خالدؓ کے ماتحت فوج سوارہ کی عادت اور طبیعت پر نظر کیجاتی ہی تو یہ بے قاعدگی ایک معمولی بات دکھائی دیتی ہی کیونکہ عرب کے مشہور گھوڑے ایسے دھاووں کے عادی تھے۔

شرجیلؓ کی ہمراہی فوج یہ گرد وغبار دیکھ کر گھبرائی اور خیال کیا کہ کہیں عیسائی

امدادی فوج نہ آگئی ہو مگر جب سب سے پہلے دو شہسواروں نے پہنچ کر باآواز بلند یہ کہا کہ میں شہسوارِ اسلام ہوں میں خادم خیر الانام خالد بن ولید ہوں اور دوسرے نے کہا کہ میں عبد الرحمٰن بن ابوبکر ہوں تو مسلمانوں کی یاس امید سے بدل گئی اور حوصلے بڑھ گئے۔ عیسائی خالد کا نام سنتے ہی حواس باختہ ہوگئے اور میدان سے ہٹ گئے۔ امیر خالد کی فوج چونکہ تھکی ہوئی تھی اس لئے تعاقب نہ کیا گیا جس سے رومیوں نے خیال کیا کہ مسلمان لڑائی کے قابل نہیں ہیں۔ اس لئے دوسرے دن علی الصبح طبل جنگ بجایا گیا۔ اور مسلمانوں کا مقابلہ اختیار کیا گیا۔ امیر خالد جس کی فوج ہمیشہ لیل کانٹے سے درست آمادہ جنگ رہتی تھی۔ دم بھر میں تیار ہو کر میدان میں آ کھڑے ہوئے۔ میمنہ پر رافع بن عمیرہ الطائی اور میسرہ پر ندڑ اور مشہور جوانمرد ضرار بن الازور کو مقرر کیا اور لشکر زحف جس میں اکثر اصحاب بدر شامل تھے اپنے ساتھ رکھا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ ابتدا میں تو مسلمان احتیاطی اور دفاعی طور سے لڑتے رہے مگر جب امیر خالد نے دیکھا کہ اب دشمن کا جوش دھیما ہو چلا ہے۔ فوراً مجموعی حملہ کا حکم دیدیا اور خود لشکر زحف کے ساتھ سب سے پہلے دشمن پر جا پڑا۔ خالدی حملات جنگی مشہور تیزی اور تندی سے انسانی عقلیں حیران ہیں اور انکو کوئی چیز روک نہیں سکتی تھی اور اسکے حملہ کے ہوتے ہی صف بندی ٹوٹ گئی اور رومی فوج بے انتظامی کے ساتھ کچھ دیر لڑتی رہی آخر بھاگ نکلی اور ہزاروں بہادروں کی نعشیں اور بے شمار مال غنیمت اور سامان جنگ میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے اور بچی کچھی فوج قلعہ بند ہو گئی۔ جس قلعہ کو ایک سو غازیان اسلام نے بسر کر دی عبد الرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما ایک خفیہ رستہ سے گذر کر محافظ قلعہ کو قتل کر دیا۔ اور دروازے کھول کر اسلامی لشکر کو داخل قلعہ کر لیا۔ گو یہ قلعہ بزور شمشیر فتح ہوا تھا مگر جب اہل شہر نے امان مانگی تو امیر خالد رضی اللہ عنہ نے فوراً امان دیدی اور انکو کچھ نقصان

نہ ہونے دیا جس لطف اور احسان اسلام کو دیکھ کر بعد ازاں یہاں کے باشندوں کی بہت سی جماعت متفق ہو کے مسلمان ہو گیا اور شام کی آبادی کا بڑا حصہ بعد ازاں مسلمان ہو گیا جو قوم غسان کا تھا جو عرب تھے اور عیسائی ہو گئے تھے۔

خطِ خالد بنام ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما

امیر خالد عراق سے ابو عبیدہؓ کو اپنی روانگی کی اطلاع دے چکا تھا۔ اب شام کے ملک میں پہنچنے کی خبر عمرو بن طفیل الازدی کے ہاتھ بھیجی گئی۔ اور یہ لکھا کہ بعد حمد خدا و درود بر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں خدا سے آپ کے لئے اور اپنی ذات کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ عقبیٰ میں عذاب سے اور دنیا میں ہر ایک برائی سے بچائے۔ میں بتعمیل ارشاد خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شام میں کل فوج کی کمان لینے کے لئے پہنچ گیا ہوں۔ مگر بخدا کہ میں یہ بات ہرگز نہیں چاہتا تھا۔ آپ بدستور سابق اپنے آپ کو کمانڈر سمجھیں۔ میں آپ کے حکم سے سرمو انحراف نہیں کرونگا۔ اور آپ کی رائے سے مخالف نہیں چلونگا اور آپ کی مرضی کے سوا کوئی کام نہیں کرونگا۔ آپ سید المسلمین ہیں۔ آپ کے فضل و تقدس و اکرام و احترام کی میں دل سے قدر کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے آپ کے لئے اور ہمارے لئے اپنے احسان و رحمت کو پورا کرے اور ہمیں آتش دوزخ سے بچائے۔ والسلام علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ فقط

امیر خالد رضی اللہ عنہ کے پاک دل میں اسلام کی کامل تعلیم نے ذرہ بھر بھی فخر و بڑائی نہیں چھوڑی تھی۔ وہ کل مسلمانوں خصوصاً بزرگ اصحاب سابق الاسلام کی دل سے عزت کرتے تھے اور خالدؓ کا ایسا منکسر مزاج ہونا محض اسلام کی نورانی برکت کا نتیجہ تھا۔ جس کی مثال اور کسی قوم کے بادشاہوں اور جنرلوں میں ہرگز نہیں مل سکتی۔ اس خط کو پڑھ کر بے نفس ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فوج کی باگ ان کے سپرد کر دی کیونکہ یہی خلیفۂ رسول اللہ صلعم کی

تدبیر و مصالحت ہی کی برکت سے اور خالد کو زندہ رکھتے ۔

خطِ امیر المومنین بنام ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما

بعد حمد و ثنا و درود بر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ۔ واضح ہو کہ میں نے شام میں مقابلہ دشمن کے لئے خالد کو سپہ سالار (کمانڈر) مقرر کیا ہے ۔ آپ اُن کی رائے پر چلیں اور اس کی اطاعت کریں ۔ اس تقرری کی صرف یہ وجہ ہے کہ خالد آپ کی نسبت جنگی لیاقت زیادہ رکھتا ہے ۔ اور فنونِ جنگ میں ماہر اور تجربہ کار ہے ۔ ورنہ آپ کی عزت و توقیر میری نگاہ میں خالد سے کم نہیں ۔ والسلام

جب خالد رضی اللہ عنہ قریب پہنچے تو ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے معہ دیگر سردارانِ لشکر استقبال کیا اور کمال درجہ کی خوشی ظاہر کی اور عام مجاہدین کی غازیانہ طبائع کا جوش اس بہادر ظفر جنگ جنرل کی تشریف آوری سے بہت کچھ بڑھ گیا ۔ امیر خالدؓ نے مقام دیر غوطہ میں جسکو بعد ازاں دیر خالد کہنے لگے مقام کیا جو دمشق سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر تھا ۔

شہنشاہ روم دشتِ سماوہ کی طرف سے بالکل مطمئن تھا ۔ اُس کا خیال تھا کہ اس دشوار گذار بیابان کے رستے سے کسی جرار فوج کا گذرنا ایک امر محال ہے ۔ وہ اس صحرا کو ایک قدرتی سد تصور کئے بیٹھے تھے ۔ مگر جوں ہی اسلامی لشکر نے صحرا مذکور سے سر نکالا فوراً شہنشاہ ہرقل کو خبر پہنچ گئی جس نے کلوص نامی جنرل کے ماتحت زبردست فوج ادھر بھی نامزد کر دی جو رستہ کی فوجوں کو سمیٹتا ہوا معہ عزرائیل حاکم دمشق کی فوج عراق کے مقابلہ کو روانہ ہوا ۔ مگر امیر خالد رضی اللہ عنہ کے پُر زور ہاتھوں نے اپنی مشہور مستعدانہ چستی و چالاکی کے باعث رومی فوجوں کے پہنچنے سے پہلے ہی کئی ایک مضبوط قلعے اور شہر فتح کرکے ثابت کر دیا تھا کہ اب لشکرِ اسلام کی کمان ایسے جوانمرد جنرل نے

غیرت ہے جو دشمن کو زیادہ انتشار کا موقع نہیں دے سکتا۔ اور بہادرانِ اسلام پر یہ تاثیر ہوئی کہ نہ پیچھے ہٹ کر دشمن کے مقابلہ پر ڈٹے رہے اور ایک قدم نہ بڑھ سکے۔ اس کی بیشتر ابھی تک بہت سی جماعت اور بے شمار پیادہ بے ترتیب مرعوب تھا کہ ان کو ہزیموں میں ان کو شکست بالآخر دشمن کو پسپا کر دیا گیا۔

جنگِ غوطہ ربیع الثانی ۱۳ھ

عیسائی جنرل کلوص نے دیر غوطہ میں پہنچ کر لڑائی شروع کی۔ کلوص اور عزرائیل دونوں عیسائی جنرل بہت مشہور سردار تھے فنونِ جنگ کے ماہر اور زبردست پہلوان تھے۔ انکا خیال تھا کہ فوجِ عرب فنونِ جنگ سے ناواقف ہو گی۔ مبارزانہ جنگ کے بہانہ سے خالدؓ سردار لشکر کو ہلاک کیا جائے اس لئے دعوتِ جنگ خالدؓ کو دی گئی۔ جو فی الفور منظور کی گئی۔ امیر خالدؓ گھوڑے کو جولان دیتا اور بھالے کے ہاتھ نکالتا ہوا کلوص کے مقابل جا کھڑا ہوا۔ جنرل کلوص نے نیزے کا وار کیا۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے سیف اللہ کی ضرب سے نیزہ کاٹ کر بیکار کر دیا اور خود برچھی کی انی کلوص کے حلق میں ڈال جھٹکا دے کر ایسی نکالی کہ گلے سے پیوست ہو گئی اور زین سے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ اور قید کر کے اپنے کیمپ میں بھیج دیا۔ یہ حال دیکھ کر جنرل عزرائیل غصہ سے بھرا ہوا نکلا اور دیر تک لڑتا رہا اور دادِ مردانگی دیتا رہا۔ مگر آخر خالدؓ کی متواتر ضربات سے مضطرب ہو کر بھاگ نکلا جس کے گھوڑے کی کونچیں خالدؓ نے تلوار سے کاٹ دیں اور عزرائیل کو حوالہ عزرائیل کیا۔ رومی فوج یہ حالت دیکھ کر دہشت زدہ ہو گئی۔ اگرچہ عرصہ تک لڑائی ہوتی رہی۔ لیکن مسلمانوں کے حملات کی تاب نہ لا سکی۔ اور بھاگ نکلی۔ بہت سا مالِ غنیمت اور مفید سامان جنگ مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس لڑائی کے بعد امیر خالدؓ کا ارادہ تھا کہ دمشق پر حملہ

کرے لیکن تازہ دم رومی افواج کی آمد اور لشکر دمشق کا خیال ترک کرنا پڑا۔ اور وادی یرموک میں اجتماع لشکر مناسب خیال کیا۔

شہنشاہ ہرقل کی تجاویز

شہنشاہ مذکور امیر خالد رضی اللہ عنہ کے کارناموں سے پہلے ہی واقف تھا اب ان شکستوں کا حال سُن کر زیادہ چونک گیا اس لئے امیر خالدؓ کے مقابلہ پر اپنی تمام طاقت خرچ کر دی۔ سسلی اور روس اور شمالی افریقہ تک کی امدادی فوجیں منگوالیں اور اپنے سپہ سالار باہان ارمنی کے ماتحت دو لاکھ چالیس ہزار فوج جرار تیار کی۔ جس میں ایک لاکھ ۶۰ ہزار سوار اور اسی ہزار پیادہ تھے۔ باہان ایک تجربہ کار بہادر جنرل تھا۔ ایرانی معرکوں میں بہت نام پا چکا تھا۔ قوم اور فوج کو اس کی شجاعت اور مہارت جنگی پر پورا وثوق تھا۔ وہ جنرل ہی نہ تھا بلکہ پورا سپاہی تھا۔ اس کی اپنی شورہ پُشت قوم آرمینین عیسائی دنیا میں اول درجہ کی جانباز اور شجاع اور ملک و مذہب کی محافظ تصور کی جاتی تھی اور تعداد میں لاکھوں تھے۔ فوج کے دل بڑھانے کے لئے شاہی خاندان کے ممبر بھی ساتھ کر گئے۔ پادریوں اور مذہبی پیشواؤں نے اپنی آتشی تقریروں سے ملک میں آگ لگا دی اور ہر ایک عیسائی خورد و کلاں کو اہل اسلام کا تشنۂ خون بنا دیا۔ جوش دلانے کے لئے لاکھوں صلیبیں تیار کی گئیں۔ اور عیسائی مجاہدین کے گلے میں لٹکائی گئیں۔ صلیبی نشان مرصع بجواہر کئے گئے۔ اور افسران فوج کو دیئے گئے۔ فوج مذکور کے علاوہ ہزاروں عیسائی شوق جہاد میں شریک ہوئے۔ جو میدان جنگ میں مسیح علیہ السلام کے نام پر جان دینا اپنا فخر سمجھتے تھے۔ گورنمنٹ کی طرف سے خزانوں کے منہ کھول دیئے گئے۔ حسب ضرورت روپیہ اسپ و یراق۔ اور سامان سے مدد کی گئی۔ یہ ٹڈی دل اس فوج کے علاوہ

[illegible] پہلے [illegible] تعداد پر سرداران اسلام کے مقابلہ [illegible]

کے ناموں پر ثبت ہو جاتے تھے۔ غرض یہ کہ تمام چار لاکھ کی فوج [illegible] تھا جو میدان [illegible]

اسلام سے مقابلہ [illegible] ایک جگہ اکٹھا تھا۔ اور ادھر مسلمان کل ۳۶ ہزار [illegible] اس میں [illegible]

[illegible] تھے جو حضرت خالد بن الولید کے ماتحت آگئے تھے۔ [illegible]

[illegible] ہزار صحابہ تھے جن میں سے ایک سو [illegible]

کی شمشیر [illegible] کا فخر رکھتے تھے۔ شہنشاہ ہرقل کا ایک میدان میں چار لاکھ فوج کا لانا

اس بات کی قوی دلیل ہے کہ وہ آج کل کے مغرور بادشاہوں سے زیادہ زبردست

تھا اور اس کی زبردست فوج مسلمانوں سے دس گنا زیادہ تھی لیکن غازیان اسلام

کی فدا کارانہ جانبازی اور ثابت قدمی نے ہمیشہ کے لئے ایک کھلی اور روشن نظیر

قائم کر دی کہ راسخ الاعتقاد مجاہدین اسلام جب خلوص دل سے تحفظ اسلام کے لئے

جان بکف ہو جاتے ہیں۔ تو دنیا کی کوئی قوم ان سے بازی جیت نہیں سکتی۔ اور انکی

جماعت خواہ کیسی قلیل ہو مگر ان کی حق پرست نگاہ میں دشمن کی کثرت کوئی وقعت

نہیں رکھتی۔ اور انکا سچا ایمان مقابلہ کفار سے انکو کبھی بھاگنے کی اجازت نہیں دیتا۔

اس کے نتائج صریح اصحاب رضی اللہ عنہم کے ہر ایک معرکہ سے ظاہر ہوتے رہے ہیں

اور بعد میں جب کبھی کوئی مقدس اور دیندار شخص مسلمانوں کا سرپرست ہوتا رہا۔

اور تقلید صحابہ کرام کرتا رہا ہے تو اس کے ماتحت مسلمانوں نے بدستور خیر القرون

کارنامے نمایاں دکھا کر ایک عالم کو دنگ کر دیا ہے اور دکھلا دیا ہے کہ اگر کوئی

اسلامی حرارت سے باقاعدہ کام لینے والا ہو تو وہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں موجود

ہے اور یقین ہے کہ قیامت تک موجود رہے گی ٭

امیر خالد رضی اللہ عنہ کی تجاویز

امیر خالد کو مخبروں کے ذریعہ دم بدم عیسائی کی فوجوں کی نقل و حرکت وغیرہ کی خبریں پہنچتی تھیں۔ اُنہوں نے سمجھ لیا کہ اس دفعہ کوئی معمولی جنگ نہیں۔ مقابلہ پر ایک عیسائی دُنیا کھڑی ہے۔ دشمن کو فوج کی کثرت اور سامان کی عدت پر غرور ہے۔ خود ہرقل میدان جنگ سے چند منزل پیچھے انطاکیہ میں موجود ہے۔ کمانڈر باہان وزیر ہے۔ مذہبی پیشوا غضب کا جوش دلا رہے ہیں۔ روپیہ پیسہ جاگیر و منصب کا لالچ دیا جاتا ہے پس کل فوج اسلامی کو ایک جگہ جمع کرنا اور اپنی نگرانی میں لڑانا اور مجموعی طاقت سے ایک فیصلہ کن جنگ کرنا مناسب خیال کیا۔ سب سرداروں کو بُلایا گیا۔ اور وادی یرموک کو لڑائی کے لئے پسند کیا گیا۔ جس میں کئی ایک فائدے تھے۔ موجودہ موقعہ لڑائی کے لئے موزون نہ تھا۔ اور خطرہ تھا کہ کہیں دمشق اور قیساریہ کی عیسائی فوجیں تکلیف دہ ثابت نہ ہوں۔ دوم یرموک میں تمام اسلامی فوج بآسانی جمع ہو سکتی تھی۔ سوم میدان یرموک سواران عرب کی جولانی کے لئے کہ جن پر اسلام کی فتح کا مدار تھا زیادہ وسیع اور مناسب تھا۔ چہارم دریائے یرموک کی روانی کے سبب سے پانی اور چارہ وغیرہ کی افراط تھی۔ پنجم یہاں ایک پہاڑ تھا جسکو کہ امیر خالدؓ اپنی پس پشت رکھنا چاہتا تھا۔ ان تمام باتوں کو وہ بخوبی سمجھا ہوا تھا اور ایک ہوشیار اور محتاط جنرل کی طرح نقشہ جنگ کو سوچ کر روانہ ہوا۔ رستہ میں چوکی پہرہ کا کام اپنے ذمہ لیا۔ عیسائی فوجوں نے موقعہ پاکر ایک دفعہ چھاپہ مارا لیکن خالدؓ کی احتیاط کے سبب سخت نقصان کے ساتھ پسپا ہو گئیں۔ اور اسلامی لشکر صحیح وسلامت یرموک میں پہنچ گیا۔ جہاں یہ دیگر سرداران اسلام۔ عمرو بن العاص۔ شرجیل بن حسنہ۔ یزید بن ابوسفیان وغیرہ یکے بعد دیگرے آ ملے۔ اور باہان نے تین فرسنگ پر ڈیرہ کیا۔

اور حسب تجویز شہنشاہ ہرقل مسلمانوں کو روپیہ کا لالچ دینا اور دامِ فریب میں لانا چاہا۔ مگر وہ آج کل کے مسلمانوں کی طرح نہ تھے۔ کہ چندروزہ دُنیا کے لئے مسلمان بھائیوں کا گلا کاٹنے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں۔ بلکہ وُہ اصحاب ابرار تھے اور آیۂ کریمہ[۱] لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَن تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ کی تعمیل دل سے کرتے تھے۔ اُن کی غرض سوائے حمایتِ اسلام اور کچھ نہ تھی۔ انکی نگاہ حق پرست میں تمام دُنیا کے خزانے کوڑی برابر نہ تھے تبلیغ توحید ورسالت کا کام جس طرح وُہ بخوف وخطر عوام کے روبرو کرتے تھے۔ اسی طرح وُہ مغرور شاہانِ عالم کے سامنے کرتے تھے۔ وُہ صرف اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کے شیفتہ تھے۔ بھلا ایسے سچے مسلمانوں پر دُنیاوی طمع کیا اثر کرسکتا تھا۔

رُومی ایلچی کا اسلامی لشکر میں آنا

باہان نے یہ تجویز کی کہ ایک فاضل عیسائی سفیر بھیج کر مسلمان سفیر طلب کیا جو کہ اسلامیہ کیمپ میں پہنچ کر اہل اسلام کی نماز مخلصانہ اور عبادت زاہدانہ ذوقِ الٰہی ومحبت رسالت پناہی وانتظام دینی ودنیوی واخلاق حمیدہ وعادات ستودہ تجرید وتفرید کثرت ووحدت کو یکجا دیکھ کر گویا یہ مضمون ادا کرنے لگا۔ ؎

در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام وسنداں باختن

---

[۱] سورہ آل عمران۔ پ ۳ مسلمانوں کو چاہیئے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کریگا تو اس سے اور اللہ سے کچھ سروکار نہیں۔ مگر اس تدبیر سے کفار کی شرارت سے بچنا ہو۔ تو خیر۔ور اللہ تم کو اپنی جلال سے ڈراتا ہے ۱۲

صرف اسلام پر ہی صادق آتا ہے اور اسلام ہی ایک اکمل و مکمل دین ہے جو جملہ فضائل پر حاوی ہے۔ اور بنی آدم کی بہبود دارین اسی مذہب کی تقلید پر منحصر ہے اس لئے وہ مسلمانوں کے عملی نیک نمونہ کو دیکھ کر مسلمان ہوگیا۔ اور چونکہ ابھی اسلامی سفیر کو عیسائی کیمپ میں جانا تھا۔ اس کے اسلام کا حال زیادہ ظاہر نہ کیا گیا۔ اور اس کو واپس کیا گیا۔ جس نے باہان کو اطلاع دی کہ کل خالد بطور سفیر پہنچ جائیگا۔

امیر خالد رضی اللہ عنہ کا اسلامی کیمپ میں جانا

امیر خالدؓ نے بعد نماز صبح حکم دیا۔ کہ انکا سرخ قیمتی خیمہ رومی کیمپ کے نزدیک لگایا جائے۔ اور خود صرف ایک نقیب اور مدبر سردار میسرہ بن سردق عبسی کو ساتھ لیکر خیمہ مذکور میں جا داخل ہوئے۔ باہان رومی سپہ سالار نے شاہانہ دربار منعقد کیا۔ فوج کو قیمتی اور زرین وردیاں پہناکر دورویہ کھڑا کیا۔ جنکے چمکیلے ہتھیاروں کی چمک دمک نے سورج کو بھی مات کر دیا۔ قوی ہیکل اور زرہ پوش سواروں کے پرے ایک آہنی پہاڑ دکھائی دیتے تھے۔ جنکا توڑنا انسانی عقل وقیاس سے باہر معلوم ہوتا تھا۔ اور انکی مہیب شکلیں دیکھنے والوں کو حواس باختہ کرتی تھیں۔ میگزین کی کثرت اور جنگی آلات کی عدت وحدت تمام دنیا کی ہلاکت کے لئے کافی معلوم ہوتی تھی۔ خاص دربار میں سنہری وروپہلی کرسیاں بچھائی گئیں اور در و دیوار کو مرصع پردوں اور خوشنما تصویروں سے سجاکر دنیا پرست اور لالچی طبائع کو رومی دولت وعظمت کا شیدا بنا دیا تھا۔ مختلف قسم کے بیش قیمت رنگین خوشنما قالین اور بساط موسم بہار کو مات کرتے تھے۔ کرسی صدارت پر منقشی گدہ پڑا تھا۔ جس میں نہایت قیمتی جواہرات کی جڑاو جھالریں لگی تھیں۔ دائیں طرف معزز ومتبرک پادری و اہل قلم اور بائیں طرف سرداران فوج بیٹھے تھے۔ جو بلحاظ قد وقامت تنومندی خوبصورتی کے

منتخب کیے گئے تھے۔ اور پُرتکلف لباس اور باشکوہ شکل وشباہت سے عام ناظرین سے اقرار کرا رہے تھے کہ ایسے بہادروں سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ اور ایسی دولتمند زبردست سلطنت اور اسقدر بیشمار جرّار لشکر سے مخالف کا بچاؤ نہیں ہو سکتا۔ یہ تمام کوشش خالد رضی اللہ عنہ کو ڈرانے اور رُومی شان وشوکت کا سکہ جمانے کے لیے کی گئی تھی مگر اللہ کے بندے خالدؓ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ چنانچہ جب دربار لگ چکا تو امیر خالدؓ کو بلایا گیا جو نہایت سادگی اور اسلامی حقیقی تمکنت سے معہ میسرہ رضی اللہ عنہ خیمہ سے برآمد ہوا امیر خالدؓ سر و قد غضب کا خوبصورت جوان تھا۔ اُس کی آنکھوں سے شوکت اسلامی اور چہرہ سے شکوہ ایمانی نمایاں تھا۔ گو اُس کا لباس زرین اور ریشمی نہ تھا مگر خدا نے اُسے سیدھے سادے لباس میں وہ ہیبت کوٹ کوٹ بھری تھی کہ ممکن نہ تھا کہ کوئی شخص سیف اللہ کی طرف نظر بھر کر دیکھ سکے۔ یا اگر یہ اللہ کا شیر کسی کی طرف نظر بھر کر دیکھے اور وہ غش کھا کر نہ گرے۔ یہ تمام رُعب داب عشق الٰہی ومحبت رسالت پناہی کے سبب سے تھا کہ جس میں وہ لیل ونہار سرشار و مست بکار دل بیار رہتا تھا۔ دُنیا ومافیہا کی اُس کے دِل میں گنجائش نہ رہی تھی اور ایسے اشخاص کی توجہ قلبی اور نظر میں عموماً یہ تاثیر ہوا کرتی ہے۔

امیر خالد رضی اللہ عنہ مست شیر کی طرح بے خوف وخطر نہایت متانت کے ساتھ فوجوں کے بیچ میں سے گذرتا اور اپنی شمشیر کا فرش کو زمین پر کھینچتا ہوا داخلِ دربار ہوا۔ اور کسی چیز کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ رُومیوں کی کسی تدبیر نے اُس کے دل پر اثر نہ کیا۔ باہان نے لب فرش تک استقبال کیا۔ اور اپنے پاس بٹھالیا۔ میسرہ رضی اللہ عنہ بھی بیٹھ گئے +

امیر خالد رضی اللہ عنہ اور باہان سپہ سالار روم کی گفتگو

باہان نے معمولی مزاج پرسی کے بعد خوشامدانہ تقریر یوں شروع کی۔ کہ آپ لائق اور شریف خاندانی ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی عقل و حکمت رکھتے ہیں اور عقیل و حکیم سے اُمید بہتری ہوسکتی ہے۔ امیر خالدؓ جس کو خوشامد اور ریاکاری سے سخت نفرت تھی اور جنکی سفارت محض تبلیغ احکام اسلام کے لیے تھی۔ کہنے لگے کہ ہمارے پیغمبر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِنَّ حسب الرّجل دینہٗ ومن لا دین لہٗ فلا حسب لہٗ یعنے انسان کی لیاقت و شرافت دین پر موقوف ہے اور بےدین شرافت سے خالی ہوتا ہے۔ یہ ایک علانیہ دعوتِ اسلام تھی۔ جس سے اسلام کی وسیع فیاضی اور اُس کے عالمگیر اور مفید اصولِ ظاہر ہوتے تھے۔ علمِ حکمت کے بارہ میں لِلّٰہِ الحمد علےٰ ذٰلک کہا اور آیۂ کریمہ مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًاؔ سُنا کر قرآن کی صداقت بھری جامعیّت کو ہزاروں عیسائیوں کے سامنے ظاہر کیا اور کہا کہ دُنیا کی تمام چیزوں میں سے عقل افضل ہے۔ اسی سے خیر و شر کی امتیاز ہوتی ہے۔ عقل کامل ہی باعثِ ایمان و نجاتِ ابدی ہے۔ کفر و شرک کے نقصان اور اسلام کے فوائد عقل ہی سے ظاہر ہوتے ہیں عقل صحیح سے وحدت و کثرت توحید و تثلیث یکتائی و دوئی عینیت و غیریت کا راز کھلتا ہے۔ عقلمند چاہ ضلالت سے نکلتا ہے۔ راہ استقامت و ہدایت پاتا ہے۔ مومن پاکباز بنتا ہے۔ عتاب و عقاب عذاب و ثواب کا مدار عقل پر ہے۔ عرفان و ایقان کا انحصار عقل پر ہے۔ گویا امیر خالد رضی اللہ عنہ نے اس حدیث قدسی کا مضمون ادا کردیا جو عقل کے بارہ

؎ جس کو اللہ حکمت دیتا ہے اُسکو بڑی بھاری نعمت ملتی ہے ۱۲

میں ہے ماخلقت خلقاً ھو خیراً منك ولا افضل منك ولا احسن منك[۱۵]
بك اخذ وبك اعطی وبك اعرف وبك اعاتب وبك الثواب وبك العقاب
امیر خالد رضی اللہ عنہ نے اس پُرزور فصیح اور اسلامی فلسفی وعظ سے عیسائی
دربار کو اسلام کی حقانی حکمیہ تعلیم کا حاصل اور خلاصہ سُنا دیا۔ اور سچے مسلمانوں کا نمونہ
دکھلا دیا۔ باہان نے کہا کہ آپ جیسے عاقل و عالم کو دوسرے رفیق کی کیا ضرورت
تھی۔ مگر امیر خالد رضی اللہ عنہ نے اس کلمہ چاپلوسی کا مُنہ توڑ جواب دیا کہ ہم کوئی
کام بلا مشورہ نہیں کرتے اور میرا رفیق مجھ سے زیادہ دانا ہے اور جس کی رائے کے
ہمارے ہزاروں سردار محتاج ہیں اہل دربار اسلام کے اس اصُول تمدن اور کسر نفسی
کو سُنکر حیران رہ گئے۔ باہان نے کہا کہ میری آرزو ہے کہ آپ کے ساتھ برادرانہ محبت
قائم کروں۔ جو منافقانہ کلام تھا۔ لیکن امیر خالد رضی اللہ عنہ نے صاف صاف
کہہ دیا کہ کفر و اسلام میں اخوت ممکن نہیں بغیر اسلام لائے برادری نہیں ہوسکتی۔
چنانچہ کفار کی محبت پر اعتماد کرنیوالوں اوران سے عزت چاہنے والوں کے حق
میں خدا فرماتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ[۱۶]
اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّۃَ فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا ٥ باہان یہ سخت جواب
سُنکر پھر فرنگی چال چلا کہ آپ اپنا سُرخ خیمہ بطرز یادگار مجھ کو دیجئے اور جو چیز
آپ کو پسند ہو مجھ سے لے لیجئے۔ باہان کا یہ مطلب تھا کہ خالد کو قیمتی تحائف دیکر قابو
کیا جائے۔ مگر ایک جلیل القدر صحابی خصوصاً خالدؓ جیسے اولوالعزم خادمِ اسلام پر

[۱۵] مشکوٰۃ ص۴۴ ای عقل کوئی مخلوق تم سے بہتر اور افضل اور احسن میں نے پیدا نہیں کی سب چیز تم سے حاصل ہوتی ہیں۔ جملہ فوائد تم سے ہی ملتی ہیں معرفت الٰہی وحقائق کماہی اور عتاب اور ثواب اور عذاب تیری ہی کمال اور زوال پر منحصر ہیں
[۱۶] سورۃ ن پارہ ۵ جو لوگ مسلمانوں کے سوا کافروں سے دوستی کرتے ہیں اس امید پر کہ ان سے عزت اور عزت اور کسی موقعہ پر مدد اور قوت دینگے۔ یہ تمام باتیں عزت وغیرہ اللہ کے ہاتھ ہیں۔ کفار سے کچھ نہیں فائدہ ہوگا۔

یہ منتر کب چلتا تھا۔ نہایت فیاضی اور فراخ دلی سے خیمہ مذکور حوالہ باہان کیا اور عوضانہ لینے سے انکار کر دیا۔ جب باہان کا یہ داؤ بھی نہ چلا تو کہا کہ نفس مطلب بیان کیجئے امیر خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو کچھ مجکو کہنا ہے وہ آپ جانتے ہیں کہ ہم نہ ملک چاہتے ہیں نہ دولت۔ نہ چاپلوسی نہ خوشامد۔ ہماری غرض محض اعلائے کلمۃ اللہ ہے جسکا حکم بذریعہ وحی خاتم المرسلین افضل النبیین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے اور احکام الٰہی کا بنی آدم کو پہنچانا بہ تعمیل آیۂ کریمہ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ[1] ہمارا فرض ہے اور اس فرض کے ادا کرنے میں ہم اپنی جان و مال کو فدا کرتے ہیں۔ اور یہ سعی و کوشش جسکا آخری درجہ جہاد ہے بعد ایمان جملہ اعمال سے افضل ہے چنانچہ پاک اور مقدس نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتا ہے کہ افضل الاعمال الایمان باللہ والجہاد فی سبیل اللہ[2] ایمان اپنی بھلائی کے لئے اور جہاد اوروں کی بہتری کے لئے ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ کفر و شرک کے فتنہ اور اعمال بد کی آلائش سے بذریعہ تعلیم اسلام نسل آدم کو بچائیں۔ چونکہ کفار کی فوجی طاقتیں اس اشاعتِ توحید کی مانع اور قیام مذاہب باطلہ کے حامی ہیں۔ اس لئے ہم قتال پر مجبور ہیں۔ اوّل ہم اسلام پیش کرتے ہیں۔ اگر اسلام لاؤ گے نجات پاؤ گے۔ درجات ابدیہ حاصل کرو گے۔ ہم تم برابر ہو جائینگے۔ تمہارے ملک و دولت جاہ و حشمت مال و اسباب وغیرہ سے ہمیں کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ اگر اسلام سے تمہیں انکار ہے تو ہمارا مذہب جو تمام عالم کے لئے ایک رحمت ہے نہایت فیاضی اور رحمدلی سے سوچنے اور تحقیقات

---

[1] سورہ مائدہ۔ پارہ ۶ ۔ اے پیغمبر جو احکام تیرے پروردگار نے تیری طرف نازل کئے ہیں وہ بلا کم وکاست لوگوں کو پہنچا دے اگر تم نے ایسا نہ کیا تو سمجھا جائیگا کہ تم نے حق رسالت ادا نہیں کیا ۱۲

[2] سب سے افضل و اعلےٰ یہ عمل ہے کہ اللہ کی وحدانیت ذاتی و صفاتی پر ایمان لانا اور اسلام کی حمایت اور رعایت کے لئے جان لڑانا ۱۲ متفق علیہ

کا ایک اور موقعہ دیتا ہے۔ یعنے جزیہ منواتا ہے۔ جس کے عوض میں تمہاری حفاظت کی کل ذمہ داریاں ہم اپنے ذمہ لینگے۔ اور تم امن و امان اور آزادی کے ساتھ رہو گے۔ فائدہ یہ ہوگا کہ تمہاری اور مسلمانوں کی باہمی آمد و رفت کا سلسلہ کھل جائیگا اور تم اہل اسلام کی پاکیزہ عملی کارروائیوں کو دیکھ سکو گے اور اسلام کی ماہیت اور حقیقت ٹٹول سکو گے۔ اور متعصب اشخاص نے جو غلط خیالات نسبت اسلام تمہارے دلوں میں بٹھلا دیئے ہیں۔ اُن کی اصلیت دریافت کرنے کا تم کو خوب موقعہ ملیگا۔ اگر تم یہ بات قبول نہ کرو اور اس موقعہ (چانس) سے بھی فائدہ نہ اُٹھاؤ تو بس فیصلہ شدہ امر ہے۔ کہ تم اسلام کی طرف مطلق توجہ ہی کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ اُس کے مخالف اور درپئے استیصال ہو۔ اپنے آپ کو ہی گمراہ رکھنا نہیں چاہتے بلکہ آیندہ نسلوں میں بھی توحید باریتعالےٰ کی اشاعت کے مانع ہوتے ہو۔ پس ایسے مشرکانہ موانع کے دور کرنے کے لیے ہم جانیں لڑاتے ہیں اور حکم خدا آیۃ کریمہ [1] وَ قَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ نہایت خوشی سے بجالاتے ہیں۔ اسلام کے یہی تین سوال ہیں جو ہر ایک کے سامنے پیش کرتا ہے۔ میدان جنگ میں ہماری جان فروشی کا حال آپ کو معلوم ہے۔ مسلمان طالب جنان جب شمشیر و سنان کے ترازو تولتے ہیں تو کوئی شے انکی کامیابی کی سدراہ نہیں ہوسکتی اور نہ کثرت اعدا اُن کے غازیانہ تہور پر کوئی اثر کرسکتی ہے۔ مسلمانوں نے بارہا آیۃ کریمہ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ کی صداقت دیکھ لی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے سینکڑوں نے ہزاروں کا اور ہزاروں نے لاکھوں کا منہ پھیر دیا ہے

[1] سورۂ بقر۔ پ ۲۔ کفار جو مسلمانوں کے برخلاف شرارتیں کرتے ہیں اُن سے یہانتک لڑو کہ انکی شرارت کا کچھ اندیشہ نہ رہے۔ اور فتنہ فساد کا احتمال جاتا رہے۔ اور دین اسلام غالب ہوجائے ۱۲

فتح و نصرت کثرت فوج اور زر دولت پر موقوف نہیں بلکہ اللہ کے ہاتھ ہے جو سب سے زبردست طاقتور کیا بنا ہے

اِسلام میں بھاگنا حرام ہی۔ بہادرانہ طور سے جان دینا شیوہ اہل اسلام ہے۔ گذشتہ معرکے میری تقریر کے موئید ہیں۔ یہ تمہاری فوجی کثرت و عدّت شان و شوکت نمائش و آرائش جس پر تم غرہ ہو اس شمشیر کے سامنے (قبضہ پر ہاتھ رکھ کر) کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ پس لڑائی سے بچو اسلام لاؤ یا جزیہ دو۔ یہی ہمارا مدعا ہے جو مختصر طور سے بیان کیا گیا ہے۔ ما علینا اِلّا البلاغ المبین ✣

جواب باہان سپہ سالارِ روم و تردید امیر خالد رضی اللہ عنہ

باہان جو ایک فصیح عالم زبان عرب تھا کہنے لگا کہ الحمد للہ الّذی جعل نبیّنا افضل الانبیآءِ و ملکنا افضل الملوک و امّتنا خیر الامم یعنے خدا کا شکر ہے جس نے ہمارے نبی علیہ السّلام کو جملہ انبیاء سے اور ہمارے بادشاہ کو جملہ شاہان سے افضل اور ہماری عیسائی امّت کو دیگر امّتوں سے بہتر بنایا ہے۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے یہ مغرورانہ بات سُنکر کہا کہ الحمد للہ الّذی جعلنا نومن بنبیّنا و بنبیّکم و نقر بکتابنا و کتابکم و الحمد للہ الّذی جعلنا نامر بالمعروف و ننہی عن المنکر یعنے خدا کی حمد و ستائش ہی جس نے ہمیں توفیق دی کہ اپنے پیغمبر اور تمہارے پیغمبر پر ایمان لائے اور قرآن مجید اور انجیل مقدس کے کتاب الٰہی ہونے کا اقرار کیا اور ہم کو یہ سعادت بھی عطا کی کہ بنی آدم کو نیکی کی ہدائت کرتے ہیں اور بدی سے بچاتے ہیں۔ گناہوں سے استغفار کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کو وحدہٗ لاشریک لہٗ جانتے ہیں اور اُس کو بے زن و فرزند مانکر شرک سے ہٹتے ہیں ✣

جواب باہان

باہان خالدؓ سے یہ کلمات سُنکر بگڑگیا۔ چہرہ سُرخ ہوگیا۔ اور کہنے لگا کہ اے امیر تم عرب اس سے پہلے نیک ہمسایہ تھے۔ ہمارے ہاں تم آتے تھے ہر ایک جگہ بلا روک ٹوک آمدورفت کر سکتے تھے۔ فائدہ کثیر اُٹھاتے تھے۔ ہم تم پر احسان و شفقت کرتے تھے جس کے ذریعہ تم اپنے بال بچوں کی پرورش کرتے تھے۔ تم بے حیثیت جاہل جنگلی تھے۔ تہذیب انسانی سے کوسوں دُور۔ علم و اخلاق سے نفور تھے۔ شتربانی اور بھیڑوں کی گلہ بانی سے تم سروکار رکھتے تھے۔ اسباب تمدّن و معاش سے تم بہرہ ور نہ تھے۔ تمہاری زندگی محض وحشیانہ تھی۔ پشم و صوف تمہارا لباس تھا۔ دُنیا کی ترقی یافتہ قومیں تم کو درجہ انسانیت سے خارج تصوّر کرتی تھیں۔ معمولی خصائل انسانی کا حصول بھی تمہاری نسبت ایک امر محال نظر آتا تھا۔ چہ جائے کہ تم دُنیا کی ہدایت کا بیڑہ اُٹھاؤ۔ اور یُونانی شہنشاہ کو آنکھیں دکھاؤ بقول ؎

خیال حوصلہ بحر مے پزد ہیہات
چہاست در سر ایں قطرہ محال اندیش

ہم گنوار عرب نہیں عیاش ایرانی نہیں کہ جن پر تم فتح پاچکے ہو۔ اب تمہارا مقابلہ ایک عیسائی دنیا کے ساتھ ہے جو صلیب کے نام پر جان دینے کے لئے تیار کھڑی ہے اور ایک ایک عرب کے لئے بیس بیس عیسائی شیر مرد موجود ہیں جو تم کو گاجر مولی کی طرح کاٹ دینگے اور دکھا دینگے کہ ؎

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد
خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

. . . فوج . . . سے تعداد و بیشمار فوج کمکی لگاتار آ رہی ہے۔ پس تمہیں وہ . . . دیا

ہوں کہ اپنی جان اور بال بچوں زن و فرزند پر رحم کرو۔ واپس چلے جاؤ۔ روپیہ کی ضرورت ہو تو اُس کے دینے میں مضائقہ نہیں تمہارے خلیفہ عمرؓ کو بیس ہزار دینار اور تم کو اور ابو عبیدہ ہر ایک کو پانچ پانچ ہزار دینار اور ایکسو سرداران لشکر میں سے ہر ایک کو ہزار ہزار دینار اور ہر ایک سپاہی کو ایک ایک سو دینار جو تمام رقم قریبًا ایک کروڑ پینسٹھ لاکھ روپیہ ہوتی ہے۔ دینے کو ہم تیار ہیں اس کے علاوہ جس قدر شام کا علاقہ تم فتح کر چکے ہو وُہ بھی تم کو دیا جائیگا۔ بشرطیکہ عہدنامہ لکھدو کہ آیندہ رُومی ممالک میں دست اندازی نہیں کرینگے۔ اگر صلح کرلو تو بہتر ورنہ پچھتاؤگے اور سخت پچھتاؤ گے "

جواب امیر خالد رضی اللہ عنہ

جب باہان سپہ سالار رُوم یہ پرزور تقریر کر چکا تو خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدًا عبدہ ورسولہ۔ سنو جو کچھ تم نے انعام و شفقت کے بارہ میں کہا ہے یہ تمہاری ملکی اور مذہبی مصلحت تھی۔ جس تجویز سے تم نے عرب کے شمالی اقوام کو محکوم ہی نہیں بنا لیا بلکہ لاکھوں عربوں کو عیسائی کر لیا ہے اور اسی لالچ کا اثر ہے کہ آج ساٹھ ہزار عرب والنیٹر ہمارے مقابلہ کے لیے تمہارے ساتھ ہیں۔ اُونٹوں اور بھیڑوں کی گلہ بانی سے ہمیں کوئی عار نہیں۔ ریشمی لباس سے کوئی ننگ نہیں تمہارے زنانہ ریشمی لباس سے بہتر ہے۔ گرسنگی و افلاس رنج و مشقت دلیری و محنت جاہلیت و وحشت فسق و فجور کی بابت ہم انکار نہیں کرتے۔ بلکہ جو کچھ تم نے کہا ہے اُس سے زیادہ خراب حالت میں تھے شراب پیتے تھے۔ حرکات شنیعہ کرتے تھے۔ اولاد کُشی ہمارا شیوہ تھا۔ سفاکی اور رہزنی ہمارا رویہ تھا۔ بات بات پر ایک دوسرے پر تلواریں کھینچتے تھے۔ اور ہزاروں کٹ مرتے تھے۔ اتفاق اور ہمدردی جو تمدن کے بھارے اصُول ہیں۔ اُن سے ہم بیخبر تھے۔ غرضیکہ ہماری

عادات وحشیوں سے بدتر تھیں۔ ایک چھوڑ ۳۶۰ بُت لکڑی پتھر کے بنا کر پُوجتے تھے۔ اور اس مادہ پرستی نے رُوحانی صفات اور انسانی ملکات کو ہم میں سے قریباً معدوم کر دیا تھا۔ کہ ایسی حالت میں اللہ تعالےٰ نے ہم پر رحم کیا اور ہماری ہدایت کے لئے مبارک رسُول اور مقدس کتاب بھیجدی۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ آیۂ کریمہ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِس پاک نبی کی مکمل تعلیم نے ہماری کایاپلٹ دی اور قرآن مجید کی کامل اور اکمل ہدایات نے ہمارے اخلاق و عادات میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ حقوق العباد کی پابندی اسلام کا اعلیٰ رکن ہے۔ حقوق الٰہی کی بجا آوری میں مسلمان سخت پابند ہیں۔ اُس افضل المرسلین نے ہمیں اس قادر مطلق کی عبادت کی ہدایت کی ہے جو حیّ لایموت۔ زندہ و پائندہ۔ بے زن و فرزند بے نظیر و بے مانند۔ بے شریک و بے ہمتا ہے نہ وُہ ثانی اثنین ہے نہ ثالث ثلاثہ ہے۔ الوہیت و ربوبیت میں منفرد ہے۔ اپنی ذات و صفات میں مجرد ہے۔ قرآن اقدس جملہ مذاہب باطلہ دہریہ معطلہ۔ فلاسفہ۔ مشبہ۔ مثلثہ۔ ثنویہ وغیرہ کے ناقص عقائد کے مقابلہ میں اپنی توحید تمام دُنیا کے سامنے یُوں پیش کرتا ہے قُلْ هُوَ اللّٰهُ یعنے خدا تعالےٰ کہ جس کی شان میں لوگوں کی مختلف عقائد ہیں اور فرقہ دہریہ اسکی ہستی سے انکار کرتے ہیں اور معطلہ اس کو انتظام عالم سے الگ جانتے ہیں۔ اور علت و معلول کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں۔ انکو کہدو کہ ذات باری تعالیٰ مرتبہ احدیت و ہستی مطلق میں جملہ نام و نشان و رسم و عیان سے منزہ اور ادراک و فہم سے مبرا ہے۔ مرتبہ

ل۔ سُورہ آل عمران۔ پ۴۔ اللہ نے مسلمانوں پہ بڑا احسان کیا کہ ان میں انہی میں کا ایک رسول بھیجا جو انکو خدا کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انکو کفر و شرک کی گندگی سے پاک کرتا ہے اور کتاب الٰہی قرآن اور دانائی کی باتیں تعلیم دیتا ہے ورنہ پیغمبر کے آنے سے پہلے یہ لوگ بہت بڑی سخت گمراہی میں تھے ۱۲

ہویت میں کہ محیط جملہ عوالم ہے اُسکو لفظ ھُوَ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ورنہ ذات بحت میں
ضمائر کی گنجائش بھی نہیں۔ وُہ ذات موجود اور اس سے جملہ اشیاء کا وجُود ہے درجہ الوہیت
میں اُس کا نام اللہ ہے۔ جو جامع جمیع صفات کاملہ ہے۔ اَحَد وہ اللہ احد یعنی ذات و
صفات میں واحد و یکتا یگانہ و بے ہمتا متوحد بذات متفرد بصفات ہے اُسکا کوئی شریک و
نظیر و ثانی و عدیل نہیں۔ اِسی صفت یکتائی کی سمجھنے اور مسئلہ توحید کے جاننے میں
لوگوں نے ٹھوکریں کھائیں اور ناقص عقول کی تقلید میں حقیقی توحید سے کوسوں دُور
نکل گئے۔ اور بنی آدم کے لئے ضلالت کا بیج بو گئے۔ اللہ الصَّمد یعنی وُہ خدائے یگانہ
ہر ایک چیز سے مستغنی و بے نیاز ہے تمام دُنیا و مافیہا کو اس نے ہی بلا حاجت پیدا کیا ہے
مگر اس قدر وسیع عالم سفلی و علوی کے پیدا کرنے سے اُس میں سے کچھ کم نہیں ہوا۔ وُہ بدستور
ویسا ہی ہے۔ اور ضروریات ممکنات سے پاک ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ سوتا ہے نہ فنا ہوتا
ہے وہ دائم قائم زندہ پائندہ ہے۔ حلول و سریان کے تاثر سے معرا ہے۔ فرقہ مشبہ
کا عقیدہ غلط ہے۔ اسی احدیت و صمدیت کی حقیقی معانی نہ جاننے سے شرک و بُت پرستی
نے نسل آدم کو گمراہ کیا۔ یہ راز صرف قرآن مجید نے کھولا ہے۔ جس سے اسلام کو جملہ
ادیان پر فخر ہے۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ بطور رسم متعارف و قاعدہ تخلیق عالم نہ اُس سے
کوئی پیدا ہوا اور نہ وُہ کسی سے پیدا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر باپ بیٹے کا اطلاق کرنا اور
ثانی اثنین سمجھنا نادانی ہے اور اسکو ثالث ثلاثہ۔ باپ۔ بیٹا۔ رُوح القدس کی قید میں
لانا۔ توحید ذاتی و صفاتی کے برخلاف ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کا بے پدر پیدا ہونا تمہیں
حیرانی میں ڈالتا ہے۔ مگر آدم علیہ السلام کو کیا کہو گے۔ جسکی ماں بھی نہ تھی۔ خدا ہر ایک
فعل پر قادر ہے۔ وَلَمْ یَکُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ اُس کا کوئی کفو و ہم جنس شریک و ہم پایہ
نہیں۔ فرقان حمید۔ انعدام و اعداد۔ تقلب و تنقص علت و معلول تشکل و حلول جملہ
اقسام کے شرک کی نفی کرتا ہے۔ جو لوگ اس قسم کے مشرک ہیں۔ اور ذات باری تعالیٰ کے

ذلّت و خواری قرار دیتے ہیں [illegible] ہو سکتی ہیں۔ اُن [illegible] ہیں۔ اگر اسلام قبول کر لو تو [illegible] تمہارا قرآن [illegible] ہم پر [illegible] ہوگا [illegible] بھائی بن جائینگے [illegible] یہ تو کم ایک کروڑ ۵ لاکھ روپیہ نقد اور علاوہ [illegible] دیتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے ہم کو [illegible] ملک [illegible] کی طرح [illegible] دولت تصور کیا ہے جو حصول نام و عزت [illegible] دولت اور مال [illegible] کے لئے تلوار اٹھاتے ہیں۔ حالانکہ اسلام ایسے اغراض [illegible] کے لئے [illegible] والوں کو مفسد قرار دیتا ہے اور رحمت الٰہی و ثواب اُخروی سے محروم رکھتا ہے۔ [illegible] حدیث شریف

رجل یرید الجهاد فی سبیل الله وهو یبتغی من عرض الدنیا لا اجر له ۱؎

ہمارے پاک نبی کی موثر تعلیم نے اللہ و رسول کے مقدس محبت کے سوا ہمارے دلوں میں اور کسی چیز کی گنجایش نہیں رکھی۔ ایک ایک مسلمان کی عبادات و صلاحیت زہد و ورع اخلاص و تقویٰ میرے قول کی شہادت دیتے ہیں۔ حکم خدا کی تعمیل کے مقابلہ میں دُنیا و مافیہا ہماری نگاہ میں ہیچ بلکہ کمتر از ہیچ ہیں۔ یہ تو ایک کروڑ ۵ لاکھ روپیہ ہے اگر تمام عالم کے خزانے دیدو تو بھی اصول اسلام سے سرمو انحراف نہیں کرینگے اور مخلوقِ خدا کی بہتری کے لئے اسلام ہی پیش کرینگے۔ حتی یحکم الله بیننا وهو خیر الحاکمین وان الارض لله یورثها من یشاء من عباده والعاقبة للمتقین ۲؎

امیر خالد نے نہایت عمدگی سے تبلیغ رسالت اسلام کا کام ادا کیا۔ باہان اور اسکی امرا نے یقین کر لیا کہ جن لوگوں کو ہم جاہل نیم وحشی جانتے تھے وہ علم و حکمت

۱؎ ابو داؤد۔ جو شخص کفار سے لڑے اور دنیا کی عزت و ناموری او حصول دولت و ملک وغیرہ کی خواہش رکھتا ہو اُسکو ثواب نہیں ملیگا۔ ۲؎ یہانتک کہ ہم تم میں اللہ فیصلہ کرے اور وُہ سب سے اچھا فیصلہ کرنیوالا ہے اور زمین کا بھی مالک اللہ ہی ہے جسکو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے چند روزہ وارث و مالک بنا دیتا ہے۔ جو لوگ باوجود اس وراثت اور دولت کے خدا کی زبردست طاقت [illegible] ڈرتے رہتے ہیں انکا انجام بخیر ہوتا ہے ۱۲

فصاحت و فراست عقل و دیانت میں کم نہیں۔ اُن پر کوئی داؤ نہیں چل سکتا۔ نہ فوجوں کی کثرت سے ڈرتے ہیں نہ روپیہ پیسہ کے لالچ میں آتے ہیں۔ یا مذہب اسلام پیش کرتے ہیں یا جزیہ مانگتے ہیں جو ہمکو منظور نہیں ہے۔ لہذا میں نے لڑائی کو فیصل کیا۔

جنگِ یرموک

امیر خالد رضی اللہ عنہ تو اسلامی کیمپ میں چلے آئے۔ ادھر باہان نے شہنشاہ ہرقل کو نتیجہ ملاقات سے اطلاع دی اور لکھا کہ مسلمان اپنے مذہبی احکام کے سخت پابند ہیں۔ ملک و دولت جو عام فاتح اقوام کے منظور نظر ہوتا ہے۔ اس کا لالچ دیا گیا ادھر توجہ بھی نہیں کرتے۔ لشکر کی کثرت اور سامان جنگی کی عدت دکھلائی گئی۔ جس کا اثر ذرہ بھر سردار اسلام پر نہیں ہوا۔ ہماری شان و شوکت اور سطوت و ہیبت نے اُس کے دل پہ کوئی اثر نہیں ڈالا۔ اپنے پیغمبر کی پیشین گوئیاں اور قرآن کی صداقتوں پہ اُس کو پورا یقین ہے۔ اسلام اور جزیہ کے سوا اور کوئی چیز نہیں طلب کرتا۔ اسلئے لڑائی کی تجویز قرار پائی ہے۔ جسمیں ہرگز کوتاہی نہیں ہوگی۔ گر ایسی قوم سے پالا پڑا ہے جو موت کو زیست سے بہتر جانتی ہے اس لئے احتیاطاً مستورات و خاندانِ شاہی کو دارالسلطنت قسطنطنیہ میں بھیجدیں۔ اور جریدہ طور سے انطاکیہ میں رہیں۔ اور دیکھیں کہ پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔

باہان چند روز اور فوجی تیاریوں میں مصروف رہا۔ مورچال کی درستی وغیرہ کے بعد سپہ سالار اسلام کو پیغام دیا گیا کہ کل لڑائی ہوگی۔ یہاں کیا دیر تھی۔ اسلام کی سپاہیانہ سادگی اور محنت کشی مشہور ہے۔ ہر وقت کیل کانٹے سے درست رہتے تھے۔ جنگی ہتھیاروں کو ہر وقت ساتھ اور صاف رکھتے تھے۔ کل فوج میں لڑائی کا حکم سُنا دیا گیا۔

دُوسری جانب خالد رضی اللہ عنہ نے بھی رُومیوں کے مقابلہ میں اپنی خداداد لیاقت کے خوب جوہر دکھائے اور ثابت کر دیا کہ گو اُس نے کسی تربیت یافتہ قوم میں نشوونما نہیں پائی اور نہ کسی باقاعدہ فوج میں کام کیا ہے۔ لیکن خالق مطلق نے خالد رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں خاص قسم کا مادہ اختراع اور ایجاد ودیعت رکھا ہے اُس کی فراست و ذہانت موافق ضرورت جدید قواعدِ جنگ ایجاد کر سکتی ہے۔ اگرچہ اس قوتِ ایجادیہ میں عربی طبائع عموماً ممتاز ہیں۔ لیکن خالد رضی اللہ عنہ اس لیاقت میں خاص فرد تھا۔ جسکا ثبوت جنگ یرموک میں بخوبی دیا گیا۔ اِس سے پہلے عربوں کا یہ دستور تھا کہ ہر ایک سردار اپنی اپنی فوج کو علیحدہ علیحدہ لڑاتا تھا۔ یا مبازرانہ جنگ ہوتی تھی۔ جنگ یرموک سے پہلے شام میں مسلمان اسی قدیم دستور کے موافق لڑتے رہے تھے۔ مگر ذہین اور ذکی خالد اس کے عیوب کو سمجھ گیا تھا۔ اور ایسے عظیم الشان لشکر کے سامنے جو سلسلہ انتظام میں جکڑا ہوا تھا۔ یہ طرز جنگ اسکو نقصان دہ معلوم ہوتی تھی۔ سرداران لشکر مختلف لیاقت اور ہمت کے ہوتے ہیں۔ ہر ایک فوج سے مفید جنگی اصول کے مطابق کام نہیں لے سکتے۔ اس لئے امیر خالد رضی اللہ عنہ نے تمام لشکر کو اپنی نگرانی میں خاص انتظام کے ساتھ لڑانا چاہا۔ چونکہ یہ ایک نئی تجویز تھی اس لئے جملہ سرداران فوج سے یُوں کہا

تقریر امیر خالد رضی اللہ عنہ

بعد حمد و ثنائے الٰہی و درود رسالت پناہی میں اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ آج کا دن تمہارے صبر و استقلال کے امتحان کا دن ہے۔ جس میں اللہ تعالےٰ تمہاری مجاہدانہ صداقت کی آزمائش کریگا۔ ذاتی فخر اور بڑائی نہ کرو محض حمایتِ اسلام کے لئے فی سبیل اللہ جانیں لڑاؤ۔ اور خدا کو اپنے مخلصانہ اعمال سے خوش کرو۔ یہ معرکہ کوئی معمولی نہیں۔ عیسائیوں کے ٹڈی دل سامنے کھڑے ہیں۔ جنہوں نے سامانِ جنگ اور

جنگی جوش میں مقدور بھر کچھ اُٹھا نہیں رکھا۔ اور اپنی تمام لیاقت کو انتظامِ فوجی میں صرف کر دیا ہے۔ آپ صاحبان گو بہادر مشتاقِ شہادت ہیں۔ لیکن کسی انتظام اور تعبیہ کے ساتھ نہیں لڑتے۔ ہر ایک سردار اپنی اپنی فوج کو علیحدہ علیحدہ لڑاتا ہے۔ جو اصولِ جنگ کے بالکل خلاف ہے۔ اور اس سے اندیشہ نقصان ہے مخالف کی منتظم اور باقاعدہ فوج میں گھر جانے کا احتمال ہے۔ اُن کے مورچہ وغیرہ ایسے مفید جنگی موقعوں پر ہیں کہ اگر ہم نے وہاں سے انکو نکال دیا تو بھی چنداں فائدہ نہ ہوگا۔ لیکن ہماری حالت چونکہ اس کے برخلاف ہے۔ خدانخواستہ اگر دشمن نے ہمیں بھگا دیا تو بچاؤ مشکل ہے۔ اس بے انتظامی سے مسلمانوں کو نقصان اور کفار کو فائدہ پہنچے گا۔ اور اسی غلطی کا نتیجہ ہے کہ ابتک شام میں مسلمان کوئی کارروائی نہیں کر سکے۔ یہ ایک قسم کا تفرقہ ہے اس کو چھوڑ دو اور کوئی تجویز سوچو سب نے کہا کہ فرمائیے آپ کی تجویز پر عمل ہوگا۔ خالدؓ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ کل فوج کے کئی حصّے کروں اور ہر ایک حصّہ مشہور بہادر سردار کے ماتحت رکھوں اور جملہ لشکر کو اپنی نگرانی میں لڑاؤں۔ اسی تجویز کو سب نے پسند کیا۔ اور امیر خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کی چھتیس پلٹن اور رسالہ مقرّر کئے اور ہر ایک پلٹن اور رسالہ کی کمان عرب کے مشہور بہادر سردار کو دی۔ جو بمنزلہ کرنلوں کے تھے۔ اور جنرل یوں مقرر ہوئے۔ میمنہ میں عمرو عاصؓ اور شرجیل بن حسنہ اور میسرہ میں یزید بن ابی سفیان اموی اور معاذ بن جبل انصاری اور مقدمہ لشکر میں عکرمہ بن ابو جہل اور قعقاع بن عمرو تمیمی۔ اور قلب فوج میں امین الامۃ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ مقرّر ہوئے۔ کمین وغیرہ کی ڈیوٹی سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو دی گئی۔ اور چوکی پہرہ کا کام اور خبر رسانی کا انتظام بہادر قباث بن اشیم کو دیا گیا۔ اور قیدیوں کی حفاظت عبد اللہ بن مسعود کے

حوالہ ہوئی۔ اور قاضی لشکر ابو درداء کیے گئے۔ اور بہادر دلوں کو جوش دلانے کے لئے فصیح قصہ خوان آتش زبان ابوسفیان اموی مقرر ہوئے۔ اور مقداد بن خالد نے ۴۰ ہزار سوار اپنے ساتھ رکھی اور چار ہزار فوج باقی ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کی کمان میں دی گئی۔ عورات کو پیچھے رکھا گیا اور ہتھیار بند کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ جو شخص پیچھے قدم ہٹائے اُس کو غیرت دلاؤ۔ اور سر توڑ دو۔ عورتوں میں اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ زوجہ زبیر بن العوام۔ ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان۔ خولہ بنت ازور خواہر ضرار۔ ام ابان زوجہ عکرمہ غزنہ بنت عامر۔ رملہ دعاکہ۔ زینب لعم وغیرہ نے غزا میں پورا حصہ لیا تھا۔ اور دکھلا دیا تھا کہ مسلمان عورتیں حصول ثواب غزا میں مردوں سے پیچھے نہیں رہتیں۔

یہ لڑائی دریائے یرموک علاقہ جولان قصبہ سواد اور اقساد کے قریب ماہ رجب ۱۳ھ ہجری میں ہوئی تھی۔ مسلمان جس قدر اب تک معرکہ لڑ چکے تھے اُن سب سے یہ معرکہ نرالا تھا۔ فرنگستان کے چیدہ بہادر پُرجوش فوجیں مقابلہ پر تھیں۔ فوج قواعد دان اور با انتظام تھی۔ میگزین اور آلات حرب انبار در انبار تھے۔ سامانِ رسد اور زر و دولت کا کچھ ٹھکانا نہ تھا۔ یوروپ کے بہادروں کی ناک۔ قناطر۔ جرجین۔ سرنش۔ دریجان جیسے تجربہ کار جنرلوں کے ماتحت ۱۸۔ لاکھ یا ۲ لاکھ فوج تھی جن کی عنانِ انتظام باہان سپہ سالار اعظم رُوم کے ہاتھ تھی۔ جو اپنے زمانہ میں جنگی اور ملکی لیاقت میں بے نظیر تھا۔ شہنشاہ ہرقل کا بھائی تذارق حوصلہ افزائی کے لئے شریک جنگ تھا خود شہنشاہ چند منزل پیچھے ہر ایک قسم کی امداد اور حکم دینے اور پشت دبانے کے لئے موجود تھا۔ باہان نے بیس بیس ہزار کے بیس صفیں قائم کیں اور ہر چار

بندر اسے مذکور کے ماتحت ایک ایک لاکھ فوج رکھی گئی۔ چالیس ہزار سپاہی فوج نے پاؤں میں بیڑیاں ڈال لی تھیں اور چالیس ہزار نے عماموں اور دستاروں سے باہمی ارتباط کو مضبوط کر لیا تھا تاکہ بھاگنا ممکن ہی نہ ہو۔ رومی فوج میں اسی ہزار پیدل تیر انداز تھے جو تیر اندازی اور نشانہ بازی میں کمال عشق اور مہارت رکھتے تھے۔ خندق اور مورچوں پر بھی بہادر فوج تعینات کی گئی تھی۔ میمنہ۔ میسرہ اور مقدمہ میں فوج سوارہ تھی۔ قلب میں خود باہان شاہزادہ معہ نذارق موجود تھا۔ میدان سے چند میل پیچھے کیمپ تھا۔ ہر ایک فوج کے ساتھ پادری اور قسیس تھے جو صفوں کے درمیان انجیل کو ہاتھ میں لئے فوج کو جوش دلا رہے تھے۔ فرنگی باجہ اپنی سریلی آوازوں اور قومی گیتوں سے جوانوں کو مشتاقِ جنگ کر رہا تھا۔

مؤرخین کا قول ہے کہ جو لیاقت اور قابلیت یرموک میں سپہ سالار روم نے صف بندی اور انتظام میں دکھلائی تھی وہ قبل ازیں کسے جنرل رومی کو نصیب نہیں ہوئی تھی۔ جب باہان جملہ انتظام سے فارغ ہو چکا تو اپنی فوج سے مخاطب ہو کر یوں کہا۔

تقریر سپہ سالارِ روم

اے بہادرانِ قوم و اے شجاعانِ یونان و روم تم مسیح علیہ السلام کے خادم اور صلیب کے محافظ ہو۔ تمہاری شجاعت اور بسالت بڑی بڑی مغرور قوموں کو اپنا لوہا منوا چکی ہے۔ اور بارہا تم اپنے معزز شہنشاہ کی خدمت میں وفاداری اور جانبازی دکھا چکے ہو۔ اور اب بھی شہنشاہ کو امید ہے کہ یہ کنگلے ذلیل عرب تمہاری شمشیر کی تاب نہ لاسکینگے۔ تم دیکھتے ہو کہ عربوں کی جمعیت بہت قلیل ہے اور تمہاری فوج اُن سے بیس گنا زیادہ ہے۔ اور ابھی شہنشاہ لگاتار فوجیں بھیجے جاتا

ہے۔ اگر ہمت کرو تو چند منٹ میں ان کو فنا کر سکتے ہو۔ اور اپنے ملک کو بچا سکتے ہو۔ ورنہ سمجھ لو کہ تمہارا ملک ہاتھ سے نکل جائیگا اور مذہب عیسائی خاک میں مل جائیگا۔ اسیری اور غلامی کی ذلت اٹھاؤ گے۔ شہنشاہ کو کیا منہ دکھاؤ گے پس تم جان لو کہ اس ایک معرکہ پر قوم اور مذہب کی آبرو کا مدار ہے۔ اگر خدانخواستہ مثل سابق یہاں سے بھی پاؤں اکھڑا تو پھر سنبھلنا مشکل ہے۔ یکدل و یکجان ہو کر لڑو ہمت کرو۔ پشت نہ دکھاؤ۔ ملک اور مذہب پر قربان ہو جاؤ اور نام پیدا کرو۔ عربوں کا عدل و انصاف فتوحات کا معاون ہے۔ تمہارا ظلم و عدوان ذلت اور شکست کا باعث ہے۔ دیکھو رعایا گو عیسائی ہے لیکن تمہارے بدعادات اور مسلمانوں کے نیک سلوک کے سبب سے مسلمانوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور رومی اطاعت کا جوا اتار کر اسلام کے مطیع ہوتے جاتے تھے۔ آؤ خدا سے ڈرو مسیح علیہ السلام کی تقلید کرو۔ فسق و فجور کو چھوڑ دو۔ توبہ کرو۔ خدا تمہاری مدد کریگا۔ رات بھر تم شراب میں غرقاب رہتے ہو اور مسلمان عبادت و استغفار میں۔ تم دنیا کے لئے لڑتے ہو۔ مسلمان دین کے لئے دیکھو کتنا فرق ہے۔ اگر دشمن پر فتح چاہتے ہو تو انجیل مقدس پر عمل کرو۔ اور اسی کے لئے لڑو۔ اور کوئی غرض مدنظر نہ رکھو۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ دشمن شکست پائیگا اور ضرور پائیگا یہ لڑائی ہوتی ہے۔ اپنے افسروں کے حکم پر چلو۔ اور استقلال و شجاعت دکھاؤ کہتے ہیں کہ جو انتظام اعلیٰ اور مضبوط حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جنگ یرموک میں کی تھی اس سے پہلے کبھی عربی فوج میں نہیں کیئے گئے۔ جب تمام انتظام ہو چکا تو اصحاب بدر رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جو ایک سو بزرگ تھے بلایا اور اُن کے ساتھ مل کر خدا کو سجدہ کیا اور فتح و نصرت کی دعائیں خشوع و خضوع سے برکت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم طلب کیں۔ چونکہ عیسائی ہراول قریب پہنچ گیا تھا

اس لیے عکرمہ اور قعقاع کو بڑھنے کا حکم دیا گیا۔ اور لڑائی شروع ہوئی۔ اسی وقت عین گیرودار میں دربار مدینہ سے قاصد پہنچا جس نے خالد اور ابوعبیدہ کو خفیہ طور سے ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات اور عمر بن الخطاب کی خلافت اور خالد کی معزولی اور ابوعبیدہ کی سپہ سالاری کی خبر پہنچائی۔ خالد نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہکر خدا کے آگے سجدہ کیا اور کہا کہ اے معبود حقیقی میں نے جس قدر لڑائیاں کی ہیں صرف تیری رضامندی اور تیرے احکام واجب الاحترام کی تعمیل کے لیے کی ہیں۔ سوا اعلانِ توحید اور کوئی دنیوی غرض مقصود نہ تھی بڑی اُمید شہادت کی تھی۔ ہر ایک امر کی توفیق تیرے ہاتھ ہے۔ آئندہ بھی میری ہمت اور نیت میں فرق نہ آئے۔ اور میری جانب سے اشاعت اسلام میں کوئی نقص اور تقصیر راہ نہ پائے۔ واقعی یہ پاکیزگی روحانی جو خالد نے دکھلائی اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ یہ اثر جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم کا تھا جس نے کہ خالد جیسے شجاع خاندانی امیرزادہ کے دل میں حبِ جاہ اور تفاخر وغرور کی بو تک رہنے نہیں دی تھی۔ اور وہ اوا سے خدمت میں سپہ سالار اور سپاہی میں کوئی تمیز نہیں سمجھتا تھا۔ یہ معزولی چونکہ سپہ سالاری سے تھی۔ مگر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ماتحت جنرل رہے تھے۔ اس کی وجوہات ہم سنہ ۱۷ھ کے واقعات میں لکھینگے۔ جبکہ خالد رضی اللہ عنہ ہمیشہ کے واسطے فوجی خدمات سے علیحدہ کیے گئے۔ جس وقت قاصد نے اطلاع معزولی پہنچائی تھی اُسی وقت رومی لشکر میں سے ایک زرہ پوش سردار میدان میں نکلا اور خالدؓ کا طالب ہوا جو جنگ مبارزت کا خواہشمند معلوم ہوتا تھا۔ خالد رضی اللہ عنہ فوراً سامنے جا کھڑا ہوا۔ عیسائی سردار جسکا نام جرجیس تھا کہنے لگا کہ اے خالد میں تم سے کچھ پوچھتا ہوں صحیح صحیح بتلانا۔ کیونکہ شریف جھوٹ نہیں کہتے اور کریم مکر و خدعہ نہیں کرتے

کیا آپ کے نبی پر اللہ نے کوئی تلوار آسمان سے بھیجی تھی۔ جو آپ کو دی گئی ہو
اور جس وقت آپ اُس کو کھینچتے ہیں تو دشمن کو شکست ہو جاتی ہے۔ خالدؓ نے جواب دیا
کہ کوئی تلوار آسمان سے نہیں اُتری اور نہ مجھ کو دی گئی۔ جرجیس نے پوچھا پھر آپ کو
سیف اللہ کیوں کہتے ہیں۔ خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں
میں نبی پیدا کیا۔ میں اُن لوگوں میں تھا جنہوں نے اُن کو جھٹلایا اور مقابلہ کیا۔
پھر خدا نے مجھ کو ہدایت کی اور اسلام نصیب ہوا اور اس کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی
اطاعت میں کفار سے لڑا۔ پس آنحضرت نے فرمایا کہ اَنْتَ سَیْفُ اللّٰہِ سَلَّہُ اللّٰہُ
عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ وَدَعَا لِیْ بِالنَّصْرِ یعنی تو خدا کی شمشیر ہے جس کو اللہ نے مشرکوں پر کھینچا ہے
اور مجھ کو فتح و نصرت کی دعا دی۔ پس اس کی برکت سے میں جس قوم سے مقابلہ کرتا ہوں شکست نہیں ہوتی بلکہ
اور فتح و ظفر حاصل ہوتی ہے۔ جرجیس نے پوچھا کہ تم کس بات کی دعوت دیتے ہو۔ خالدؓ نے
کہا۔ اسلام، جزیہ، لڑائی۔ جرجیس نے کہا جو اسلام لاتا ہے تم اس کو کیا سمجھتے
ہو۔ خالدؓ نے کہا ہم بھائی جانتے ہیں۔ اس کے جملہ حقوق ہمارے برابر ہوتے
ہیں۔ اسلام میں کوئی امتیاز نہیں۔ تقویٰ و ورع سے فضیلت ہے۔ جرجیس نے
پوچھا کہ تم عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں کیا کہتے ہو۔ خالدؓ نے کہا خداوند تعالیٰ
فرماتا ہے اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ
کُنْ فَیَکُوْنُ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا بے پدر پیدا ہونا باعث تعجب نہیں خدا نے اس کی پیدائش
مثل آدم کے ہے جو زیادہ حیرت انگیز ہے کیونکہ ان کی ماں بھی نہ تھی۔ وہ مٹی سے پیدا کیا گیا۔ جملہ ضروریات
انسانیت کا محتاج اور پابند تھا۔ اس کے معجزات اور خرق عادات اللہ تعالیٰ کی زبردست طاقت
کن فیکون کو ثابت کرتے ہیں نہ کہ ابن اللہ کو۔ دوسری جگہ خدا فرماتا ہے۔ یٰۤاَھْلَ الْکِتٰبِ
لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ
اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقٰھَاۤ اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَلَا تَقُوْلُوْا

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ۠ لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓىِٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ ○ پارہ [illegible]

ترجمہ: اے اہل کتاب [illegible] اللہ کی نسبت حق بات کے سوا کچھ نہ کہو حق بات تو یہ ہے کہ مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح اللہ کے رسول [illegible] اور خدا کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور وہ بے شوہر [illegible] پیدا ہوئے تھے سو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین خدا نہ کہو [illegible] اللہ ہی اکیلا معبود ہے وہ اولاد سے پاک ہے اس کی [illegible] ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ سب کا کارساز ہے۔ مسیح کو خدا کا بندہ ہونے سے عار نہیں ہے اور نہ فرشتوں کو جو خدا کے مقرب ہیں خدا کا بندہ ہونے سے عار ہے۔ جرجیس نے یہ سن کر گھوڑے کی باگ موڑ لی اور اسلام لایا۔ دو رکعت نماز پڑھی۔ اور پھر رومی لشکر کے مقابل جا کر کئی ایک کو مار کر شہید ہوا۔ ایسے دولتمند اور عقلمند سرداروں کا بلا تحریص و ترغیب با وجود کثرت فوج اور زر و دولت کے اسلام لانا اور اسلام لاتے ہی شوق شہادت میں اپنے عزیز رشتہ داروں میں سے کسی کو مار کر جان دینا اسلام کی صداقت کو بخوبی یاد دلاتا ہے۔ اور ثابت کرتا ہے کہ اسلام اپنے نیک نمونوں سے پھیلا ہے نہ کہ بقول متعصبین جبر و اکراہ سے۔

اس روز مسلمانوں کا مقابلہ اقوام غسان۔ لخم۔ خذام۔ عربوں سے تھا۔ جو عیسائی مذہب رکھتے تھے اور تعداد میں ساٹھ ہزار رومی فوج کے مقدمۃ الجیش تھے۔ اس کا سردار جبلہ بن ایہم الغسانی مشہور بہادر تھا۔ فریقین میں زور شور کا معرکہ ہوا۔ ہر ایک فریق نے خوب دادِ مردانگی دی۔ مگر جب خالد رضی اللہ عنہ نے چند چیدہ شہسواروں مثل فضل بن عباس۔ عبدالرحمن بن ابوبکر۔ عبداللہ بن عمر۔ زبیر بن العوام قیس بن سعد خزاجی۔ ابو ایوب۔ جابر بن عبداللہ وغیرہ کے ساتھ جس میں زیادہ تر اصحاب

اظہار کے تھے حملہ کیا تو ثابت کر دیا کہ

بجے گرگ راکو بود خشمناک — ز بسیاری گلہ گوسفنداں چہ باک

خالد نے ایسا تیز و تند حملہ کیا کہ مخالف فوج کے ہاتھ پاؤں گم ہو گئے۔ اور اُن کی صف بندی کو توڑ دیا۔ اس حملہ میں ایک وقت حضرت خالد و ہاشم دشمنوں میں گھر گئے تھے اور پیادہ تھے۔ مگر ہاشمی شہسوار فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو غیرتِ شجاعت نے دونوں سرداروں پر آنچ نہ آنے دی اور بہت مخالفوں کو مار کر داخلِ جہنم کیا۔ گویا فضل اس مضمون کی صداقت دکھا رہے تھے۔

منم ابنِ عمِ رسولِ خدا — بشمشیر بُرّم سرِ اشقیا
کجا آلِ ہاشم کجا آلِ رُوم — کجا باز و شاہیں کجا بوم شوم

خالد اور ہاشم مقتول عیسائیوں کے گھوڑے لیکر سوار ہو گئے اور حملہ کیا اور دشمنوں کو میدان سے بھگا کر رُومی مورچوں میں پہنچا دیا۔ بنو غسان کی لڑائی میں عام مسلمانوں نے حصہ نہیں لیا تھا۔ خالد رضی اللہ عنہ کی یہ غرض تھی کہ چند منتخب شدہ سواروں سے حملہ کیا جائے اور رُومیوں کو دکھلایا جائے۔ کہ مسلمانوں کا ایک ایک جوان وہ دل و گردہ رکھتا ہے کہ تن تنہا ایک ایک ہزار سے لڑنے میں جی نہیں چُراتا اگرچہ مسلمان تعداد میں قلیل ہیں لیکن اپنی شیرانہ صولت اور غازیانہ شجاعت کے سامنے دشمن کی کثیر فوج کو بز و گوسفند کے گلوں سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ کی رائے صیبت کے مطابق نتیجہ نکلا۔ رُومی ڈر گئے اور ماہان سپہ سالار رُوم پر اہلِ اسلام کی ہیبت چھا گئی۔ چنانچہ رات کو مشوش خواب دیکھی جس کی تعبیر یہ کی گئی کہ رُومی سلطنت کو زوال ہو گا۔ اِسی طرح ایک عیسائی سردار نے دیکھا کہ آسمان سے سبز پوش اشخاص اُترے ہیں اور رُومی فوج کو ہلاک کرتے ہیں اور عربوں کو کچھ

نہیں سکتے جس کی تعبیر یہ تھی کہ رومیوں کی شکست پر دلالت کرتی تھی۔ دوسری طرف مسلمانوں کو فتح و ظفر کی خوابیں آنے لگیں۔ جو رومیوں کی خوفناک حالت اور مسلمانوں کے اطمینان اور شجاعت کی دلیل تھیں۔ دوسرے روز رومی اور مسلمان پھر انتظام سے نکلے۔ سب سے پہلے ایک قوی ہیکل عیسائی پہلوان میدان میں نکلا اور مبارز طلب کیا۔ تین مسلمان بہادروں نے باری باری نکلنے کی درخواست کی۔ مگر خالد رضی اللہ عنہ کو مردم شناسی میں کمال مہارت تھی۔ عیسائی جوان کی ڈیل ڈول اور طاقت سے سمجھ گئے تھے کہ کوئی معمولی سوار نہیں شجاعت میں مشہور معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے رک گئے تھے۔ اور بار بار کبھی عیسائی بہادر کو اور کبھی قیس بن ہبیرہ المرادی کو دیکھتے تھے قیس سمجھ گئے اور فوراً بسم اللہ وعلی برکت رسول اللہ پڑھ کر گھوڑے کی باگ اٹھائی اور میدان میں جولان دیکر گھوڑے کی تیزی کو کم کیا۔ اور دشمن سے مقابلہ کیا دیر تک نیزوں سے لڑتے رہے آخر تلواروں پر ہاتھ رکھا قیس نے جو تلوار کی وار کی تو ڈھال کو چیرتے ہوئے خود میں پیوست ہوگئی۔ جسکو قیس نکال نہ سکا۔ اور خنجر سے کام لینا پڑا۔ جو بے سود نکلا۔ دشمن نے جو تلوار اٹھائی تو قیس کے شاہ رگ پر پڑی مگر قیس نے نہائت چستی سے اپنے آپ کو بچالیا۔ اور دشمن کا وار خالی دیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے قیس کو خالی ہاتھ دیکھ کر فوراً تلوار پہنچادی۔ اور قیس نے اپنے حریف کو تہ تیغ کر لیا۔ اور سرداران اسلام نے اس کو نیک فال تصور کیا۔

باہان نے اپنی فوج کے چار ڈویژن ایک ایک لاکھ کے کئے تھے۔ اور ہر ایک ڈویژن کے بیس بیس ہزار کی پانچ پانچ صفیں تھیں۔ ہر ایک صف کے آگے خندقیں کھود رکھی تھیں۔ اور خندقوں میں تیر انداز بٹھلائے گئے تھے۔ ڈویژن اول کو جو ماتحت دریجان کے تھا حملہ کا حکم دیا۔ بین خالد

کی ایک صف نے مسلمانوں کے میمنہ پر حملہ کیا۔ اور مفید نہ ہوا۔ پھر دوسری اور تیسری صف نے یکے بعد دیگرے حملات کئے۔ مگر مسلمان ثابت قدم رہے۔ آخر ایک لاکھ کی پوری جمیعت نے حملہ کیا جس کی تاب مسلمان نہ لا سکے۔ عمرو عاص اور شرجیل بن حسنہ وغیرہ سرداروں کے سوا میمنہ میں چند آدمی رہ گئے۔ عمرو بن معدی کرب جو ایک سو بیس سال کا بوڑھا سردار تھا۔ جس کی قوم زبیدہ میمنہ سے بھاگ نکلی تھی اُس نے قوم کو غیرت دلا کر حملہ کیا۔ اور بیسیوں کو مار کر بھاگ گیا۔ لیکن عیسائی بدستور بڑھے آتے تھے کہ خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی ماتحت سواروں میں سے کچھ سوار دیکر قیس بن ہبیرۃ المرادی کو اور پھر میسرہ بن سروق کو میمنہ کی مدد پر روانہ کیا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر خالدؓ نے ۶ ہزار سوار کی جمیعت سے مخالف کے حملہ اور فوج پر ہلہ کیا۔ خالدی حملات جو طوفان قیامت سے کم نہ ہوتے تھے بھلا اُن کو کون روک سکتا تھا۔ عیسائیوں نے ہر چند حوصلہ کیا لیکن خالد رضی اللہ عنہ کے تہور اور جنگی چالاکی نے انکو حواس باختہ کر دیا۔ سیف اللہ کی ضرب تھی یا قضائے مبرم تھی جس کے سامنے انسان و حیوان یکساں تھے خالد جدھر نکل جاتا تھا کشتوں کے پشتے لگا دیتا تھا۔ مخالف فوج کو بھیڑوں کے گلہ کی طرح آگے دھر لیتا تھا۔ اور کوئی سامنے ٹھہرتا نہ تھا۔ گویا خالد رضی اللہ عنہ اس مضمون کی صداقت دکھا رہے تھے لمولفہ

مرا آزمودہ ہے روزگار — ببازی شمارم جنیں کارزار
چہ پیل و نہنگ و چہ شیر پلنگ — ز تیغم کجا جاں برد روز جنگ
ز فوج مخالف برآرم دمار — اگر چند باشند فزوں و شمار
بدیں اژدہائے کہ دارم بدست — برافگنج دیوناں درآرم شکست
کجا ہم قلوس و سپہدار کو — کہ جنگ مرا او کند آرزو
براہ خدا از کتارے کنم — غزائے کنم تا مجاہد شوم

چو خواندہ مرا سیف یزداں رسول
عدو را رسانم بہ کنج خمول

چہ خیزد زرومی و زشت کرش
کہ بیروں نہد پائے از کشورش

ز تیغ جہاں سوز دشمن گزائے
کجا جاں بردرومی سست پائے

خالد رضی اللہ عنہ کے اس تیز حملہ نے رومیوں کو ایسا پس پا کیا کہ ہٹتے ہٹتے اپنے مورچوں میں جا گھسے اور اپنی جنرل دریجان کو شیر دل ضرار بن الازور کی شمشیر کا طعمہ بنا گئے۔ خالدؓ اس حملہ میں فیصلہ کر دیتا لیکن میمنہ کی شکست کے سبب سے فوج کا انتظام بگڑا ہوا تھا۔ اس لئے بہ نسبت تعاقب کے فوج کی درستی مقدم خیال کی۔ اور نیز اسی خیال سے کہ رومی مورچوں میں تیر انداز گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ آگے بڑھنا خلاف عقل تھا۔ ان وجوہات سے واپس ہوا اور صفوں کو مرتب کر دیا۔ اور قباث بن اشیم کنانی کو جس نے کیمپ اور عورتوں کے بچانے میں بے نظیر شجاعت دکھلائی تھی بوسہ دیا۔ اس موقعہ پر مسلمان عورتوں کی ہمت اور بہادری بھی قابل تذکرہ ہے عورتوں کو قبل از جنگ مردانہ لباس پہنا کر ہتھیار بند کر دیا تھا۔ اور پیچھے ٹیلہ پر چڑھا دیا تھا جب کہ میمنہ کی فوج بھاگ نکلی تو عورتوں نے راستہ روک لیا۔ پتھروں اور خیموں کی چوبوں سے گھوڑوں کے منہہ پھیر دئے۔ بچوں کو دکھا دکھا کر غیرت دلاتے نہیں کہ شرم کرو۔ اپنی عورتوں اور بچوں کو دشمن کے حوالہ کئے جاتے ہو۔ خدا اور رسول کو کیا منہہ دکھاؤ گے۔ اور کہاں جاؤ گے۔ مدینہ میں پر لگا کر بھی نہیں پہنچ سکتے۔ دیکھو تمہارے سردار کس جان فروشی سے میدان میں اڑے کھڑے ہیں۔ اور جہاد کی داد دے رہے ہیں۔ انہیں لوگوں میں ابوسفیان بھی تھے ان کی بیوی ہندہ نے بڑھ کر خیمہ کی چوب گھوڑے کے منہہ پر لگائی۔ اور کہا کہ تم شرک و جہالت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ستاتے رہے اور بتوں کی حمائت میں سخت جان بازی دکھاتے رہے۔ آج مسلمان ہو کر بھاگے جاتے ہو۔ اور

آتش و تیغ میں جا پڑتے ہو۔ سمجھو تمہارا بیٹا یزید مقابلہ کفار میں کیسا ڈٹا ہے۔ تم ہزار قریش ہو۔ بیٹے کے سامنے بدنامی نہ لو۔ اور اسلام پر داغ نہ لاؤ۔ ابوسفیان اب کا یہ کہنا تھا کہ [illegible] مسلمانوں نے شکست پا کر لوٹ پڑا اور بگڑے ہوئے کھیل کو سنبھال لیا۔ [illegible] معرکہ اسلام میں نہایت فخر سے بیان کیا جاتا ہے اور سچا [illegible] ایک قیمتی تمغہ ہے۔

اس وقت خالد رضی اللہ عنہ دریجان کی فوج کا کام تمام کر رہے تھے۔ جنرل قناطیر نے آپ کی فوج سے [illegible] اسلامی پر حملہ کیا اور مسلمانوں کو میدان سے ہٹا دیا مگر یزید بن ابوسفیان اور دیگر سرداران ثابت قائم رہے۔ مسلمان عورتوں نے اس موقع پر بھی کمال جانفشانی کی۔ خالد رضی اللہ عنہ فوراً موقعہ پر پہنچ گیا جس کے پہنچتے ہی نقشہ جنگ بدل گیا۔ خالد کی تلوار [illegible] دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے اور واپس ہوئے۔ اس لڑائی میں قبیلہ دوس نے جنکے علم بردار ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تھے بنو غسان کو ایسی شکست دی کہ ان کا صلیبی شاندار علم بھی چھین لیا تھا۔

اس کے بعد پھر جنگ مبارزانہ شروع ہوئی جن میں رومیوں کی طرف سے جبلہ شاہ غسان اور شاہ لان نے باری باری سے خوب جوہر دکھائے اور اہل اسلام کی طرف سے شرجیل بن حسنہ جو ہمیشہ روزہ دار رہتے تھے اور رات کو شب بیداری کرتے تھے اور ضرار بن الازور اور اخیر کو زبیر بن العوام نے کئی ایک مخالفوں کو تہ تیغ کیا تھا جس انتقام کے لئے شاہ روس برآمد ہوا۔ خالد نے اس خیال سے کہ زبیر تھک گئے ہونگے ان کو واپس بلا لیا۔ اور خود مقابلہ کا ارادہ کیا۔ شاہ روس کو اپنی جوانی اور مہارت جنگی پر کمال وثوق تھا لیکن مقابلہ کے وقت معلوم ہو گیا کہ [illegible]

چو خورشید [illegible]

شکوہ خالدی کے سامنے یہ داؤ پیچ ہیں۔ اگرچہ بہت کچھ ہمت دکھائی۔ مگر آخر جان دینی ہی پڑی۔

خالد رضی اللہ عنہ نے مناسب سمجھا کہ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ عقب لشکر میں رہیں تاکہ پہلے کی شان [illegible] ابوعبیدہ کو دیکھ کر [illegible] کریں [illegible] ابوعبیدہ [illegible] عقب فوج میں جا کھڑے ہوئے اور اُن کی جگہ قلب میں سعید بن زید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے یہ تجویز بہت مفید ثابت ہوئی۔ نازک موقع جنگ میں ایسی تجویز کا سوجھنا خالدؓ کے استقلال طبیعت اور اعلیٰ مہارت جنگی اور فراست کا پورا ثبوت ہے۔

خالد رضی اللہ عنہ نے فوج سے مخاطب ہو کر یوں کہا۔ اے مہاجر و انصار و اصحاب کبار و اے مسلمانان باوقار کفار کی یہی فوج چیدہ اور زبردست تھی جسکو تم مار کر بھگا چکے ہو اور اُس کی تندی اور زور کو توڑ چکے ہو۔ اب صرف ایک حملہ کی کسر ہے۔ میرا ساتھ دو۔ چونکہ تمہاری لڑائی محض حصول رضائے الٰہی کے لئے ہے اور کفار بہ ترغیب شیطان لڑتے ہیں۔ اس لئے فتح ہم کو ہوگی چنانچہ خدا فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْۤا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا[1] صبر و ثبات جو شیوہ مجاہدین ہے اختیار کرو۔ فتح و نصرت خدا کے اختیار ہے قلّت و کثرت کا کچھ اعتبار نہیں چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِیْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝[2] اور اس کی صداقت تم کئی معرکوں میں دیکھ چکے ہو۔ اور یقین ہے کہ وہ ذات مقدس کہ جس کی توحید

---

[1] سورۃ نساء پ۵۔ جو ایمان رکھتے ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جو دین اسلام سے منکر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں مسلمانو تم شیطان کے طرفداروں سے لڑو شیطان کی سب تدبیریں بودی ہیں۔ [2] [illegible]

زندہ رہ سکے۔ آپ صحابہؓ شوقِ شہادت میں جان بکف ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر بعد کفار کا فیصلہ کیا چاہتی ہے اور ابھی پاک کلام تنزیل جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا کی تجلیات سے کام کو ثابت کریگا۔ پس صبر کرو۔ ہمت کرو۔ نیت درست رکھو اور ثابت قدمی سے مقابلہ کرو۔ وہیں تقریر ختم کی تھی کہ اتفاق ہوا کہ مسلمانوں نے ہر طرف سے حملہ کیا اور رومیوں نے تیر برسائے۔ کفار کی تیر آندھی کی طرح آتی تھیں۔ ہٹنے پر مجبور ہوگئیں۔ مگر غازیان اسلام اس تیزی اور شدت حملہ میں اس قدر آگے بڑھ گئی کہ رومی مورچوں کی زد میں آگئے۔ جو سپہ سالار روم کا عین منشا تھا۔ ایک ایک منٹ میں لاکھوں تیر زہر آلود مجاہدین پر پڑنے لگے۔ خالدؓ نے یہ دیکھ کر کہ اس تیر بارانی سے سواروں کو سخت نقصان کا احتمال ہے۔ اور پیچھے ہٹنا بھی خالد رضی اللہ عنہ جیسے غیور۔ اور مشہور سالار کے لیے سخت ناگوار تھا ہاشم بن عتبہ کمانڈر افواج پیادگان کو حکم دیا کہ فوج پیادہ کو آگے بڑھائے۔ اور تیر برسائے۔ اگرچہ ہاشم اور اس کی بہادر فوج نے کمال چستی اور بہادری سے تیر اندازوں کو جواب دیا۔ لیکن مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا۔ سات سو مسلمانوں کی صرف آنکھیں ہی ضائع ہوگئیں۔ ابو سفیان اموی جس کی ایک آنکھ غزوہ حنین میں تلف ہوئی تھی۔ دوسری آنکھ اس جنگ میں جاتی رہی۔ اور اندھا ہوگیا۔ مالک بن حارث نخعی جو امیر المومنین علی علیہ السلام کے مشہور جانباز سرداروں میں سے شمار ہوتے ہیں۔ ان کی ایک آنکھ بھی جاتی رہی مالک جوش غصہ میں تلوار کھینچ کر رومی فوج میں گھس گیا۔ اور بیسیوں کو قتل کر کے اور بہت سے زخم کھا کر واپس ہوا۔ غضب یہ ہوا کہ ہاشم کمانڈر پیادگان

لہ بنی اسرائیل پ ۱۵ اور کہدو کہ بس دین حق آیا اور دین باطل نیست و نابود ہوا اور دین باطل تو نیست و نابود ہونے والا ہی تھا ۱۲

اسلام کی ایک آنکھ بھی باقی رہی جس سے اُن کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مگر
امیر خالد رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ کل پیادہ فوج گھٹنے ٹیک کر زمین پر ڈھالوں
کی آڑ میں بیٹھ جائے اور اس سخت تیر باری سے اپنے آپ کو بچائے۔ اس نتیجہ
سے اسلامی فوج کے پاؤں جم گئے۔ اور [illegible] فوج کثیر اور [illegible] کی
[illegible] ہوا مشکل ہے۔ [illegible]
ہوگی اور فیصلہ [illegible]

عیسائی فوج کی [illegible] دیکھ کر خالد رضی اللہ عنہ [illegible] بہادر [illegible]
عکرمہ بن ابی جہل نے پکار کر کہا کہ کون مشتاق شہادت ہے [illegible]
موت پر بیعت کرے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ کے چچا حارث بن ہشام اور [illegible]
ضرار وغیرہ بہادروں نے عکرمہؓ کا ساتھ دیا۔ اور اللہ اکبر کے نعرے مارتے ہوئے
مخالفوں پر جا پڑے اور داد شجاعت دینے لگے۔ عین معرکہ جنگ اور دشمنوں کی
ہجوم میں [illegible] رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عمرو کے شوق شہادت میں [illegible]
نیچے گر پڑے۔ امیر خالد [illegible] دیکھ کر [illegible]
رستخیز ہے اور تمہارے جیسے بہادر سردار کی موت اسلام کو سخت نقصان دیگی
عاشق اسلام عکرمہ نے جواب دیا کہ جاہلیت میں تو میں بتوں کی خاطر سخت لڑتا تھا
کیا آج خدائے لاشریک لہٗ کی توحید کے لئے کوتاہی کر سکتا ہوں۔ تم مجھ سے
مجھ سے پہلے ایمان لائے اور سابقوں میں داخل ہوئے۔ مجھ سے اور میرے
باپ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ تکلیف پہنچتی رہی۔ میں آج اسلام
کی ایسی خدمت کروں کہ تلافی مافات ہو سکے۔ اور میرے گناہوں کے محو کرنے
کے لئے شمشیر سے بہتر کوئی علاج نہیں ہے۔ بمصداق اِنَّ السَّیفَ مَحّاءُ لِلخَطایا
وادخل من ای ابواب الجنۃ شاء (مشکوٰۃ) جو مسلمان مذہبی لڑائی میں تلوار سے مارا جائے
اس کے گناہ محو کر دیتے جاتے ہیں اور اسے شہید کے لئے بہشت کے تمام دروازے کھلے ہوتے ہیں جس سے
چاہے [illegible] داخل بہشت ہو سکتا ہے۔

میں آج ادا سے میں شہید ہو جاؤنگا اور سابقہ گناہوں کا کفارہ کرونگا۔ شعر

شوم کشتہ گر من براہ خدا ۔ بسر نہم تاج عفو خدا
چو غوطہ زنم من بدریائے خوں ۔ کنم روئے سرخی سپید از زبوں
چو رفتن ضرور است زیں گنبدہ ۔ بہ از آں بود کہ میرم بہ تیغ و تبر
شہیدے کہ جاں در رہش میدہد ۔ بحشر بسر تاج عزت نہد
ترحم بجز ذات باری نکس ۔ شہادت مرا آرزوئے است و بس

عکرمہ رضی اللہ عنہ جو نشہ شہادت میں چور تھا کب مانتا تھا۔ فوج مخالفت میں گھس گیا اور قیمتی خون اور اسلامی شمشیر کے جوہر دکھانے لگا۔ اور بہتوں کو مارکر اور شوکت اسلام دکھا کر زخمی ہو کر مع اپنے بیٹے اور چچا کے گرا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن عکرمہ کے بدن پر ستر سے زیادہ تلوار نیزہ تیروں کے زخم تھے۔

کہتے ہیں کہ حالت نزع میں کوئی مسلمان حارث بن ہشام کے پاس پانی پینے کو لایا۔ پاس ہی عکرمہ پڑے تھے۔ پانی کی خواہش ظاہر کی حارث نے پانی خود نہ پیا اور عکرمہ کی طرف بھیجدیا۔ اور جوں ہی عکرمہ کو پانی پلانے لگے۔ عیاش بن ابی ربیعہ نے جو پاس ہی جان توڑ رہے تھے پانی کی طرف دیکھا۔ عکرمہ نے پانی منہ تک نہ لگایا۔ اور عیاش کے پاس بھیجدیا۔ مگر وہ پہلے ہی فوت ہو چکے۔ حارث اور عکرمہ نے پانی پہنچتے پہنچتے جان دیدی اور کسی نے بھی نوش نہ کیا۔ یہ ایثار کا اعلیٰ نمونہ ہے جو مرتے وقت ان بزرگانِ دین نے مسلمان بھائیوں کی ہمدردی دکھا کر ثابت کردیا کہ سچے مسلمان اسلام پر اس طرح جان فدا ہوتے ہیں۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جس قسم کے ایثار و اتفاق کی تعلیم دی ہے۔ اس کا عملی ترقی اسلام کا یہی مجرب نسخہ تھا۔ جسکا استعمال اہل اسلام نے چھوڑدیا۔ اور اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے عکرمہ کے ساتھ ہی کل فوج سواروں کو لیکر اس انداز

اور جستی سے حملہ کیا طرفۃ العین میں رومی تیراندازوں کی زد سے نکل کر یونانی مورچوں میں جا پڑے اور ایسی عقلمندی اور لیاقت جنگی سے لڑائی کا ڈھنگ ڈالا کہ غنیم مخالف کے سواروں اور پیادوں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا اور لگاتار حملوں سے دشمن کو جمعیت بندی کا موقعہ نہ دیا۔ اگرچہ عیسائیوں نے حتی الوسع مقابلہ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اور صلیب کے بچاؤ میں حیرت ناک بہادری دکھائی مگر فوج کی بے انتظامی اور غازی موحدین کی مجاہدانہ تیغ زنی سے گھبرا گئی۔ یہانتک کہ خالد رضی اللہ عنہ جو سپہ سالار روم کے خیمہ تک جو عقب لشکر میں ایک بلند اور محفوظ جگہ پر نصب تھا۔ عیسائیوں کو دباتا اور کاٹتا ہوا جا پہنچا۔ اگر باہان نہ بھاگ جاتا تو امیر خالد کی قید میں آ جاتا تھا۔ مگر وہ اپنی فوج کی شکست اور سیف اللہ کی تیز برش کو دیکھکر بھاگ گیا تھا۔ جو دمشق کے قریب ایک مسلمان کے ہاتھ سے گمنامی کی حالت میں مارا گیا۔ خالد نے دمشق تک تعاقب کیا۔ ستر ہزار عیسائی میدان جنگ میں قتل ہوئے۔ اور بھاگتے وقت دریا میں ڈوب کر اس سے زیادہ تلف ہوئے۔ کروڑوں کا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ جو اس رقم سے کئی گنا زیادہ تھا جو قبل از جنگ باہان دیتا تھا۔ اور یہ امیر خالد رضی اللہ عنہ کی نیک نیتی کا ثمرہ تھا۔ چنانچہ بعد نکالنے خمس کے ایک ایک سوار کو چوبیس چوبیس ہزار مثقال اور ہر ایک پیادہ کو آٹھ آٹھ ہزار مثقال سونا ہی ملا تھا۔ چاندی اور دیگر مال و اسباب و اسلحہ وغیرہ سامان جنگ اس کے علاوہ تھا۔ مسلمان اس لڑائی میں تین یا چار ہزار شہید ہوئے تھے۔ اور عیسائی چالیس ہزار قید ہوئے ؎

جنگ اجنادین

اکثر مورخین کا قول ہے کہ اجنادین کی لڑائی یرموک کے بعد ہوئی تھی۔ اور

بعض مورخ لکھتے ہیں کہ یرموک سے پہلے ہوئی تھی۔ اجنادین علاقہ فلسطین میں مابین شہر رملہ اور بیت جبرین کے واقع ہے۔ یرموک کی فتح کے بعد مسلمانوں نے دمشق کا رخ کیا تھا کہ اسی اثنا میں پتہ لگا کہ شہنشاہ ہرقل نے پھر ایک دفعہ قسمت آزمائی کا ارادہ کیا ہے اور اپنے بھائی تذارق اور دردون گورنر حمص کے ماتحت نوے ہزار فوج روانہ کی ہے۔ غالباً یہ حوصلہ شہنشاہ ہرقل کو امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال اور امیر خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی کے سبب سے ہوا تھا اسکا خیال تھا کہ جس طرح اور دنیاوی سلطنتوں میں بادشاہ کے فوت ہوتے ہی فتنہ و فساد یا کم سے کم ضعف و وہن آجاتا ہے۔ اسی طرح اسلام کی جدید ریاست میں تو یقیناً اختلال آگیا ہوگا۔ اور خالد ظفر جنگ مثل دیگر جاہ پرست جرنلوں کے بیدل ہو گیا ہوگا۔ اور سپہ سالار حال وہی ابوعبیدہ ہے جو عہد صدیقی میں کمزور ثابت ہو چکا ہے۔ ان خیالات نے اُسے اکسایا۔ مگر مقابلہ کے وقت معلوم ہو گیا کہ اسلام ایک جمہوری نظام کے ماتحت ہے۔ موروثیت سے اُسے کوئی تعلق نہیں۔ فیض محمدی نے ہر ایک فرد میں قوم کا پورا زور بھر دیا ہے۔ اور قرآنی تعلیم نے کئی ایک اصحاب کو خلافت کے جلیل القدر منصب کے لائق بنا دیا ہے۔ اشاعتِ توحید میں خواہ انہیں کیسی ہی دنیوی خفت ہو اپنی مجاہدانہ کوشش میں ذرہ بھی قدم پیچھے نہیں ہٹاتے۔ اور حمایت اسلام میں عام سپاہی اور جرنل کے فرائض میں کچھ فرق نہیں سمجھتے۔ امیر کا حکم خواہ ان کی ذاتی امتیاز کے مخل ہی ہو لیکن تعمیل تہ دل سے کرتے ہیں۔ اور کسی قسم کا تغیر اُن کے مجاہدانہ ارادوں میں کسر نہیں آنے دیتا۔ وہ رضائے الٰہی کے طالب ہیں۔ عہدہ اور منصب ان کی نگاہ حق پرست میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ غرضیکہ شاہ ہرقل نے اسلام کی صداقت اور خالد رضی اللہ عنہ کی طبیعت کے اندازہ کرنے میں غلطی کھائی اور مقام اجنادین میں لشکر جمع کیا۔ اِس لئے سپہ سالار اسلام نے بھی اجنادین کا رخ کیا۔ اور دمشق

جو لوگ ایمان لائے اور کفار کی شرارتوں سے تنگ آکر ہجرت کی اور ترقیِ اسلام کے لئے اپنے جان و مال کو خرچ کیا اور جنگ کیا اللہ کے ہاں انکی سب سے زیادہ بڑی عزت ہے۔ یہی لوگ مراداتِ دوجہانی کو پہنچے ہیں انکو خدا کی رحمت کی خوشنودی اور بہشت کی نعمتوں کی خوشخبری دو جس میں ہمیشہ تک رہنا ہوگا۔

یہ تمام درجات ابدیہ جنکا اس آیۃ کریمہ میں ذکر ہے بعد ایمان جان و مال کو اللہ کے راہ میں محض حمایت اسلام کے لئے خرچ کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور آپ بارہا خلوص دل سے حاصل کر چکے ہیں۔ بڑے بڑے جرّار لشکروں کو جو توحید باریتعالےٰ کی اشاعت کے مانع تھی بھگا چکے ہیں آج کا میدان اگر آپ نے مار لیا۔ تو پھر عیسائیوں کی کمر ہمت بالکل ٹوٹ جائیگی۔ اور ان کا مغرور بادشاہ پھر فوجیں اس قدر کثرت کے ساتھ جمع نہیں کر سکیگا۔ اور یہ کام تمہاری ہمت سے کچھ بعید نہیں ہے جہاد فی سبیل اللہ ہے ثواب اور نجات کا خیال رکھو۔ مقابلہ کفار سے بھاگنا۔ عذاب الٰہی میں گرفتار ہونا ہے جم کر لڑو۔ صف بندی کو ٹوٹنے نہ دو۔ پیٹھ نہ دکھاؤ۔ اپنی جانیں لڑاؤ اور بہشت کو مول لو۔ خدا یتعالےٰ فرماتا ہے۔ آیۃ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ جان و مال جو آخر زوال پذیر ہیں اور جن کا قیام و ثبات محض چند روزہ ہے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

— میں بعد وقت ظہر حملہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے آپ صرف جنگ دفاعی اور احتیاطی کرتے رہیں۔ دشمن کے حملات کا جواب دیتے رہو۔ جب تک کہ عام حملہ کا حکم نہ دیا جاوے۔

خالد رضی اللہ عنہ قلب لشکر میں جا کھڑے ہوئے اور بہادرانِ اسلام نے لڑائی کو طول دینے کے لئے مبارزانہ جنگ شروع کی سب سے پہلے شیر دل ضرار بن الازور میدان میں نکلے اور اس مضمون کا رجز پڑھنے لگے۔ قطعہ

منم ضرار بفوجِ عدو ضرر آرم — گہ نبرد ز تیغ و سناں شرر بارم
ز قوم ارمن و یونان و روم و افرنجہ — مرا چہ باک کہ شمشیر جانستاں دارم

جب عیسائیوں کو معلوم ہوا کہ یہی ضرار ہے کہ جو کبھی ننگے بدن اور کبھی زرہ پہنکر لڑتا ہے اور یہی جنرل وردان کے بیٹے حمران کا قاتل ہے۔ وردان نے للکارا کہ کون بہادر آج میرا بدلہ لیگا اور میرے کلیجے کو ٹھنڈا کریگا۔ یہ سنکر گورنر طبرستان جو ایک آزمودہ کار بہادر تھا ضرار پر حملہ آور ہوا۔ تین گھنٹہ تک لڑائی ہوتی رہی اور دونوں نے جنگی کرتب دکھاکر ناظرین کو حیران کردیا۔ مگر آخر ضرار نے نیزہ جانستان سے حریف کو ہلاک کیا۔ بعد ازاں جنرل اصطفان مقابل ہوا جس کے گلے میں سونے کی صلیب تھی اور نہایت قیمتی وردی پہنے ہوئے تھا ایک نے دوسرے پر شمشیر و سنان کے کئی وار کئے۔ لیکن ہر ایک اپنی مہارت جنگی کے سبب سے بال بال بچتا رہا۔ دونوں جوان پسینے میں تر بتر تھے۔ چونکہ گھوڑے تھک گئے تھے اس لئے دونوں پاپیادہ ہوگئے۔ اصطفان کے لئے فوراً کوتل گھوڑا آپہنچا جس کو کہ ضرار نے بعد قتل سائیس چھین لیا اور خود سوار ہوگیا۔ رومی یہ حالت دیکھ کر سمجھ گئے کہ اب اصطفان کی رہائی مشکل ہے۔ بہادر سردار وردان دس سوار لیکر اصطفان کی مدد کو آپہنچا۔ جس کے دیکھتے ہی خالد رضی اللہ عنہ بھی دس سوار لیکر ضرار کی مدد کو جا پہنچا اور للکار کر کہا کہ **شعر**

تنکار منتی کجا مے روی — ستم خنا لیز دست رومی
سرت را سپارم بسم ستور — اگر تیز شمشیری و گر پیل زور
بہ توحید یزداں بجو الحم ترا — ز تثلیث باطل تیرا نشا
وگرنہ بیا دست گرداں بہیں — کہ گردید بتو شاہ یونان زمیں

خالد کا ہیبت ناک نام سنتے ہی وردان بھاگ گیا۔ لیکن ضرار نے اپنے حریف کو مار لیا۔ بعد ازاں ارمنی اور یونانی زبردست تیر اندازوں نے سخت تیر باراں کی۔ اور لشکر اسلام کو نقصان پہنچایا۔ مسلمان چونکہ صرف بچاؤ کی لڑائی لڑ رہے تھے۔ اس سے

عیسائیوں کو مسلمانوں کی کمزوری کا خیال پیدا اور فوج اسلام کے میمنہ اور میسرہ پر کیبارگی ٹوٹ پڑے۔ اگرچہ مسلمان خوب سینہ سپر ہو کر لڑے مگر رومی بہادروں نے چند مورچے چھین لیے۔ لیکن اب ان کا جوش اور زور کم ہو گیا تھا۔ جس کو محسوس کرتے ہی خالدؓ نے عام حملہ کا حکم دیدیا۔ اور اپنی مشہورانہ عادت کے موافق سب سے پہلے اپنے ہمراہی رسالہ سمیت تکبیر کہتا ہوا دشمن پر جا پڑا۔ اور یہ حملہ ایسے نظم ونسق اور تندی سے کیا گیا کہ رومیوں کو صرف مفتوحہ مورچوں ہی سے نکلنا نہ پڑا۔ بلکہ اپنے کئی مورچوں سے بھی ہاتھ اٹھانا پڑا۔ مگر چونکہ رات ہو گئی اس لئے فیصلہ نہ ہوا اور طرفین اپنے اپنے کیمپ کو واپس چلے گئے۔ جنرل وردان نے رات کو سرداران لشکر سے مشورہ کیا کہ عربوں سے کھلے میدان لڑ کر عہدہ برآ ہونا مشکل ہے۔ کوئی فریب کیا جائے۔ تجویز یہ ٹھہری کہ اسلامی لشکر کی جان خالد ہے۔ اس کو کسی طرح ہلاک کیا جائے۔ پھر باقی عربوں کا بھگانا آسان ہے۔ صلح کی تحریک کی جائے اور خالد کو تنہا بلایا جائے۔ ادھر سے وردان مقرر ہو۔ جائے ملاقات دونوں فوجوں کے عین درمیان قرار پائے۔ اس جگہ کے کہیں قریب دس جوان بہادر کمین میں بٹھلائے جائیں۔ مناسب وقت پر وردان اشارہ یا کوئی خاص بولی دے۔ گھات والے جوان فوراً نکلکر خالد کا کام تمام کر دیں۔ یہ تجویز ٹھان کر داؤد نامی سفیر کو ابو عبیدہ بن الجراح کے پاس بھیجکر تجویز صلح کے لیے خالد رضی اللہ عنہ کو طلب کیا گیا۔ مگر سفیر مذکور نے جب اسلامی کیمپ میں جا کر مسلمانوں کی سادگی زہد وعبادت تقوے ورع اخلاص وانکساری قناعت وپرہیزگاری اور پرزور ایمانی صداقت کا مقابلہ عیسائیوں کی تن پرستی عیاشی ریاکاری غرور وجاہ طلبی مردم آزاری بدعہدی کمزور ایمانی طاقت سے کیا۔ اسلام کی حقیقی نورانی صداقت نے اس کے دل میں سخت اثر کیا اور سمجھ گیا کہ ان مسلمانوں کے قول وفعل میں ذرہ بھر فرق نہیں۔ انکا ہر ایک فعل رضائے الٰہی کے حصول پر مبنی ہے۔ ان کا

جنگ و جدل بھی ذاتی غرض کے لئے نہیں بلکہ محض بنی آدم کی بہبودی کے لئے ہے۔ اُن کی کوشش توحید باری تعالےٰ کے پھیلانے کے لئے اور کفر و شرک کے دُور کرنے کے لئے ہے۔ جس کفر و شرک سے انسانی عزم و استقلال و روحانی کمال کے حصول میں رکاوٹیں پیدا ہو کر انتظام تمدن میں سخت ہرج و مرج واقع ہوتا ہے۔ ان تمام خرابیوں کے دفعیہ کے لیے مسلمانوں کی قلیل جماعت جان و مال سے ہاتھ دھو کر دنیا کے زبردست طاقتوں کے موانع کو دُور کرنے کے واسطے جہاد پر مامور ہیں جس میں وہ کامیاب رہتے ہیں۔ غرضیکہ ان خیالات نے سفیر کو عیسائی مذہب سے متنفر اور مسلمانوں کے عمل نیک کے نمونہ کی جانب مائل کر دیا۔ اور دل سے مسلمان ہو گیا اور علیحدہ ہو کر ابو عبیدہ رضؓ سے عیسائیوں کے فریب کا حال بیان کیا۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے خالد رضؓ سے ذکر کیا۔ جس اللہ کے بندے نے وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ[1] پڑھکر کہا کہ حافظ حقیقی میرا ناصر و مددگار ہے۔ کفار کو اُن کے فریب و مکر کا مزہ چکھا ئیگا۔ کچھ ڈر نہیں۔ خاطر جمع رکھیں۔ عیسائیوں کو کہلا بھیجئے کہ خالد وقت مقررہ پر مقام معینہ میں پہنچ جائیگا۔ اس اطلاع کے پہونچنے پر رات کے وقت وردان نے دس چیدہ جانباز بہادروں کو کمین گاہ میں بھیجدیا اور سمجھا دیا کہ جب میں آواز دوں تو کمین سے نکل کر خالد کو مارلو۔ ان لوگوں کو چونکہ دشمن کی طرف سے کوئی خطرہ نہ تھا۔ ہتھیار اُتار کر معمولی احتیاط سے سو رہے۔ ادھر خالد رضؓ نے کچھ رات گذرے دس شہسوار مثل معاذ بن جبل۔ سعید بن زید عدوی رضؓ مسیب بن نخبۃ الفزاری رضؓ۔ رافع بن عمیرۃ الطائی رضؓ۔ عدی بن حاتم طائی رضؓ۔ ضرار بن الازور۔ قیس بن ہبیرۃ المرادی وغیرہ غازیوں کو کمین گاہ کی طرف روانہ کیا۔ جنہوں نے نہائت ہوشیاری اور احتیاط سے دشمن کو خواب غفلت میں جا دبایا۔ اور دسوں کو مار ڈالا۔ اُن کی رومی وردی پہنکر

---

[1] سیپارہ ۳ سورۃ آل عمران ۔ کافروں نے داؤ کیا اور اللہ نے بھی داؤ کیا اور اللہ سب داؤ کرنیوالوں اور تدبیر سوچنیوالوں سے بڑھ کر ہے

[illegible] گھات میں چھپ رہے۔ جب صبح ہوئی تو جنرل وردان جائے ملاقات پر پہنچ کر [illegible] طالب ہوا [illegible] اور سادگی سے وہاں پہنچے۔ وردان نے دھمکانا شروع کیا۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ صلح کی گفتگو نہیں ہے

بہراسانی انیسہ پولاد را بکر برگ ساکن کنی باد را
ندانی بایں تیغ خاراشگاف چہ سرہا بریدم بروز مصاف
بہ یرموک سیدی چساں تاختم چہ گردن کشاں را سر انداختم
کنز باتان بدان لشکر بے شمار اگرچہ نمودہ سبے کارزار
ولیکن زمن گوئے سبقت نبرد بمیدان خواری و زاری بمرد
شنیدی تو ہم راماتے ساختم بایراں زمیں لرزہ انداختم
ترا کے تواں باشد [illegible] [illegible] پیش [illegible]
[illegible] مصطفے [illegible] گزیدہ شوی تا بدنیا [illegible]
[illegible] تیغ [illegible] [illegible]

وردان جسکو اپنی فریب [illegible] کاری پر بھروسا تھا۔ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ اور امیر خالد رضی اللہ عنہ کے بازو پکڑ لئے اور اپنے رفقا کو آواز دی۔ مگر وہ ایسی نیند سو رہے تھے کہ انکا جاگنا قیامت تک ممکن ہی نہ تھا۔ بجائے انکے عوض میں غازی مسلمان پلک [illegible] اجل کی طرح وردان کے سر پر جا پہنچے اور وردان کا سر اڑا دیا۔ امیر خالدؓ نے نعرۂ تکبیر سے اسلامی لشکر کو حملہ کا حکم دیا۔ اور سب سے پہلے وردن کا سر نیزہ پر رکھ کر عیسائیوں پر جا پڑا جو اپنے جنرل کا سر دیکھ کر حواس باختہ ہو گئے۔ اگرچہ اکثر بہادر قومی جوش میں خوب لڑے لیکن بیدلی اور گھبراہٹ میں کیا ہو سکتا ہے مسلمانوں کے پے در پے حملات کی تاب نہ لا سکے۔ اور میدانِ جنگ اور تعاقب میں پچاس ہزار رومی مارے گئے اور لاکھوں کا مالِ غنیمت ہاتھ لگا۔ شاہ ہرقل کے بھائی کے

خیمہ میں امیر خالد نے داخل ہو کر دوگانہ شکرانہ ادا کیا اور کا بھائی میدان جنگ میں مارا گیا۔

فتح دمشق

اس فتح کے بعد دمشق کا محاصرہ کیا گیا اور کچھ فوج قلعہ فحل۔ اردن۔ حمص فلسطین کے راستوں پر مقرر کی گئی۔ تاکہ محصورین دمشق کو کسی طرف سے امداد نہ پہنچ سکے۔ چنانچہ جو کمکی فوج شہنشاہ ہرقل نے روانہ کی تھی اس کو ذوالکلاع حمیری وغیرہ سرداران اسلام نے روک دیا۔ دمشق ایک نہایت مضبوط قلعہ اور قدیم شہر تھا۔ وہاں کا گورنر توما شاہ ہرقل کا داماد تھا جو ایک جنگی تجربہ کار اور بہادر جنرل تھا۔ سامان رسد و جنگ وہاں بافراط موجود تھا۔ سپاہ بھی بکثرت تھی۔ مسلمانوں نے اگرچہ بہت زور لگایا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ دو ماہ دس یوم کامل محاصرہ رہا۔ اس اثنا میں معمولی نتائج کی لڑائی کے علاوہ جو روزمرہ فریقین میں ہوتی رہتی تھی۔ چند بار عیسائی بہادروں نے قلعہ سے نکل کر بھی میدان کارزار گرم کیا اور خوب داد شجاعت دیکر اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا کر قلعہ میں واپس جاتے رہے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جب یہ ایام محاصرہ کو طول ہوا۔ تو گورنر دمشق نے پر جوش مذہبی تقریر کے بعد فوج کو اس بات پر آمادہ کیا کہ عربوں کو بے خبری میں جا دبائیں۔ بالاتفاق یہ تجویز قرار پائی کہ کل علے الصباح پو پھٹتے ہی تمام فوج یکبارگی دروازہ کھول کر مسلمانوں پر جا پڑے۔ چنانچہ وقت مقررہ پر رومی فوج ہر ایک دروازہ سے نکل کر دلیری سے حملہ آور ہوئے مسلمان بے خبر تھے۔ کوئی نماز پڑھ رہا تھا۔ کوئی وضو کر رہا تھا۔ کوئی قرآن خوانی میں مشغول تھا۔ کوئی دیگر ضروریات میں مصروف تھا کہ پہرہ والوں نے سرداروں کو اطلاع دی۔ مسلمانوں کی سپاہیانہ سادگی اور تابعداری مشہور ہے۔ حکم ملتے ہی

فوراً تیار ہو گئے اور اپنے اپنے مورچہ کو سنبھال لیا۔

خود گورنر دمشق اس دروازہ سے لڑا کرتا تھا جس پر شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے دستہ کی تعیناتی تھی اور لڑائی کا زور بھی ادھر ہی تھا یا اس دروازہ پر کہ جدھر ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تھے۔ اس لڑائی میں مسماۃ ام ابان کا بہادر شوہر [illegible] کے تیر سے مارا گیا۔ ام ابان نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن پڑھ کر ہتھیار سنبھال لیے اور اپنے شوہر کے قاتل سے انتقام لینے کے درپے ہوئی۔ اور ایک ایسا تیر جوڑ کر لگایا کہ گورنر دمشق کی آنکھ میں نشانہ بیٹھا۔ اور صلیب اعظم اس کے ہاتھ سے گر گئی جس کو مسلمانوں نے جلدی اور بہادری سے اٹھا لیا۔ گورنر اور اس کے ہمراہی بہادروں نے صلیب کے واپس لینے کے لیے سخت کوشش کی۔ مگر نہ ملی۔ گورنر دمشق نے صدمہ چشم کی کچھ پروا نہ کی اور پے در پے حملے کرنے لگے اور مسلمانوں کی صفوں کو چیر کے پھاڑنے لگا۔ اسی گیر و دار میں اس کا مقابلہ شرجیل بن حسنہ سردار لشکر سے ہوا۔ دیر تک جنگ مبارزانہ ہوتی رہی۔ توما نے حضرت شرجیل کو تنگ کر رکھا تھا۔ کہ اتنے میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ جو اپنے مورچہ کے دشمن کو زیر کر چکے تھے شرجیل کے مورچہ پر مخالفوں کا زور سن کر اپنی جگہ رافع طائی کو چھوڑ کر اور چار سو سوار لیکر شرجیل کے پاس پہنچ گئے اور سخت لڑائی کے بعد دشمن کو قلعہ کے اندر جانے پر مجبور کیا۔ اس قسم کی اکثر لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ اور فتح کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ چونکہ محصورین کو قلعہ کی مضبوطی اور فوج و سامان جنگ و خوراک کی کثرت کے سبب سے ہر طرح اطمینان خاطر تھا اس لیے ایک رات گورنر دمشق نے اپنے ہاں بیٹا پیدا ہونے کی تقریب میں ایک عام دعوت کی اور محفل رقص سرود گرم ہوئی۔ شراب کا دور چلنے لگا۔ چونکہ ایک شاہی جلسہ تھا اس لیے تمام فوج اور شہر والوں نے خوشی اور سرود میں حصہ لیا۔ حتیٰ کہ [illegible] یہ مجلس [illegible]

شامل اور اپنی ڈیوٹی سے غافل ہو گئے۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ رات کو کم سویا کرتے تھے۔ انکا وقت عموماً خدا کی یاد میں گذرتا تھا یا جنگی تدابیر کے سوچنے میں۔ شہر میں باجے و ہو کا شور سنکر سبب دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ شاہی جلسہ ہو رہا ہے۔ بھلا خالد جیسا نڈر بہادر ایسے موقع کو ہاتھ سے کب جانے دیتا تھا۔ فوراً اٹھے اور ایک سو بہادر کو ساتھ لیا۔ شہر پناہ کے نیچے پانی سے خندق بھری تھی۔ مشک کے ذریعہ پار اترے اور کمند ڈال کر دیوار پر چڑھ گئے اور اوپر جا کر رسی کی سیڑھی کنگروں سے اٹکا کر نیچے لٹکا دی۔ اور اس ترکیب سے سو بہادروں کو فصیل پر چڑھا لیا اور پھر دربانوں کو قتل کر کے دروازہ کھول دیا اور اپنی ہمراہی فوج کو جو پہلے ہی تیار کر لی تھی۔ اندر داخل کر لیا اور رومیوں کو تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ گورنر دمشق اگرچہ کچھ فوج لیکر امیر خالد رضی اللہ عنہ کے مقابل ہوا۔ مگر ہزاروں کی موت کا باعث ہوا۔ آخر مایوس ہو کر قلعہ کی ایک برج میں محصور ہو گیا۔ رومیوں نے یہ رنگ دیکھ کر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے جو نرم مزاج تھے۔ درخواست صلح کی۔ چونکہ خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی تدبیر و ہمت و شجاعت سے بے مثل بہادرانہ کارروائی کی تھی اور ابھی وہی ایک دروازہ کھلا تھا جس پر خالد ہی کا دستہ تعینات تھا اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو علم نہ تھا اس لئے عہد نامہ پر دستخط کر دئے جس کے رو سے کل اہل دمشق کو جان و مال سے امان دی گئی۔ ابو عبیدہؓ وغیرہ سرداران تو صلح کی حالت میں داخل دمشق ہوئے اور خالد رضی اللہ عنہ فتح کا پھریرا اڑاتا شمشیر بکف آ رہا تھا کہ دونوں سرداروں کا ملاپ عین وسط شہر میں بڑے گرجا کے پاس ہوا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اور میرے ساتھیوں نے جان پر کھیل کر اس مضبوط شہر کو بزور شمشیر فتح کیا ہے۔ قابل امان نہیں ہے۔ مگر ابو عبیدہؓ نے کہا کہ میں امان دے چکا ہوں اور ایک عام مسلمان کی ذمہ داری بھی کل مسلمانوں کو جوابدہ قرار دیتی ہے۔ اسلام میں عہد شکنی اور وعدہ خلافی حرام ہے۔ اس حقیقت پر

کی عالیشان فتح کے بعد (جو طویل محاصرے کے بعد محض آپ کی بے نظیر شجاعت اور تدبیر سے حاصل ہوئی ہے) کمزور دشمن کو امان دینا اور اُن کے کروڑوں کے مال و متاع کی پروانہ کرنا اسلام کی فیاضی اور فراخ حوصلگی ظاہر کریگا۔ گو ہم سے دستخط بے خبری میں کر دیئے گئے ہیں اور رومیوں نے ایک قسم کا دھوکہ دیا ہے لیکن اسلام میں عہد شکنی اور وعدہ خلافی حرام ہے آپ جانے دیجئے۔ آخر خالدؓ نے مان لیا اور حکم دیا گیا کہ تین دن تک امان ہے بعد ازاں اہل دمشق میں سے جو جزیہ دینے اور اطاعت قبول کرنے کے بغیر مسلمانوں کے قابو میں آگیا وُہ داخل عہدنامہ نہیں ہوگا۔ یہ بھی روایت ہے کہ امیر خالدؓ نے قلعہ دمشق کے نیچے سُرنگ لگا کر اور چند بہادروں کو شہر میں سُرنگ کے راستہ داخل کیا تھا اور محافظانِ دروازہ کو مار کر دروازہ کھول دیا تھا۔ بہر حال جس طرح کہ وُہ میدانی معرکوں میں جنگی لیاقت اور شجاعت دکھا کر بے نظیر جنرل ثابت ہو چکے تھے۔ اسی طرح اس عالیشان شہر کی فتح سے خالد رضی اللہ عنہ کی قلعہ شکن لیاقت ظاہر ہوئی۔ اور ثابت ہوگیا کہ خالد کی ہمت و تدبیر کے سامنے دشت و جبل قلعہ و میدان بحر و بر یکساں وزن رکھتے ہیں۔

اُسکا عزم بالجزم ہر ایک مشکل کے حل کرنے کے لئے تیار ہے وُہ اپنی ذہین اور مستقل طبیعت سے وقت کے موافق نئی نئی تدبیریں سوچ سکتا ہے اور کامیاب ہو سکتا ہے۔ خالد رضی اللہ عنہ کا جھنڈا ابطور یادگارِ فتح صدیوں تک دمشق کی جامع مسجد پہ لہراتا رہا +

جنگ مرج الدیباج

تمام فوجی اشخاص اور کچھ لوگ رعایا میں سے جنکو مسلمانوں کی اطاعت میں رہنا منظور نہ

نہ تھا اپنا کل مال و اسباب لیکر گورنر دمشق کے ساتھ شہر سے نکل گئے اور گورنر نے بھی تمام خزانہ اور ریشمی اسباب اور جنگی سامان نفیر و قطمیر سمیٹ لیا۔ باقی ماندوں نے اطاعت مان لی۔ بخاو پوری آزادی سے اسلام کی حفاظت میں لیا گیا اور شہر میں بخوبی امن و امان قائم کیا گیا۔ لیکن خالد رضی اللہ عنہ کو دمشق کی فوج جرار سے جو تمام ساز و سامان لیکر صحیح و سالم نکل گئی تھی۔ خیال کہ شہنشاہ ہرقل اس فوج سے ضرور مفید کام لیگا۔ اور یہ فوج حمص یا انطاکیہ کی فوج سے مل گئی تو سخت تکلیف دہ ثابت ہوگی۔ پس امیر خالد رضی اللہ عنہ نے دل میں ٹھان لیا کہ جس طرح ہو سکے یہ فوج اور سامان قبل اس کے کہ مخالف کو فائدہ پہنچا سکے کسی طرح غارت کیا جائے۔ اس لئے جب تین دن مقررہ گذر چکے تو خالد رضی اللہ عنہ چار ہزار چیدہ سوار لیکر تعاقب میں روانہ ہوا۔

اس فوج کا رہبر یونس نومسلم تھا جو پہلے عیسائی تھا۔ اہل دمشق کے پاس چونکہ بہت کچھ بار برداری اور بھیڑ بھاڑ تھی اس لئے وہ شاہراہ کے راستہ جا رہے تھے اور خالد رضی اللہ عنہ نے ایک غیر مشہور اور دشوار گذار راہ سے جو قریب تر تھی۔ پیچھا کیا اور اس طرح سے پہاڑوں سے نکل کر چند روز بعد دشمن کو ایک چراگاہ میں جا لیا۔ عیسائیوں نے اس خیال سے کہ مسلمان تھوڑے ہیں دلیری سے مقابلہ کیا اور بہادر جرنیل توما نے چند قومی جاں نثاروں کے ساتھ بذات خاص خالد رضی اللہ عنہ کا سامنا کیا۔ خالد رضی اللہ عنہ جو اوّل درجہ کے صابر و محتسب تھے شیر کی طرح مقابلہ میں ڈٹ گئے اور پے در پے حملات کرنے لگے اور توما گورنر دمشق کو ضرب شمشیر سے ہلاک کیا۔ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی کمال درجہ کی شجاعت دکھائی نتیجہ یہ ہوا کہ رومی فوج بھاگ نکلی۔ جنرل ہربیس جو عیسائی فوج کی جان تھا اس کے تعاقب میں امیر خالد رضی اللہ عنہ دور نکل گئے۔ اور ایک تنگ درہ میں بیس رومی بہادروں میں گھر گئے۔ مگر ذرہ نہ گھبرائے۔ جنرل ہربیس نے موقعہ تاڑ کر خالد

رضی اللہ عنہ کو پیچھے سے تلوار کی ضرب لگائی۔ اگرچہ وہ خود کاٹ کر عمامہ پر پڑی لیکن مہارت جنگی کے سبب امیر خالد رضی اللہ عنہ بال بال بچ گئے۔ مگر جب انہوں نے اللہ اکبر کہکر سیف کی ضرب لگائی تو جنرل ہربیس دو ٹکڑے ہو کر گرا۔ اور آسمان و زمین سے یہ ندا آئی۔

بدیں بُرز و بالا بدیں دست تیغ
بدیں ناوک و تیر بارندہ میغ

ز بدو زماں در جہاں تاکنوں
نیامد چو خالد سوارے بروں

اس کے بعد چونکہ دشمن تتر بتر ہو چکا تھا۔ امیر خالد رضی اللہ عنہ نے تعاقب سے ہاتھ اٹھا لیا اور مال غنیمت کو جمع کیا۔ بیشمار قیمتی اسباب ریشمی ہاتھ لگا۔ اسی وجہ سے اس لڑائی کو مرج الدیباج کہتے ہیں۔ عیسائی عورتوں نے بھی اس لڑائی میں حصہ لیا تھا اور خوب داد شجاعت دی تھی۔ شہنشاہ ہرقل کی بیٹی خود لڑی تھی جو رافع بن عمیرہ الطائی کے ہاتھ گرفتار ہوئی تھی۔ شہنشاہ ہرقل کو سخت رنج ہوا۔ اور اس کی رہائی کے لئے بہت سا زر فدیہ پیش کیا۔ مگر سپہ سالار اسلام نے مہمان نوازی سے بلا حصول عوضانہ عزت و حرمت کے ساتھ شہنشاہ ہرقل کے پاس بھیجدی۔ اور اسلام کی پاکیزگی اور سیر چشمی کو ثابت کر دکھایا۔

جنگ فحل

فحل شہر طبریہ کے پاس علاقہ اردن میں واقع تھا جو آج کل ویران پڑا ہے۔ اسکو سلاکی کہتے تھے۔ جب دمشق کا محاصرہ کیا گیا تھا تو اسوقت کچھ فوج دشمن کی فحل پہنچی اس غرض سے بھیجی گئی تھی کہ وہاں کی عیسائی فوج کو محصورین دمشق کی امداد پہنچانے سے باز رکھے اور موقعہ پاتے ہی کچھ کارروائی بھی کرے۔ مگر چونکہ فحل میں اسقدر زیادہ تعداد میں جمعیت تھی۔ اس لئے کچھ پیش رفت نہ گئی۔ یہ فائدہ

ضرور ہوا کہ دشمن نواح فحل سے باہر قدم نہ نکال سکا۔ دمشق کی فتح کے بعد یزید بن ابی سفیان اموی رضی اللہ عنہ تو گورنر دمشق مقرر ہوا۔ اور خالد اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما فحل کو روانہ ہوئے۔ فحل کے نواح میں زمین شورہ زار تھی۔ رومیوں نے نہر کا پانی کاٹ کر چھوڑ دیا۔ جس سے زمین دلدل ہو گئی جو انسان و حیوان اس میں داخل ہوتا تھا نکل نہ سکتا۔ صرف ایک تنگ راستہ تھا جہاں پر عیسائیوں کے بہت سا مورچے تھے اور وہاں سے گذرنا مشکل تھا۔ مسلمان حیران تھے کہ کیا کریں نہ تو سرنگ لگ سکتی تھی نہ قلعہ پر حملہ ہو سکتا تھا۔ عیسائیوں نے ایک رات چھاپا مارا۔ مگر چونکہ مسلمانوں کا پہرہ چوکی درست تھا اور علاوہ اس کے ہزاروں مسلمان عبادت الٰہی میں مصروف شب بیدار تھے۔ اس لئے اس تدبیر سے رومیوں کو کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ہاں مسلمانوں کی مراد پوری ہوئی جو خدا سے چاہتے تھے کہ یہ عیسائی قلعہ اور دلدل سے نکلکر مقابلہ کریں۔ اس لئے جوں ہی خبر پہنچی خالد رضی اللہ عنہ نے سواروں کا رسالہ لیکر حملہ آور فوج کو جا روکا۔ ... اسلامی لشکر کے ہراول قیس بن ہبیرہ نے بحکم خالد رضی اللہ عنہ معرکہ آرائی سے دشمن کے سپاہیوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ یہ دیکھ کر ایک اور تازہ دم عیسائی فوج نے حملہ کیا۔ امیر لشکر رضی اللہ عنہ نے میسرہ میں مسروق کو حکم دیا کہ اپنی ماتحت فوج کو لیکر مقابلہ کرے۔ لڑائی برابر تول کے ہو رہی تھی کہ رومیوں کا تیسرا زبردست دستہ لشکر بہادر جنرل سکلار کی ماتحت نکلکر لڑائی میں آشامل ہوا۔ پس بہادر خالد رضی اللہ عنہ جو اسی موقع کے انتظار میں تھا باواز بلند۔ آیۃ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا

ل سورۂ انفال پ۱۰ ۔ مسلمانو جب کافروں کی کسی فوج سے تمہاری مٹھ بھیڑ ہو جایا کرے تو ثابت قدم رہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرو تاکہ آخر کار تم فلاح پاؤ۔ اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم جو جہاد کے بارہ میں ہے مانو اور آپس میں اختلاف نہ کرو پھوٹ سے تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی اور لڑائی کی تکلیفوں پر صبر کرو اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔

تفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصّٰبرین ○ پڑھ کر اور غازیوں کو طریق جنگ کی ہدایت سنا کر اور ان کے حوصلوں کو بڑھا کر اپنی رکاب کے رسالہ لیکر ٹوٹ پڑا۔ رومیوں نے اگرچہ جان توڑ مقابلہ کیا لیکن خالد رضی اللہ عنہ کی تیزی اور تندی کے سامنے کچھ پیش نہ گئی۔ آخر مخالف فوج کو بہت سا نقصان اٹھا کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ دشمن مجاہدین اسلام کے ہاتھ دیکھ چکا ہے۔ اور ہمت ہار چکا ہے عام حملہ کا یہی وقت ہے۔ یہاں کیا دیر تھی۔ فوراً میمنہ و میسرہ جناح و ساقہ کے افسر مقدس اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مقرر کئے گئے۔ لیکن دوسری طرف رومی سپہ سالار سکلار نے بھی غضب کی لیاقت جنگی دکھائی۔ اپنی فوج کو پسپا ہوتے دیکھ کر تمام فوج کے ساتھ فوراً میدان میں آکھڑا ہوا۔ اور بگڑے ہوئے کھیل کو اس طرح سنبھال لیا۔ اور اپنی فوج کو جو تقریباً پچاس ہزار تھی آگے پیچھے پانچ صفوں میں اس طرح قائم کیا۔ اگلی صف میں برابر سوار کے یمین و یسار میں دو دو کامل نشانہ باز تیر انداز مقرر کئے اور میمنہ و میسرہ پر سواروں کے رسالہ اور پیچھے پیادہ فوجیں کھڑی کیں۔ اس ترتیب سے رومی باجہ بجاتے اور قومی گیت گاتے مسلمانوں کی طرف بڑھے۔ اس وقت خالد رضی اللہ عنہ سب سے اگلی فوج کی کمان کر رہے تھے۔ مخالف کی یہ جرأت دیکھ نہایت جوش میں آگئے اور بہادرانہ لہجہ میں خدا کا پاک حکم اور سچا وعدہ آیۂ کریمہ[1] فلیقاتل فی سبیل اللہ الذین یشرون الحیٰوۃ الدنیا بالاٰخرۃ ومن یقاتل فی سبیل اللہ فیقتل او یغلب فسوف نؤتیہ اجراً عظیماً ○ سنا کر مومنوں کو جنہوں نے نسل آدم کی روحانی بہبودی اور مفاد عام کے لئے جہاد کی جان ہار ڈیولی[2] کفار کی غیر معدود اور لا انتہا آبادی کے

[1] سورۂ نساء پ ۵ جو لوگ عاقبت کے عوض میں جان دینے تک تیار ہیں۔ انکو چاہیئے کہ خدا کی راہ میں کافروں سے لڑیں اور جو خدا کی راہ میں لڑے اور پھر مارا جائے یا غلبہ پائے تو قیامت کے دن ہم اسکو بڑا اجر دینگے +

مقابلہ میں اپنے ذمّہ لی ہوئی تھی گرا دیا۔ اور بہ زور حملہ سے دشمن کے مقدمۃ الجیش کو ہرا دیا۔ مگر رومیوں کے تیر اندازوں نے سخت تیر برسائے اور اہل اسلام کو بہت نقصان پہنچایا۔ دانا اور تیز فہم امیر خالد رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ اس مورچہ پر زیادہ زور دینے سے اندیشۂ نقصان ہے گو بزور شمشیر فتح کیا گیا لیکن بہت سی جانیں دینی پڑینگی۔ جسکی جوابدہی میرے ذمّہ ہے فوراً اُدھر سے پہلو دیکر مخالف کے میمنہ پر جھک پڑا جس میں کہ قدر انداز کم تھے۔ رومی رسالوں نے بہادری سے مقابلہ کیا۔ اور آگے بڑھنے نہ دیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے ذرہ پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ جس سے عیسائیوں کے حوصلہ بڑھ گئے۔ جبکہ میمنہ کی فوج سوارہ نے دیگر افواج سے آگے بڑھ کر اسلامی فوج کا پیچھا کیا اور رومی ترتیب صفوف میں خلل پڑا تو امیر خالد رضی اللہ عنہ نے اس زور سے حملہ کیا کہ عیسائیوں کو جو فتح کی امید موہوم تھی جاتی رہی اور شکست کی یقینی صورت دیکھنی پڑی۔ خالد رضی اللہ عنہ نے مقابل فوج کے دھوئیں اڑا دیئے اور صفوں کی صفیں اُلٹ دیں۔ گیارہ بہادر اور معزز افسران رومی کو اپنے ہاتھ سے تہ تیغ کیا۔ دشمن کے میسرہ کو قیس بن ہبیرۃ المرادی نے اور اس کے قلب کو بہادر ہاشم بن عتبہ زہری نے غازیوں کے ہولناک حملوں سے کمزور کر دیا۔ لڑائی سخت گھمسان کی پڑی اور عیسائیوں نے کمال درجہ کی بہادری دکھائی۔ مگر جب امیر خالد رضی اللہ عنہ نے دشمن کے میمنہ کو بھگا کر باقی حصّہ فوج پر حملہ کیا تو عیسائیوں کے حوصلہ پست ہو گئے اور ہزاروں مقتول و مجروح اور لاکھوں کا مال غنیمت چھوڑ کر بھاگ گئے اور ہزاروں دلدل میں پھنس کر رہ گئے۔ رعیت نے اطاعت اختیار کی۔ اُنکے مال و جان ننگ و ناموس کی حفاظت کی گئی۔ مذہبی رسوم کے ادا کرنے کے لئے کامل آزادی دی گئی۔ اُن کے گرجے بدستور سابق کھلے رہے۔ تجارت و زراعت کے جملہ حقوق رومی سلطنت سے بڑھ کر دیئے گئے۔

جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ رعایا گو عیسائی تھی لیکن خود غرض اور عیاش رومیوں کی نسبت مسلمانوں کی پُرامن حکومت کو زیادہ پسند کرنے لگی۔ اور تمام ضلع اردن کے قصبات وامصار وغیرہ کے باشندے سپہ سالارِ اسلام کی خدمت میں آکر درخواستِ صلح کرنے لگے۔ مجملہ شرائط ناموں میں رعیت کی جان و مال کی حفاظت کے علاوہ ان کی عبادت گاہوں اور مذہبی آزادی کے برقرار رکھنے کا وعدہ کیا گیا۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلایا گیا ہے اُنکو سوچنا چاہیے کہ اگر بجبر مُسلمان کرنا ہوتا تو اس سے بڑھ کر اور کونسا موقعہ مل سکتا تھا مُسلمان شاہی فوجوں کو سخت خونریز معرکوں کے بعد اپنا لوہا منوا چُکے اور ان اضلاع سے بالکل نکال چُکے تھے رعیّت میں لڑائی کا مادہ بالکل نہیں رہا تھا۔ صرف فاتح قوم کے رحم پر آنکھیں لگا رکھی تھیں۔ لیکن اسلام میں جبر جائز نہیں ہے اور اصحابِ کبار سے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاص تعلیم علمی و عملی سے مستفیض ہو چُکے ہوئے تھے۔ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ کے برخلاف کس طرح عمل ہو سکتا تھا۔ ان کی ساری مصلحت مختصر الفاظ اسلام۔ جزیہ۔ تلوار۔ میں محدود تھی اور نہایت موزون تھی۔ اصل غرض اسلام کی تھی جو سب سے پہلے پیش کیا جاتا تھا اگر اسلام سے انکار ہوتا تو کہا جاتا کہ ذمّی قرار پاؤ۔ جزیہ (ٹکس) دو۔ دیگر مخدوش فوجی طاقتوں سے علیحدگی رکھو تاکہ مسلمان عُلما و صُلحا واعظ و منادتمہارے ہاں بلا روک ٹوک آجا سکیں۔ اور اپنے حُسن سلوک اور مقدّس زندگی کا عملی نمونہ دکھا کر اسلام کا نورانی اثر ڈال سکیں اور خود ذمّی اشخاص کو جہالت و صداقت نور و ظلمت عصیان و عرفان کے موازنہ کا موقع مل سکے۔ جوں ہی شاہانہ جابرانہ اثر اور دیگر زبردست فوجی رکاوٹیں دور ہوتیں اور تبلیغ کا راستہ صاف ہوا فوراً تلوار میان میں کی جاتی تھی۔ حال کی فاتح اقوام کی طرح نہ تو مفتوح ممالک کے رئیسوں کا رسوخ کم کیا جاتا تھا اور نہ ان کی طاقت

کی کوئی خاص حد مقرر کیجاتی تھی نہ رعایا کی جنگی حرارت کے سلب کرنے کے لئے کوئی نرالا حکم نافذ کیا جاتا تھا اور نہ ان کے ابواب مداخل میں مشکلات پیدا کیجاتی تھیں مذہب میں کامل آزادی دیجاتی۔ سوا معمولی رقم جزیہ (ٹیکس) کے اور کسی قسم کا واسطہ انکی تجارت۔ حرفت۔ زراعت سے نہ رکھا جاتا۔

چونکہ ان بزرگوں کی جنگی کارروائیاں محض قرآن حمید کی منادی کے لئے تھیں اور بہ تعمیل آیۃ کریمہ یَآ اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ کے فرقان مجید کا سُنانا ان کا فرض تھا۔ یہی وجہ تھی کہ رعیت کی کسی چیز سے لالچ نہیں رکھا جاتا تھا۔ انکو یقین تھا کہ خدا کے پاک کلام کا ضرور اثر پڑیگا۔ اور ایسا ہی ہوا کہ اسلام کی صداقتیں دیکھ کر لاکھوں بلاخوف ورجا دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

جنگ مرج الرُّوم

اس کے بعد کئی ایک امصار مثل صیدا۔ بیروت۔ بیسان وغیرہ۔ دحیہ کلبی۔ معاویہ بن ابوسفیان اموی شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم نے آسانی سے فتح کر لیے۔ اب بہت نزدیک ایک حمص مضبوط شہر رہ گیا تھا۔ جہاں پر رومی فوج کا اجتماع تھا اس لیے ابوعبیدہ اور خالد رضی اللہ عنہم حمص کو روانہ ہوئے شہنشاہ روم نے یہ خبر پاکر لشکر جرار جنرل تھوذر کی ماتحت مسلمانوں کے مقابلہ میں بھیجدیا جس نے دمشق سے مغرب کیطرف مسلمانوں کو جا روکا اور اسی دن رومی جنرل تھقش یورپ سے تازہ دم فوج کثیر لیکر آ پہونچا تھا جو فوراً میدان جنگ کو روانہ کیا گیا تھا عیسائیوں

لہ سورۂ مائدہ پ ۶۔ اے پیغمبر جو احکام تم پر تمہارے پروردگار کیطرف سے نازل ہوئے ہیں بلاکم و کاست لوگوں کو پہنچا دو۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو سمجھا جائیگا کہ تم نے خدا کا کوئی پیغام بھی لوگوں کو نہیں پہنچایا۔

نے یہ منصوبہ کیا تھا کہ کسی طرح خالدؓ اور ابوعبیدہؓ کو علیحدہ علیحدہ کر دیا جائے تاکہ اس طرح سے مسلمانوں کی مجموعی طاقت کو کمزور کر کے فائدہ اٹھایا جائے۔ اس لئے رومی جرنیلوں نے دو طرف سے لڑائی شروع کی۔ جنرل توذر تو امیر خالد رضی اللہ عنہ سے اور جنرل نقش کا سردار لشکر ابوعبیدہ سے مقابلہ ہوا۔ جنرل توذر دمشق کی فتح کے بہانے سے دمشق کو روانہ ہوا۔ چونکہ دمشق میں یزید بن ابوسفیان کے ساتھ فوج بہت تھوڑی تھی اور عیسائی باشندوں پر اعتبار نہ تھا۔ اس لئے امیر خالدؓ کو مجبوراً جنرل توذر کا پیچھا کرنا پڑا اور یزید حاکم دمشق کو کہلا بھیجا جس نے قلعہ سے نکل مقابلہ کیا۔ امیر خالدؓ پیچھے سے جا پڑا۔ رومی نرغہ میں آگئے۔ خالدی حملات نے انکو حواس باختہ کر دیا۔ جنرل توذر مارا گیا۔ فوج بھاگ نکلی۔ مگر جان بر بہت کم ہوئے۔ اکثر تہ تیغ کئے گئے۔ یہ فتح پاکر خالد رضی اللہ عنہ فوراً ابوعبیدہؓ سے جا ملے جو دشمن سے لڑ رہے تھے۔ اس موقعہ پر رومی جنرل نقش نے خوب شجاعت اور جنگی قابلیت دکھائی۔ اور فوج بھی کمال مردانگی سے لڑی مگر مسلمان جو مخالف سرداروں کے مارنے میں کمال رکھتے تھے جنرل نقش کے مارنے بھی کامیاب ہو گئے۔ جس کے گرتے ہی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور میدان سے بھاگ نکلے اور ہزاروں کام آئے۔ یہ خبر پاکر شہنشاہ ہرقل گورنر حمص کو چند ضروری ہدایات دیکر خود انطاکیہ کو چلا گیا۔

جنگ حمص (۱)

اسلامی لشکر نے یہ میدان مار کر حمص پر چڑھائی کی۔ جو اعلیٰ درجہ کا مضبوط قلعہ تھا سامان جنگ اور رسد وغیرہ برسوں کے لئے موجود تھا اور فوج بھی چیدہ اور قلعہ کے بچانے کے لئے کافی تھی۔ بڑے بڑے جنرل اور شاہزادے

سردار وغیرہ سب طرف سے بھاگ کر یہیں آجمع ہوتے تھے لیکن یہاں تک موسم جاڑے کا آگیا۔ سردی سخت پڑنے لگی۔ رومیوں نے یہ سوچ کر کہ عرب گرم ملک کے رہنے والے ہیں اور سرمائی سامان کم رکھتے ہیں۔ جاڑے کی شدت سے ڈر کر خود بخود چلے جائینگے۔ ورنہ بصورت قیام سردی میں سکڑ کر مر جائینگے قلعہ بند ہوگئے۔ اور وہ یہ بھی خیال رکھتے تھے کہ شاہ ہرقل مدد دیگا اور جزیرہ والے عیسائی بھی آملینگے اور سب ملکر اہل اسلام کا مقابلہ کرینگے۔ مگر جزیرہ والوں کو تو سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ والی عراق نے کوفہ سے فوج بھیجکر حدود جزیرہ سے باہر قدم رکھنے نہ دیا۔ اسلامیہ لشکر نے شہر حمص کو گھیر لیا۔ مگر موسم کی سخت سردی اور قلعہ کی مضبوطی نے تسخیر میں توقف ڈالدیا۔ اب محاصرہ کا اُٹھانا کمزوری کا نشان تھا اس لئے بدستور فوج محاصرہ کیے پڑی رہی۔ اور امیر خالد رضی اللہ عنہ نے چند بہادروں کے ساتھ ایسے کڑاکے کے جاڑے میں استن اور شیرز وغیرہ امصار وقصبات کو بزور شمشیر فتح کرلیا۔ اور شہر بعلبک صلح سے فتح ہوگیا اور امیر خالد رضی اللہ عنہ کی ہمت سے سامان رسد کی فراوانی ہوگئی۔ مجاہدین اسلام نے جاڑا خوشی خوشی گذار دیا۔ جُوں ہی ہاتھ پانوں کھُلے۔ چار ہزار حبشی غلاموں کو حملہ پر مامور کیا اس سے غرض یہ تھی۔ کہ قلعہ حمص کی ادنٰے فوج کے لئے مسلمانوں کے غلام ہی کافی ہیں۔ قلعہ والے جوش غیرت سے قلعہ سے باہر نکلے۔ اور حبشیوں پر آپڑے جو مسلمانوں کا عین مدعا تھا۔ لڑائی کا بازار گرم تھا کہ عرب کے شیر آپہنچے۔ اور عیسائی نقصان کثیر اُٹھا کر قلعہ کو واپس چلے گئے۔ پھر کئی روز تک اندر باہر سے معمولی لڑائی ہوتی رہی۔ جس میں حملہ آوروں کا زیادہ نقصان ہوتا رہا۔

آخر خالد رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز سوچی کہ کسی طرح عیسائیوں کو قلعہ سے دور

باہر نکالنے میں تدبیر کی لڑائی کیا ہے۔ اس نے ایک رات تمام فوج کو حکم دیا کہ خیمے اُٹھا کر دور چلے جائیں اور خیمہ و خرگاہ اور غیر ضروری سامان وہیں کیمپ میں چھوڑ دیا گیا اور بہت ہی تھوڑی فوج نواح قلعہ میں رہنے دی۔ صبح کے وقت قلعہ والوں نے خیال کیا کہ مسلمان بھاگ گئے ہیں اور باقی ماندہ بھاگنے کی فکر میں ہیں۔ عیسائی نہایت دلیر ہو کر قلعہ سے نکلے۔ کچھ تو لوٹ مار کرنے لگی۔ اور باقی فوج کو ساتھ لیکر گورنر حمص نے مسلمانوں کا تعاقب کیا۔ یہ قلیل جماعت لڑتی بھڑتی کٹتی مرتی عیسائی فوج کو قلعہ سے دور سپہ سالار اسلام تک کھینچ لائی۔ جو پہلے ہی ایک مناسب موقعہ پر اپنے شکار کا منتظر کھڑا تھا جب دشمن عین زد کے مقام پر پہنچ گیا۔ تو لشکر اسلام کو حملہ کا حکم دیا گیا۔ خالد رضی اللہ عنہ اپنے بنی اعمام مخزومی بہادروں کے ساتھ سب سے آگے بڑھے اور اپنی مشہور چستی اور بہادری سے مخالف فوج کو روک دیا۔ مگر عیسائی قدر اندازوں نے فوراً صف باندھ کر تیر برسانے شروع کئے۔ اور مسلمان ڈھالوں کی آڑ میں گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ ادھر سے حملہ کرنے میں سراسر نقصان ہے۔ چکر لگا کر دشمن کے دوسرے پہلو پر جا گرا۔ جہاں ایک بڑا بہادر اور پہلوان جنرل۔ خالد رضؓ کو تلاش کرتا ہوا گلے آ پڑا۔ اور پھرتی سے تلوار کا وار کیا۔ مگر خالد رضؓ کمال مہارت جنگی کے سبب بال بال بچ گئے۔ اور خالد رضؓ نے جو تلوار کی ضرب لگائی گو مخالف کے سر پر پڑی مگر خود پر لگتے ہی تلوار کا پھل علیحدہ جا پڑا۔ اور خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں صرف قبضہ شمشیر رہ گیا۔ مگر عیسائی جنرل پر کچھ ایسا رعب چھایا کہ دوسرا وار نہ کر سکا اور خالد رضی اللہ عنہ نے قریب پہنچکر مخالف کو زین سے اُٹھا کر زمین پر دے مارا۔ اور اُسی کی تلوار لیکر قتل کیا اور پھر خاص اپنے قبیلہ بنی مخزوم کو ساتھ لیکر حملہ کیا اور رومیوں کی صفوں کو الٹ دیا۔ جدھر حملہ کرتا تھا بہادروں کے دلوں کو ہلا دیتا اور للکار کر کہتا از مؤلف ؎

بزن تیغ ہندی بہ پہلو شگاف | کہ ریزد ز من دیو مرد مصاف
نہ پیچد ز من شیر شرزہ گریز | کجا جاں برد زو گسستہ پائے
بہ زور خدا ... | مخالف چہ باشد کہ خوار آیدم

رومیوں نے بھی خوب دل کھول کر لڑائی کی اور جوانمردی کی داد دی مگر ان غازیوں سے جو نبی اور شہید ہی سمجھوانے حدیث (لا تفضلوا النبیین الا بفضل درجة النبوة) صرف درجہ نبوت کا فرق جانتے تھے۔ ٹھہر نہ سکے اور بھاگ نکلے اور قلعہ بند ہو گئے۔ مگر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مدبرانہ تعاقب سے رومیوں کا بہت نقصان ہوا۔ اب غازیوں نے قلعہ پر دلیرانہ حملے شروع کئے۔ اور اللہ اکبر کی مہیب اور متواتر گونج نے شہر میں تزلزل ڈالدیا۔ اور فصیل کا کچھ حصہ گرا دیا جس سے محصورین کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور درخواست صلح کی اور جن شرائط پر دمشق والوں سے صلح کی گئی تھی۔ اسی طرح یہاں بھی کی گئی۔ اور مذہب کی آزادی قائم رکھی گئی۔ بعد ازاں اسلامی لشکر۔ اہالیان حماہ۔ معرۃ النعمان کو صلح سے امان دیتا ہوا لاذقیہ میں پہنچا۔ جہاں کے لوگ مقابلہ سے پیش آئے۔ اس شہر کے استحکام کو دیکھ کر یہ نئی تدبیر کی گئی کہ میدان میں بہت سے غار نہایت درجہ ہوشیاری اور احتیاط سے کھدوائے گئے کہ عیسائیوں کو خبر تک نہ ہوئی۔ ان غاروں میں سوار بخوبی چھپ سکتے تھے۔ جب یہ غار تیار ہو گئے تو مسلمان قلعہ سے دور ہٹ کر حمص کو روانہ ہوئے۔ شہر والوں نے جو مدت کی قلعہ بندی سے تنگ آ گئے تھے اور ان کے تمام کاروبار بند تھے اس کو غنیمت جانکر شہر پناہ کے دروازہ کھول دیئے۔ اور بے کھٹکے کاروبار کرنے لگے۔ مگر مسلمان جو رات کو واپس آ کر غاروں میں چھپ رہے تھے صبح کے وقت کمین گاہوں سے نکل کر دفعتہ آ پڑے اور دم کے دم میں شہر فتح ہو گیا +

جنگ قنسرین

حمص کے بعد ایک جنگی مقام قنسرین رہ گیا تھا۔ جہاں پر عیسائی فوجوں کو جمعیت ہورہا تھا۔ اور شہنشاہ ہرقل بھی اسی نواح میں عربوں کے خلاف منصوبے کررہا تھا۔ اس لئے قنسرین کا قرعہ خالد رضی اللہ عنہ کے نام پڑا۔ جو صرف لشکر زحف کے ساتھ قنسرین کو روانہ ہوا۔ رومی فوج کا کمانڈر بہادر سردار میناس تھا جس کا رتبہ شہنشاہ سے دوم درجہ پر تمام روم میں شمار ہوتا تھا۔ وہ قنسرین سے چند میل آگے بڑھ کر صف آرا ہوا اور بکمال شجاعت اور مردانگی سے لڑا۔ اور اس قدر سخت جنگ کی کہ اس سے پہلے کبھی رومیوں نے نہیں کی تھی۔ لیکن خالد رضی اللہ عنہ کی اور نہ اُن جان فروش خدا کے بندوں سے بازی جیت سکا جو غم کو خوشی۔ رنج کو راحت۔ فاقہ کو روزہ۔ رزم کو بزم۔ موت کو زیست۔ نوک سنان کو جہان۔ زندہ کو غازی۔ مردہ کو شہید۔ خلوص دل سے ماننے والے تھے اس لئے میناس بھی بادل بریاں وچشم گریاں اس جنگ سے بھاگ نکلا اور فوج کثیر نے ساتھ مارا گیا۔ خالد رضی اللہ عنہ مظفر ومنصور ہوکر اللہ جل شانہٗ کو شکر بجالاتا ہوا قنسرین کو بڑھا شہر والے قلعہ بند ہو گئے اور علم مدافعت بلند کیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے قلعہ والوں کو کہلا بھیجا۔ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي السَّحَابِ لَحَمَلَنَا اللّٰهُ اِلَيْكُمْ اَوْ لَاَنْزَلَكُمُ اِلَيْنَا فَيَنْظُرُوْا فِيْ اَمْرِهِمْ وَرَآءَ مَا تَقِيَ اَهْلُ حِمْصَ۔ اگر تم آسمان پر چلے جاؤ تو بھی اللہ تعالیٰ ہم کو تمہارے پاس پہنچا دیگا یا تمکو ہمارے پاس اُتار لائیگا پس اپنی حالت کو سوچ لو اور اہل حمص کو دیکھ لو۔ (تاریخ سید احمد کی)

امیر خالد رضی اللہ عنہ کا اس قدر عزم بالجزم اور بہادرانہ استقلال دیکھ کر ڈر گئے۔ اور صلح پر آمادہ ہو گئے۔ چونکہ یہ شہر ایک سرحدی نازک اور خطرناک مقام تھا اس لئے جنگی ضرورت کے لحاظ سے فصیل قلعہ کو گرا دیا۔ باقی ہر طرح سے شہر والوں کی رعایت

کی گئی اس فتح کے بعد امیر خالد رضی اللہ عنہ نے شہنشاہ ہرقل کی طرف توجہ کی۔ جو اس وقت شہر رہا میں تھا حالانکہ اسوقت خالد رض کے ہمراہ ہزار سے کم سوار تھے۔ مگر خالد کا نام سنتے ہی شہنشاہ ہرقل قسطنطنیہ کو بھاگ گیا اور ملک شام سے نکلتے وقت ایک پہاڑ شمشاط پر چڑھ کر آہِ سرد بھر کر کہنے لگا۔ ابیات

الوداع اے شام سرخیلِ جہاں — الوداع اے مولدِ پیغمبراں
الوداع اے جنتِ روئے زمیں — الوداع اے مہبطِ روح الامیں
الوداع اے معدنِ عقل و ہنر — الوداع اے قاطعِ وہم و شرر
الوداع اے چشمہ فیض و ہدٰے — الوداع اے مبدأ راہِ خدا
اے مقامِ خیر و انعامِ کثیر — خیر شد بر ما عدوئے دستِ چیر
اے زمین قدس قدوسی مقام — ختم شد بر ما ز تو خیرِ تمام
گرچہ بہرِ تو بسے جنگیدہ ام — لیک ہر جا بس مذلت دیدہ ام
در نیایم گہ مگر بوئے ترا — کس گذر ندہد مرا سوئے ترا
چوں بایں عزت مرا بگذاشتی — بازگشتن کے شود از کاستی
شام سے برکات را بگذاشتم — ذلت و درکات را برداشتم
می روم ہم دین عیسیٰ می برم — دینِ احمد را بتو چیسا می دہم
ہر کہ عیسائی بود خائف بود — با دلِ ترسندہ او قدمے نہد
شام و مسلم لازم و ملزوم شد — ایں فراق از دستِ ما معدوم شد
از فراقِ بیت اقدس سینہ ام — چاک شد زیں حلقہ ماتم زخم

جب امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو خالد رضی اللہ عنہ کی یہ کارگذاریاں معلوم ہوئیں تو نہایت خوش ہوئے اور فرمایا خدا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحمت کرے جو مجھ سے زیادہ بہادروں کے شناسا اور قدردان تھے۔ مگر میں نے خالدؓ اور مثنیٰ کو کسی جرم

میں عہدہ سپہ سالاری سے معزول نہیں کیا تھا۔ لیکن لوگ اُن کو بہت بڑھ کر سمجھنے لگے تھے۔ مجھے خوف ہوا کہ کہیں فتوحات کا باعث اور فاعل صرف انہیں بہادروں کو نہ سمجھنے لگیں۔ اور ذات باریتعالےٰ کو بھُول جائیں۔ جو ایمان موحدانہ کے خلاف ہے۔ غرضیکہ خالد رضی اللہ عنہ اپنا فرض ادا کر چکا۔ عیسائیوں کے بڑے بڑے لشکروں کو بھگا چکا۔ دمشق جیسے حصین حصین کو محض اپنے زور بازو سے کمال دلیری سے قبضہ تسخیر میں لا چکا۔ شہنشاہ ہرقل کو ایشیا سے بھگا کر عیسائیوں کے دلوں میں اہل اسلام کا رعب جما دیا اور اپنے مہیب نام سے عیسائی دنیا میں لرزہ ڈال دیا اور تبلیغ کے رستہ کے جملہ سنگین رکاوٹوں کو انبیا کی سرزمین شام سے دُور کر دیا۔ اور جس کام کے لئے تلوار اُٹھائی تھی وہ پُورا ہو گیا۔ یعنے رُومی سلطنت سے جو دربار خلافت کو تردد رہتا تھا مٹا دیا اور کلام المجید کی مُنادی اور اُس کی صداقتوں کے دکھلانے اور اسلام کے رُوحانی نمونوں کے پائدار اثر ڈالنے کا بخوبی موقعہ نکل آیا۔ واقعی سیف اللہ نے کلام خدا کی خدمات اعلیٰ درجہ پر کی لیکن اب مسلمانوں کی بہادری کی دھاک بندھ گئی۔ حلب اور انطاکیہ جیسے عظیم الشان شہر صلح سے فتح ہو گئے۔ حلب والوں کے اہل وعیال۔ جان و مال۔ گرجے قلعہ مکانات وغیرہ سب کچھ حسب شرائط عہد نامہ محفوظ ہو گئے۔ صرف تعمیر مسجد کے لئے جگہ لی گئی جس کے بغیر مسلمانوں کا گذارہ مشکل تھا۔

حلب کے نواح میں عیسائی عرب بنی تنوخ بکثرت آباد تھے۔ جنہوں نے پہلے تو ادائے جزیہ پر اطاعت قبول کی۔ لیکن بعد ازاں خود بخود اسلامی صداقتیں دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ باشندگان انطاکیہ میں سے بعض نے اسلامی ممالک سے چلے جانے پر صلح کی جو اپنا جملہ مال واسباب لیکر امن وامان کے ساتھ رُومی علاقہ میں چلے گئے۔ اور باقی لوگوں نے جزیہ دینا منظور کیا اور پھر عہد شکنی کی مگر جب ابو عبیدہ نے

غنم اور حبیب بن مسلمہ کی ماتحت مجاہدین کا بہادر گروہ آپہونچا تو جان کے لالے پڑ گئے مگر نابلس اور رحمدل فتحمندوں نے اُن کی بغاوت اور خلاف عہدنامہ لغزش پر کوئی نوٹس نہ لیا۔ اور اہل انطاکیہ کی درخواست صلح کو منظور کر کے سابقہ شرائط پر امان دیدی اگر کوئی اور فاتح ہوتا تو غیر مذاہب کے باغیوں سے ایسی فیاضانہ رعایت کبھی نہ کرتا۔ مگر وُہ خدا پرست تھے۔ اُنکو صرف تبلیغ احکام الٰہی کے لئے گنجائش نکالنی منظور تھی۔ جب یہ مراد حاصل ہوجاتی وُہ بندگانِ خدا کی کسی ذاتی فائدہ میں خلل انداز نہ ہوتے تھے اور نہ کسی کی شخصی یا قومی حیثیت میں دست اندازی کرتے اور نہ قوانین کی بھرمار سے مخلوقِ الٰہی کا قافیہ تنگ کرتے تھے۔

اہل حلب نے بھی بغاوت کی مگر پچھتائے جنکو انطاکیہ والوں کی طرح معافی دی گئی۔ اِن صدر مقامات کے فتح ہونے سے تمام شام پر اہل اسلام کا ایسا رعب چھا گیا۔ کہ کوئی افسر جب تھوڑی سی جمعیت لیکر کہیں نکل جاتا۔ ہزاروں عیسائی خود حاضر ہوکر صلح کی درخواست کرتے۔ چنانچہ انطاکیہ کے بعد ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے چاروں طرف فوجیں پھیلا دیں۔ بوقا۔ جومہ۔ سرمین۔ تیزین۔ قورس۔ تل عزاز۔ رعبان۔ منبج۔ بالس۔ قاصرین۔ چھوٹے چھوٹے مقامات اِن آسانی سے فتح ہوگئے کہ خون کا ایک قطرہ بھی نہ گرا۔ جرجومہ والوں نے بجائے جزیہ کے فوجی خدمات دینی قبول کیں۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مخالفانِ اسلام جو جزیہ پر اپنی بے سمجھی سے اعتراض کرتے ہیں۔ وُہ غلط ہے۔ اہل اسلام پر جنگی خدمات لازمی تھیں اور غیر مذہب والوں سے اس جانثارانہ ڈیوٹی کے عوض میں صرف معمولی رقم نقدی کی وصول ہوتی تھی اور اُن کی حفاظت کی کل ذمہ داریاں اُٹھائی جاتی تھیں ہر طرح سے انکو آرام دیا جاتا۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مرعش کو فتح کیا۔ اور وہاں کے اکثر عیسائی رومی

علاقہ میں چلے گئے۔ جن کے مال وجان سے کچھ تعرض نہ کیا گیا۔ میسرہ بن مسروق عبسی نے ایشیاء کوچک کے سرحد تک گشت کی جہاں رومیوں کی فوج کثیر سے مقابلہ ہو گیا۔ اس مخالف گروہ میں۔ بنی غسان۔ تنوخ۔ ایاد عربی عیسائیوں کے چند قبائل بھی شہنشاہ ہرقل سے ملحق ہونے کے لئے جا رہے تھے۔ لڑائی سخت ہوئی مگر جب مالک اشتر نخعی انطاکیہ سے حسب الحکم سپہ سالار عین موقعہ جنگ پہنچ گیا۔ تو رومیوں کو شکست فاش ہوئی اور ہزاروں مقتول ہوئے۔

جب خالد رضی اللہ عنہ شہنشاہ ہرقل کو شام سے نکال رہا تھا۔ عمرو بن العاص اور شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہما نے علاقہ فلسطین کو ایک دو خونریز معرکہ مار کر فتح کر لیا۔ پر ایک بیت المقدس رہ گیا۔ جس کا فتح کرنا کچھ مشکل نہ تھا۔ انکا شہنشاہ سیف اللہ سے جان بچا کر یورپ کو بھاگ گیا تھا۔ ارطبون والی بیت المقدس مصر کو چلا گیا تھا۔ صرف رعایا تھی یا معدودے چند سپاہی تھے۔ چونکہ اسلام کو قتل نفوس سے طبعاً نفرت ہے اور بیت المقدس کی تقدیس اور عظمت کا بھی خیال تھا اس لیے بیت المقدس کے بڑے پادری صاحب کی اس درخواست کو کہ خود امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ یہاں آئیں تو معاہدہ صلح کیا جائیگا۔ منظور کیا جائیگا۔

سوتیج ابن المرندی روایت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا۔ اِنَّکَ سَتَفْتَحُ بیت المقدس بلاقتالٍ چونکہ ایسی تشریف بری سے نبی صلعم کا معجزہ ظاہر ہوتا تھا۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہایت سادہ وضع سے کوچ کرکے بیت المقدس پہنچے اور حسب منشائے اہالیان بیت المقدس عہدنامہ صلح لکھدیا۔ اور شہر والوں کی کسی چیز سے تعرض نہ کیا۔ اور دنیا پر دنیا کے فاتحین کے فرق بین کو صاف طور سے دکھلا دیا۔ جس فیاضانہ سلوک کی تفصیل حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری میں ملاحظہ کرنی چاہیے

اب چونکہ ملک شام فتح ہو چکا تھا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمال (گورنروں) کی تعیناتی کی۔ قنسرین جو شام اور ایشیائی کوچک میں رومی علاقہ کے قریب سرحدی مقام تھا وہاں کے لئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ انتخاب کئے گئے جنکے نام سے دشمن کانپتے تھے اور انکا فوجی جلال لاکھوں کی جمعیت کا کام دیتا تھا۔

جنگِ حمص

(۲)

جب شام کا تمام علاقہ فتح ہو چکا۔ ملکی انتظام بخوبی کیا گیا۔ ہر ایک عامل (گورنر) رعیت سے عدل و انصاف سے پیش آتا تھا۔ کوئی کسی پر ظلم نہ کر سکتا تھا۔ عیسائیوں کو پوری آزادی تھی۔ انکی تجارت۔ زراعت۔ صنعت کے منفعتی کاروبار میں کوئی مخل نہ تھا۔ اور یہ حالت کوئی ایک سال تک رہی کہ جزیرہ کے عیسائیوں نے (جنکا علاقہ دجلہ اور فرات کے مابین تھا اور ابھی اہل اسلام نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا تھا) فتنہ و فساد کی بنیاد قائم کرنیکا ارادہ کیا اور شاہ ہرقل کو لکھا کہ ایک دفعہ پھر شام کے لئے قسمت آزمائی کیجئے۔ ہم مذہب اور ملک پر جان و مال قربان کرنے کو تیار ہیں۔ اس ارادہ میں آرمینیہ والے بھی ساتھ شامل ہو گئے۔ شہنشاہ ہرقل ایسا موقعہ خدا سے چاہتا تھا اور سابقہ شکست کا داغ مٹانے کی فکر میں تھا۔ اور فوج اور سامان جنگ کی فراہمی میں لگا ہوا تھا۔ یہ خبر پاکر تمام عیسائی دنیا کو مذہبی لڑائی کے رنگ میں جوش دلا کر برانگیختہ کیا۔ اور چٹھیاں بھیجکر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے بلایا۔ خاص رومی فوج اور یورپ کے تازہ دم اور امدادی لشکر کے علاوہ جزیرہ والوں نے تیس ہزار جانباز بہادروں کی خدمات پیش کیں آرمینیہ والے بہ تعداد کثیر اٹھ کھڑے ہوئے

متنصرہ عرب اور شامی عیسائی بھی اپنے ہم مذہب رُومیوں کی خیر مناتے تھے۔
عیسائیوں کے اس جوش و خروش اور فوجی اجتماع کو دیکھ کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے تمام فوج مختلف مقامات سے بُلا کر ایک جگہ جمع کرنی مناسب سمجھی۔ چنانچہ قلعہ حمص میں تمام اسلامی لشکر کا اجتماع ہوا۔ اور عیسائیوں کی کثرت کے خیال سے شام کی موجُودہ اسلامی فوج ناکافی سمجھ کر امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو کمک بھیجنے کے لئے لکھا گیا۔
امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ گورنر جنرل عراق کو لکھا کہ جسقدر ہو سکے جلدی شام کو امدادی فوج روانہ کرے جس کی تعمیل میں چار ہزار سوار بسر کردگی قعقاع بن عمرو تمیمی حمص روانہ کئے گئے۔ دشمن کی غیر معمولی جمع آوری اور مستعدی کو دیکھ کر یہ مصلحت قرار پائی کہ خود امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ معہ معزز و متقدر اصحاب مہاجر و انصار روانہ شام ہوں۔ اور لڑائی کی کمان خود کریں۔ اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ مہم کسقدر خوفناک تھی اور دربار خلافت کو کسقدر فکر و تردد لاحق ہو رہا تھا۔ مگر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی شیرانہ طبیعت اور متہورانہ ہمت سے ان تمام خدشوں کو مٹا کر دکھلا دیا۔ کہ جس مشکل کے حل کو عام طبائع ناممکن خیال کرتی ہیں اس کا کھولنا سیف اللہ کی تیز برش کے آگے کچھ مشکل نہیں۔ اور اگر حمایت اسلام کے سوا اور کوئی دنیوی خیال مدنظر نہ ہو۔ تو مجاہدین کا صابر گروہ اپنے سے دس گنا مخالف سے لڑ ہی نہیں سکتا۔ بلکہ اسکو ہمیشہ کے لئے ذلیل و خوار بنا سکتا ہے۔ خالد رضی اللہ عنہ کے یہی کارنامے ہیں۔ کہ جنکو سنکر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اور بہادران عالم حیرت میں آجاتے ہیں کہ یہ شخص کسقدر دل قوی اور پرزور طبیعت رکھتا تھا۔ تمام بہادر سرداران اسلام شام کی معہ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کہ یہ رائے قرار پائی کہ اسلامی فوج کم ہے اور مخالف کا بہت زور ہے۔ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کا حکم ہے کہ عراق کی امدادی فوج کے آنے تک قلعہ حمص میں محصور ہیں چنانچہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ مع کل فوج علاقہ شام کی قلعہ حمص میں جا داخل ہوا۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ

بھی حمص میں پہنچے تو انکو بھی اندر داخل ہونے کی ہدایت کی گئی۔ مگر خدا کا بندہ شیردل خالد اس بات کو کب گوارا کر سکتا تھا۔ اور اس کی غیور طبیعت اور مشہور فطرت کب اجازت دیتی تھی کہ جن قوموں کو وہ بھیڑوں کیطرح لوگ دم بھگا چکا اور ہزاروں کا شکار کر چکا تھا ان سے ڈر کر قلعہ بند ہو۔ اور مغلوبانہ جنگ کرے۔ اور اپنی مقدس خطاب سیف اللہ پر جو آج تک سیکڑوں معرکوں میں اسم بامسمےٰ ثابت ہو چکا تھا۔ بزدلی کا بدنما دھبہ لگانے۔ اور اپنی خدائی سطوت وجلال اور ہمت واستقلال کو اس کارروائی سے کھودے۔ وُہ اپنی تدبیر وشجاعت کے سامنے دشمن کی کثرت فوج کو بے حیثیت جانتا تھا۔ اُس نے بارہا کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ کی صداقت اپنی آنکھوں اور ہاتھوں سے دیکھی تھی - اس کا ذاتی تجربہ تھا کہ فتح وشکست فوج کی کثرت یا قلت پر موقوف نہیں ہے۔ اس کو یقین تھا کہ جانفروشی میں مسلمانوں کا مقابلہ کوئی قوم نہیں کر سکتی وُہ جانتا تھا کہ رومیوں کی یہ ایک آخری مذبوحی حرکت ہے جسکا علاج صبر واستقلال ہی اس کو اپنی شمشیر کا فر کُش پر پُورا وثوق تھا کہ ضرور یہ فتح کے مفید نتایج دکھائیگی۔ چُونکہ خالد رضی اللہ عنہ قلعہ بندی کے نقصانوں کو بخوبی جانتے تھے اِس لئے قلعہ کے اندر داخل ہونے سے انکار کیا۔ اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو باہر نکل کر لڑنے کے لئے زور سے مشورہ دیا۔ جب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ خالد قلعہ میں داخل نہیں ہوتا۔ اور ایسی حالت میں ممکن ہو کہ یا تو رومیوں کا ٹڈی دل خالد کی قلیل جماعت پر آپڑے یا خود خالد ہی جوش تہور میں رُومیوں کے گلے جا پڑے۔ اور دونوں صورتیں بظاہر اسباب نقصان سے خالی نہیں ہیں اِس لئے مجبوراً قلعہ سے نکلنا پڑا اور دشمن کے کیمپ کو کُوچ کیا۔

امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے انتظام کر رکھا تھا کہ ہر ایک بڑے شہر میں

اصطبل اور عمدہ گھوڑوں کا کافی ذخیرہ جمع رکھتے تھے چنانچہ کوفہ میں اس قسم کے چار ہزار گھوڑے تھے جنکا اعلیٰ افسر (میر اخور) سلمان بن ربیعۃ الباہلی تھا جو گھوڑوں کی شناخت اور علم میں اعلیٰ درجہ کی لیاقت رکھتا تھا۔ جب کسی اتفاقیہ حادثہ کی خبر پہنچتی تو سواروں کو یہ گھوڑے دیکر فوراً روانہ کیا جاتا اور باقی لشکر بعد میں تیار ہو جاتا اور اس تجویز سے بڑی بڑی بغاوتیں دب جاتی تھیں اور دشمن کے حوصلے پست رہتے تھے۔ جزیرہ کے عیسائیوں کے روکنے کے لئے عیاض بن غنم کو معہ چند دیگر امرا کے روانہ کیا گیا۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جزیرہ والے اپنے ملک و مال کے بچاؤ کے لئے جزیرہ کو واپس چلے آئے۔ قعقاع معہ عراق کی امدادی فوج کے الیغار کرتا ہوا آرہا تھا۔ لیکن لڑائی اس کے پہنچنے سے پہلے ہی ہو چکی تھی۔ جب لشکر اسلامیہ حمص سے نکلکر رومیوں کی طرف روانہ ہوا۔ تو رومی جو یہ بات غذر سے چاہتے تھے نہایت انتظام کے ساتھ بڑھے اور بڑے حوصلہ سے لڑے اور مردانگی کی خوب داد دی۔ مگر خالد رضی اللہ عنہ کا رعب اس قدر دشمن پر چھایا ہوا تھا کہ جدھر خالد رضی اللہ عنہ حملہ آور ہوئے مخالف خواہ کس قدر ثابت قدمی سے اڑا ہوا ہوتا تھا۔ گھبرا جاتا۔ خالد پستی میں برق تھا۔ کبھی دشمن کے میمنہ پر جا پڑتا تھا۔ اور کبھی میسرہ پر۔ کبھی فوج قلب کے دھوئیں اڑا دیتا اور کبھی مقدمہ لشکر کو جا ہراتا۔ کبھی اسلامی مورچوں کو جا پکڑتا۔ اور کبھی مجاہدین کو الشہید یوضع علیٰ راسہ تاج الوقار کا مضمون سنا کر گرماتا۔ اور کبھی سرداران فوج کو جنگی احکام پہنچانے میں وقت دیتا تھا۔ غرضیکہ وہ سپاہی اور سپہ سالار کے دونوں فرائض ادا کر رہے تھے۔ جو کسی دوسرے شخص سے ایک وقت میں ادا ہونے قریباً ناممکن ہیں۔ عیسائیوں نے بڑی غضب کا مقابلہ کیا اور تین دن تک برابر جم کر لڑتے رہے۔ مگر آخر خالد رضی اللہ عنہ کے متواتر حملات نے انکے پاؤں اکھیڑ دیئے۔ اور بھاگ نکلے۔ جنکا تعاقب دور تک کیا گیا۔ اور

دشمن کی جمعیت کو بالکل پراگندہ کر دیا [illegible] آئندہ کے لئے [illegible] نشانات سے بالکل صاف کر دیا۔ ہزاروں [illegible] میدان جنگ [illegible] مارے گئے۔ کروڑوں کا مال غنیمت ہاتھ آیا [illegible] پہنچی۔ حسب الحکم امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ انکو بھی غنیمت کا حصہ دیا گیا۔ [illegible] امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو مقام جابیہ ملاقات [illegible] سعید [illegible] ساتھ [illegible] اور مدینہ کو واپس چلے گئے اور امیر المومنین [illegible] ہو گئے۔ [illegible] فتح [illegible] ہو گئی۔ یوں کہو کہ [illegible] شمشیر [illegible] ایک [illegible] کو اسلام [illegible] ہمیشہ کے [illegible] میں کی گئی اور عیسائی [illegible] دنیا سے [illegible] جیسی [illegible] رہی ہیں۔ اور حسرت [illegible] کو خالد کے ہاتھ سے کیا کیا پیش آتا ہے۔ فوجی خدمات سے علیحدہ کیا گیا۔ اور یہ دوسری بار کی اور ہمیشہ کی معزولی تھی۔ جسکا مفصل ذکر آگے آتا ہے۔

عزل خالد رضی اللہ عنہ از عہدۂ سپہ سالاری

امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ با اختیار سپہ سالار تھے۔ مدعیان نبوت طلیحہ بن خویلد اسدی اور مسمات سجاح کو شکستہ اور مسیلمہ کذاب کو کشتہ اور ان کی لاکھوں کی جمعیت کو پراگندہ اسی فدائی اسلام کی شمشیر آبدار نے کیا تھا اور عرب میں دوبارہ اسلام کو زندہ کر کے اصول محمدی کے مطابق تمام اہل عرب کو اتفاق قومی کی زنجیر میں جکڑ دیا تھا اور آئندہ ہمیشہ کے لئے لالچی اور منافق اشخاص کی حرص و ہوا کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اور ایرانی سلطنت کا رعب و داب جو صدیوں سے عربوں کی طبیعت پر چھایا ہوا تھا اس کی پردہ دری خالد ہی

کے خاندانوں کے ہاتھوں سے ہوئی تھیں۔ [illegible] زبردست حملہ کر کے ایرانیوں کی پشتوں
کی شکست کو [illegible] عراق کے مشہور [illegible] پر قبضہ کر لیا۔ اور [illegible]
کو شکستوں سے متزلزل کر دیا [illegible] قادسیہ کا [illegible]
غیر ممالک میں اشاعت [illegible] عیسائی [illegible] جنگی [illegible]
[illegible] اور عزم [illegible] سے پیدا ہوا [illegible]
کو اسلام میں [illegible] سے پہلا [illegible]
وہ خالد ہی تھا۔ جب حضرت [illegible] خالد رضی اللہ عنہ راہ راست پر لاچکا - تو جزیرہ نمائے
عرب کو دو طرف سے عیسائی سلطنتوں نے گھیر رکھا تھا اور ایک طرف سے ایرانی جاہ
وحشم نے۔ چوتھی طرف سمندر تھا۔ پس اسلام کی ترقی کے لئے عرب سے باہر کوئی راستہ
نہ تھا مگر خالد رضی اللہ عنہ کی زبردست اور بے نظیر ہمت نے تمام مشکلات کو حل کر دیا
عراق کے عظیم الشان میدان مار کر شہنشاہ ایران کی ہمت ایسی توڑ دی گئی تھی کہ دربار
خلافت کو یقین کلی ہو گیا تھا کہ اب ایرانی سلطنت کے دلوں پر سالاروں کی شمشیر کا ایسا
رعب چھا گیا ہے اور [illegible] بے شمار ہتھیار اور بیش قیمت اور مفید سامان
جنگ کھو چکے ہیں کہ اس کو بڑھ کر حملہ کرنے کی ہرگز سکت نہیں رہی ہے۔ اور انہی
ہی فتوحات سے دربار مدینہ کو حوصلہ ہوا تھا کہ رومیوں کی وسیع اور مقتدر اور پشتوں
کی منتظم سلطنت اور اس کے بے شمار خزانہ اور جرار لشکر کے مقابلہ پر کل تیس ہزار
مسلمان بسرکردگی ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ روانہ کئے تھے۔

مگر جب اس فوج نے شام میں کوئی نتیجہ خیز کامیابی نہ دکھائی تو خالد کو جو عراق میں
اسلامی سکہ بٹھلا چکا تھا۔ فوج شام کی سپہ سالاری پر مقرر کیا گیا۔ جنہوں نے فوراً شام
پہنچکر نقشہ بدل دیا اور کئی ایک جنگی مقامات باتوں ہی باتوں میں فتح کر لئے اور
یرموک کے مشہور میدان میں اپنی بے نظیر لیاقت سے صف بندی کر رہا تھا کہ مدینہ

سے قاصد پہنچا۔ اور امیر المومنین صدیق ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات اور امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت اور امیر خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی کی خبر پہنچائی۔ جس معزولی کو نہایت خوشی سے قبول کیا گیا۔ اور جنگی خدمات کے ادا کرنے میں کسی طرح کا وہن عام انسانی طبائع کی طرح خالد رضی اللہ عنہ کی طبیعت پر مستولی نہ ہوا۔ یہ معزولی عہدۂ سپہ سالاری سے تھی۔ لیکن ابو عبیدہؓ کی ماتحت سردار رہے گئے تھے۔

اس عزل ونصب کے وجوہات مختلف بیان کئے گئے ہیں جن میں سے بعض تعصب سے خالی نہیں ہیں۔ پایۂ اعتبار سے ساقط معلوم ہوتے ہیں وجہ یہ ہے کہ چونکہ خالد رضی اللہ عنہ فتوحات صدیقی اور اُن کے افضل واکمل خلافت کے مفید اور کارآمد اسلام ہونے کا ذریعہ ثابت ہوا۔ متعصبین کا نشانہ ملامت بنا۔ جو محض ژاژ خائی ہے۔ ہم نے ہر ایک موقعہ پر کھلے طور سے واقعات میں لکھدیا ہے کہ نہ فتح مکہ کی شمشیر زنی۔ عدول حکمی میں داخل تھی نہ بنی جزیمہ کا کشت وخون کوئی جزیمہ تھا۔ نہ مالک بن نویرہ کا قتل کوئی خلافِ شرع تھا۔ نہ جنگ بنی حنیف کے بعد اگر کوئی نکاح ہوا ہو ناجائز امر تھا۔ حساب کتاب کا معاملہ ایک جنگی ضرورت کے لحاظ سے تھا مگر ان جملہ امور کا فیصلہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور امیر المومنین صدیق اکبر کر چکے تھے انکے مقدمات کو دوبارہ چلانیکا کسی کو اختیار نہ تھا۔ متعصب مورخ یہ دھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ امیر المومنین عمرؓ نہ تو فیصلہ نبوی کی پرواکرنیوالے تھے اور نہ حکم صدیقی کی۔ اور اس ناپاک خیال کی تہ میں جو خیانت بھری ہوئی ہے۔ وہ کوئی پوشیدہ نہیں۔ چونکہ ہندوستان میں عموماً انہیں لوگوں کی تصانیف پڑھی جاتی ہیں۔ اس لئے ناظرین پر اچھا اثر نہیں پڑتا۔ اس لئے بطور تنبیہ لکھا گیا ہے۔ ورنہ معتبر تواریخ عرب سلف اور خلف

عہدۂ سپہ سالاری سے معزولی کی وجہ حساب کتاب کا معاملہ گو اور صاحبوں کے نزدیک ضرورت ہو مگر راقم کے نزدیک درایتہً کافی نہیں پایا جاتا۔ یہ معاملہ اس طرح ہے کہ امیر خالدؓ منظوری خلیفہ جہاں کہیں ضرورت پڑتی تھی خرچ کر لیا کرتے تھے۔ اور جو بہادر اُن کے

سامنے کارنمایاں کرتا اُس کو زیادہ انعام واکرام دیتے تھے۔ اور یہ تمام اخراجات کسی مقررہ قاعدہ کے مطابق نہ تھے۔ اور نہ اُنکا باضابطہ حساب رکھا جاتا تھا اور نہ دربار خلافت میں بھیجا جاتا تھا۔ اس بے ترتیبی حساب کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حضور میں شکایات ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو نہایت محتاط اور باضابطہ اور ہر ایک سررشتہ باقاعدہ رکھا جاتے تھے۔ زیادہ ساعی ہوئے کہ بلا منظوری خلیفہ خرچ نہ کیا جائے اور حساب بھیجا جائے۔ چنانچہ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ کو لکھا تو انہوں نے صاف لکھدیا کہ میں حضور خلیفہ سے دور میدان جنگ میں رہتا ہوں مجھ کو بعض دفعہ ایسی ضرورتیں پیش آتی ہیں کہ منظوری کی انتظار نہیں کرسکتا۔ یہ پابندی مجھ سے نہیں ہوسکتی۔ عہدہ سپہ سالاری کسی اور کو دیدیجئے۔ میں ایک ماتحت مجاہد بنکر اسلام کی خدمت ادا کرونگا۔ اس پر امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث پڑھکر خالد بن ولید سیف من سیوف اللہ سلہ اللہ علے الکفار والمنافقین فرمایا کہ میں اللہ کی تلوار کو میان میں کرنا نہیں چاہتا اور بدستور سابق پورے اختیار کے ساتھ سپہ سالار رکھا تھا۔ حضور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رائے پر عمل نہیں ہوا تھا اور یہ اختلاف رائے اُسی قسم کا تھا جو مجلس شورٰے (پارلیمنٹ) میں عموماً ہوا کرتا ہے۔ اور پہلے بھی کبھی ہوتا رہا تھا۔ جیسا کہ مرتدین عرب کی درخواست کی نامنظوری اور اُن سے لڑائی کرنے کے بارہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رائے سے سخت اختلاف کیا تھا۔ اس لئے یہ کوئی ناراضگی کی وجہ نہیں ہوسکتی۔

پس حساب کتاب کے معاملہ کو معزولی کی وجہ قرار دینا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے صاف دل پاکیزہ خیال کی نسبت سخت بدگمانی ہے بلکہ کینہ کی حد تک پہنچاتی ہے۔ جو تعلیم محمدی اور شان فاروقی کے سراسر خلاف ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشہور عدل وانصاف کا مقتضا یہ تھا۔ کہ وہ خود بھی خالد رضی اللہ عنہ کو حساب کتاب کی بابت لکھتے

اور سوچنے کا موقع دیتے اگر وہ اس انتظام کو نہ مانتے تو پھر انکو معزول کرتے بلکہ
کہ عام معمولی عدالتیں بھی کیا کرتی ہیں۔ مگر سب کا اتفاق ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ
نے خلیفہ ہوتے ہی خالد رضی اللہ عنہ کو سپہ سالاری سے معزول کر دیا اور حساب کتاب
کی بابت کوئی جواب طلب نہیں کیا۔ پس معمولی سمجھ کا آدمی بھی جو (حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کے عدالتی کارناموں سے واقف ہے) جان سکتا ہے کہ حساب کتاب کا معاملہ
جسکا فیصلہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کر چکے تھے اور جائز قرار دے چکے تھے۔
اسکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا بے نفس حامی اسلام تازہ نہیں کر سکتا تھا۔ اگر
ایسا ہوتا تو یہ خلاف ورزی درجہ خلافت کے منافی تھی۔

پس یہاں تک غور کیجاتی ہے اس معزولی کی وجہ مذہبی اور دینی مصلحت کے
سوا اور کچھ نظر نہیں آتی۔ ابو عبیدہ اور خالد رضی اللہ عنہما کے عادات پر خیال کرنے
سے اس عزل و نصب کے اسباب صاف کھل جاتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کا فیصلہ ان دونوں مقدس اصحاب کی نسبت صاف ہی چنانچہ ابو عبیدہ رض کو امین الامتہ
اور خالد رض کو سیف اللہ کے متبرک خطابات سے مخاطب کیا گیا۔

پہلا خطاب تو عام صلح پسندی ہر دلعزیزی حلم و لینت کی وجہ سے اور دوسرا جنگی
لیاقت کے سبب سے دیا گیا تھا۔ شام میں گورنمنٹ اور رعایا دونوں عیسائی تھی۔ جو
مشرکین عرب اور ایرانیوں کی نسبت مذہبا شائستہ اور زاہد مرتاض تھے۔ رہبانیت
کا ان میں بہت چرچا تھا اور انکے عقائد مذہب اسلام کے قریب قریب تھے۔ پس ملک
شام میں عیسویت اور اسلام کے روحانی اثر کا مقابلہ ہوتا تھا اور اصول مذہب کے علاوہ
مقلدین مذاہب کے افعال و اقوال کے موجودہ نمونے دیکھے جاتے اور باہم موازنہ
کیا جاتا۔ چونکہ اصلی غرض اشاعت توحید اور اعلائے کلمۃ اللہ تھی نہ کہ فتوحات ملکی
اور کشید زر جیسے کہ دیگر فاتح اقوام کو ہوا کرتی ہے۔ اس لئے نہایت ضروری تھا کہ

ممالک میں سپہ سالار ایسا شخص ہو جو زہد و ورع علم و رحم حلم فضل میں سب سے بڑھ کر ہو اور یہ امر مسلم ہے کہ اسوقت اسلامی فوج موجودہ شام میں اور کوئی ثانی زہد و سادگی میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر نہ تھا۔ آپ ان چند اشخاص میں سے تھے جو سب سے پہلے ایمان لائے اور جملہ تکالیف اور مصائب ابتدائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے تھے۔ اور ایمانی مدارج میں کامل العیار ثابت ہو کر عشرہ مبشرہ کے مقدس زمرہ میں داخل ہوئے تھے اور تیئس سال تک صحبت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیضان حاصل کرتے رہے اور خالد رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف چھ سال زندہ رہے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے زہد کا یہ عالم تھا کہ جب امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ شام میں تشریف لے گئے۔ اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ڈیرہ پر گئے تو وہاں۔ گھوڑے کی زین۔ اونٹ کے پالان۔ تلوار و نیزہ کوزہ و مشکیزے کے سوا اور کوئی چیز نظر نہ پڑی۔ تو امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ سپہ سالار فوج شام ہیں آپ کا اسباب کہاں ہے کچھ کھانا تو لاؤ۔ وہ مقدس امیر لشکر اٹھ کر خورجین میں سے کچھ سوکھے ٹکڑے نکال لایا اور ایک زبردست عظیم الشان شہنشاہ کی ضیافت کا حق اسی طرح زاہدانہ سادگی سے ادا کر کے دکھلا دیا کہ نبی کریم کی پاک صحبت اور موثر تعلیم نے انکے دلوں میں دنیا و مافیہا کی وقعت ذرہ بھر بھی باقی رہنے نہیں دی اور دنیاوی جاہ و جلال اور حکومت اور عزت انکو ہرگز ہرگز فریفتہ نہیں کر سکتی۔ وہ لذائذ دنیوی کے حصول کے لئے جانیں نہیں لڑاتے بلکہ توحید باریتعالیٰ کے پھیلانے اور مخلوق الٰہی کے سدھارنے کے لئے جان جوکھوں میں پڑتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ کمال درجہ کا زہد دیکھ کر زار زار رونے لگے اور کہا کہ ابو عبیدہ کا زہد مجھ سے بھی بڑھا ہوا ہے اور فرمایا کہ غَرَّتْنَا بَعْدَكَ الدُّنْيَا يَا اَبُوعُبَيْدَة[۱]

۱؎ اے ابوعبیدہ تمہارے سوا دنیا نے ہم سب کو بدل دیا۔

ابوعبیدہ باوجودیکہ سپہ سالار تھے۔ اور کروڑوں کا مال غنیمت اُن کے حکم سے بٹتا تھا۔ مگر وُہ اپنا حصّہ اکثر مساکین و فقرا کو بانٹ دیتے۔ آپ تنگی سے ... بیٹھتے اور سادہ غیر متکلّف کھانا کھاتے تھے اور تنگدست رہتے تھے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حالت دیکھ کر چار سو دینار ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس رفع ضروریات کے لئے بھیجے۔ ابوعبیدہ نے لونڈی کو حکم دیا کہ غلام کے ساتھ جاؤ اور فلاں فلاں مسکین و محتاج کو بانٹ آؤ اور ابوعبیدہ نے ہاتھ تک نہ لگایا اور تمام دینار تقسیم کر دیں۔ یہ تمام عادات امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ کے مشابہ اور ایک مذہبی اور روحانی پیشوا کے لئے وجہ امتیاز تھیں۔ اور ملک شام میں جو عیسائی مذہب کی کان تھی عیسائی راہب اور قسیس تارک الدنیا بہ تعداد کثیر موجود تھے جو ان باتوں کو خصوصیت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اسی قسم کے نشانوں سے اسلام کی حقانیت کو سمجھ لیتے تھے۔ پس عمر رضی اللہ عنہ اپنی اعلیٰ درجہ کی فراست اور مآل اندیشی سے ان ضروریات کو سمجھ گئے تھے کہ عیسائی ممالک میں صرف شمشیر زن مظفر جنگ سپہ سالار ہی کی ضرورت نہیں جو ہر ایک مشکل کو اپنی شمشیر سے ہی کھول لینے کی زبردست واقفیت رکھتا ہو بلکہ ایک رقیق القلب صلح جُو کی ضرورت ہے۔ پس مناسب سمجھا گیا کہ ابوعبیدہ کو سپہ سالار اور خالد کو اُن کی ماتحت کر دیا جائے اور اس طرح سے ایک معتدل معجون بنا کر موقعہ اور وقت کے موافق انتظام کیا گیا۔ کام بدستور خالد رضی اللہ عنہ ہی کرتے رہے۔ اور فتوحات کا سہرا ابھی خالد ہی کے سر رہا۔ جو فائدہ کہ امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ نے سوچا تھا وُہ عمدگی سے ظہور میں آیا۔ ... ان ... ابوعبیدہ کی طرف ہی ہوتا تھا اور ... اکثر ... صلح سے مطیع ہوتے ... اپنی ... ہوگئیں ... انتظام آجکل کے بالکل موافق ہے۔ جہاں جنگی اور پولیٹکل

علیحدہ ہوتے ہیں کیونکہ جملہ اوصاف ایک شخص میں جمع نہیں ہوسکتی۔

دوسری وجہ اس عزل و نصب کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دینی اجتہاد تھا۔ وہ سابقون فی الاسلام کو زیادہ ترجیح دیا کرتے تھے وہ ان صحابہؓ کو ہمیشہ معزز رکھنا چاہتے تھے جو پہلے اسلام لائے ہوں گو وہ غلام ہی کیوں نہ ہوں۔ چنانچہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر ابوسفیان اموی۔ حارث بن ہشام۔ سہیل بن عمرو وغیرہ رؤسائے قریش اور ان کے ساتھ بلالؓ صہیبؓ وغیرہ غلام بھی حاضر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غلاموں کو جو جنگ بدر میں شامل ہو چکے تھے اور سابق الاسلام تھے اندر پہلے بلا لیا اور رئیسانِ مکہ کو بعد میں بلایا۔ جس پر ابوسفیان وغیرہ کو سخت رنج ہوا تھا مگر آخر یہی تو اسلام کی تعلیم تھی اور روپے سے تھے۔ اور جب تنخواہیں مقرر کی گئی تھیں تو اہل بدر کی تنخواہ زیادہ مقرر کی تھی اور ان کا اجتہاد قرآن مجید کی درجہ بندی کے مطابق تھا۔ آیہ کریمہ[۵] وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسی امتیاز قرآن کے موافق مہاجرین و انصار اور سب سے پہلے ایمان لانے والوں کو اعلیٰ درجہ پر سمجھتے تھے۔ و جب تک اس قسم کے اجتہاد پر عمل ہوتا رہا۔ شوکت اسلام دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرتی رہی اگر امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی رائے ترک نہ کی جاتی۔ تو امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم شہید ہوتے اور نہ اسلام کی بیخ و بنیاد ہلا دینے والا خوفناک معرکہ صفین پیش آتا اور نہ یزید جیسے فاسق و فاجر کو نوبت آتی جو مقدس عہدہ خلافت کو بیٹھ کر اور خاندان نبوت علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ظلم سے ہلاک ہوتا اور نہ سید الشہداء امام حسین

---

۵ سورۂ توبہ۔ پ۱۱۔ جو مہاجر و انصار سبقت لے گئے اسلام لانے میں اور جنہوں نے سبقت کی ان کا اتباع کیا
بعد ان کے بعد خلوص کے ساتھ ایمان لائے خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں۔

علیہ السلام کو حکم الٰہی اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کے برخلاف عمل کرنیوالوں سے دست بہ شمشیر ہوتا پڑتا۔

غرضیکہ یہ پہلی بار کا تنزل جو عہدہ سپہ سالاری سے ۱۳ھ ہجری میں ہوا انہیں دینی ضروریات کے لحاظ سے تھا۔

دوامی معزولی

دوسری دفعہ کی معزولی کہ جس میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہمیشہ کے لئے جنگی خدمات سے علیحدہ کئے گئے حمص کی فتح ثانی کے بعد ہوئی تھی جسکو دیکھ کر جملہ بہادران حجاز۔ عراق۔ عرب و شام وغیرہ حیران و ششدر رہ گئے۔ اور ثابت ہوگیا تھا۔ کہ خالد رضی اللہ عنہ اپنی شجاعت۔ تہور۔ مہارت جنگی۔ ظفر مندی۔ عزم و استقلال میں نظیر نہیں رکھتا۔ اس کی غازیانہ ہمت قلت و کثرت کی کچھ پروا نہیں کرتی اس کی غازیانہ کوشش قتال دنیا کی تمام فوجوں کی تباہی کے لئے کافی ہے۔ غرضیکہ اس عالیشان فتح کی ایک دھوم پڑ گئی۔ اور تمام بہادر خالد کی تعریف میں متفق اللسان ہوگئے۔ بنی کندہ کے سردار اور عرب کے مشہور شہسوار اشعث بن قیس نے امیر خالد رضی اللہ عنہ کی تعریف میں ایک طویل قصیدہ لکھا۔ اور جوش محبت میں خود ملاقات کو قنسرین علاقہ شام میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا۔ اور بیس ہزار درہم انعام خالد سے لیا۔ جسکی اطلاع پاتے ہی امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ ناراض ہوگئے۔ اور خالد رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ سے فوجی خدمات سے علیحدہ کر دیا۔ جسکی تین وجہ خیال میں آسکتی ہیں۔ جو تمام دینی اور مذہبی مصالح پر مبنی ہیں۔

سورۂ حجرات۔ پ ۲۶۔ اے مسلمانو تم میں سے زیادہ معزز اور شریف اللہ کے نزدیک وہ مسلمان ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار اور خدا سے ڈرنے والا ہو۔

اگرچہ خالد رضی اللہ عنہ کی فیاضانہ طبیعت اور شاہانہ مزاج کے آگے بیس ہزار درہم کچھ حقیقت نہ رکھتے تھے لیکن امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ جو باوجود شاہانہ طاقت واقبال کے ایک کوڑی تک پاس نہ رکھتے تھے اور مرتے وقت ۸۰ ہزار کا قرضہ جو مساکین و فقرا کی رفع حاجات یا قومی کاموں پر خرچ ہوا تھا، چھوڑ گئے تھے۔ اور یہ قرضہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد انکی سکونت کا مکان واقعہ مدینہ منورہ بیچ کر ادا کیا گیا تھا۔ اور سادگی زاہدانہ کا یہ عالم تھا کہ کرتہ میں چودہ پیوند لگے ہوتے تھے جن میں ایک چمڑہ کا تھا۔ بھلا ایسا دنیا سے نفور خلیفۃ المسلمین کب پسند کرتا تھا۔ کہ خالد رضی اللہ عنہ جیسا جلیل القدر اور مشہور صحابی اور انکا ماتحت جنکے ہر ایک قول وفعل کو اہل عالم ایک خاص نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس قدر روپیہ وافر جمع کرے جو اس کی ضروریات سے زیادہ ہو چنانچہ اسی بنا پر ایک دفعہ فاروق اعظم رضی اللہ نے اپنے کل عمال (گورنروں) سے انکے مال جمع شدہ کا نصف نصف لیکر داخل بیت المال کرلیا تھا۔ جو عام ملکی اور قومی اغراض کے لئے ہوتا ہے۔ اور یہی مذہب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کا تھا جنہوں نے اپنے عہد خلافت میں حقیقی بھائی عقیل رضی اللہ عنہ کی تنخواہ کم کردی تھی اور فرمایا تھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری تنخواہ ضروریات روزمرہ سے زیادہ ہے جو تکلف کھانے حلوا وغیرہ تیار کئے جاتے ہیں اور اسی وجہ سے عقیل رضی اللہ عنہ اپنے مقدس بھائی سے ناراض ہوکر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے تھے۔

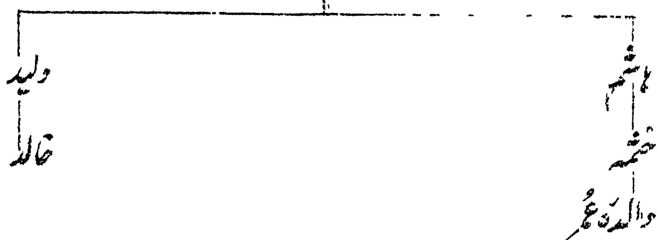
اور واقعی کثرت دولت سے عموماً آرام طلبی۔ تن پرستی۔ زنانہ صفات پیدا ہوتی ہیں۔ یاد الٰہی میں کمی ہوتی ہے چنانچہ خدا تعالے فرماتا ہے [1] یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ گو روپیہ کا جمع کرنا کوئی گناہ نہیں ہے لیکن وہ اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا۔ اور فتوحات ملکی سے دولت کا دریا بہہ رہا تھا۔

[1] سورۃ منافقون پ۲۸۔ مسلمانوں تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد یاد خدا سے غافل نہ کرنے پاوے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مآل اندیشی اس کے برخلاف تھی - چنانچہ آجکل بھی پیشوایان ملت سمجھتے ہیں کہ یہ امر پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا -

کرسی نامہ والدہ عمر

مغیرہ



اُنکی بخشش میں یہ نقص تھا کہ بیس ہزار درہم بیجا طور سے خرچ ہوا تھا اسلام کو شاعرانہ تملق سے نفرت ہے اور خالد جیسے رکن اسلام صحابی کا اسقدر بھاری انعام دینا شعرا کی حوصلہ افزائی کے لیے بہت بڑی تحریک تھی اور ذہین طبائع کو ایک غیر مفید کام کی طرف رغبت دلانا تھا اہل عرب جو فطرتاً شاعرانہ مذاق رکھتے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت شعر گوئی میں متمسک تھے اور تعلیم محمدی سے اس فن میں اُن کی غالبانہ توجہ کم ہو گئی تھی - اب خالد رضی اللہ عنہ کی اس کار روائی سے شاعری کی ترقی ممکن تھی اور آئندہ اُمت کے لیے تحریک قابل تقلید تھی جس سے اُن خطرات کا احتمال تھا جو آخیر میں سلاطین اسلام اور ان کے اُمرا و وزرا کو جھوٹی تعریفوں اور خوشی اور بے اصل خطابوں سے عائد ہوئے تھے - اور قوم کی لیاقت کا مدار محض خیالی اور نمایشی امور پر رہ گیا تھا -

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جن کی اصابت رائے اور معاملہ فہمی تمام مدبرین عالم سے بہت ہی بڑھ کر تھی اس انعام کو اسراف میں سمجھا - چنانچہ مورخین کا قول ہے

وعزله عن امارة الاجناد لانه رای منه تبذیرا وردہ الی ... فی الاموال یعنی خالد
رضی اللہ عنہ کو لشکر کی سرداری سے اس لئے معزول کیا کہ ان سے اسراف و فضول خرچی دیکھی۔
واقعی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین کا فرض تھا کہ اسلام کی پاک مذہب شریعت
محمدی میں رواج نہ ہونے دے اور جب کہ اپنے معزز ماموں اور مکرم سردار سے
دور نہ کرے اور مسلمانوں پر کس طرح دباؤ ڈال سکتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ جس کام سے اوروں کو روکنا چاہتے تھے تو اس کی ابتدا اپنے خاندان والوں
اور رشتہ داروں سے کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ جب کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو کسی بات سے منع کرنا چاہتے
تھے تو پہلے اپنے کنبہ کو جمع کرتے اور کہتے کہ میں لوگوں کو فلاں بات سے منع کرنا
چاہتا ہوں اور لوگ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں اگر تم نے امر ممنوع کو کیا تو لوگ بھی
کرنے لگیں گے اگر تم نے نہ کیا تو اور لوگ بھی رک جائینگے پس یاد رکھو کہ اگر تم میں
سے کسی نے امر ممنوع کو کیا تو میں تم کو اپنی رشتہ داری کے سبب سے دگنی سزا
دونگا۔ پس تم کو اختیار ہے چاہو کرو یا نہ کرو۔ اگرچہ خالد رضی اللہ عنہ کی فتوحات
نہایت قیمتی تھیں اور یقین تھا کہ سیف اللہ کی تیز دھار کے سامنے۔ عرب و عجم
روم و ایران۔ اسود و احمر ... کوئی ٹھہر نہیں سکتا اور اس کی غازیانہ
ہمت و استقلال تمام دنیا کی فتح کے لئے کافی طاقت رکھتی ہے۔ مگر خلیفۃ النبی صلعم
کے پیش نہاد کوئی ملکی فتوحات نہ تھیں وہ تو روحانی اور اخلاقی ترقی کا خواہاں تھا
جو ان دنیاوی بادشاہوں کی طرح نہیں تھے جو اپنے امراء وغیرہ فوجی افسروں
کی بڑی بڑی بھاری غلطیوں سے محض ذاتی فائدہ کے لئے چشم پوشی کرکے خلق اللہ
کی عزت و ناموس جان و مال اور اخلاق و عادات کو تباہ کرتے رہے۔ حضرت فاروق
رضی اللہ عنہ جو اپنی آنکھ سے دیکھ رہے تھے کہ ... کی بہتات کی وجہ سے لوکان

للنبیؐ بعدی لکان عمرؓ[۵۱] کی فضیلت سے ممتاز تھے۔ سمجھ گئے تھے کہ اسراف سے مسلمانوں کو جس قدر نقصان پہنچنے کا یقین ہے وہ فتوحات خالدی کے فوائد سے بہت ہی بڑھ کر ہوگی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ جو ہمیشہ عطیات کثیرہ کے عادی تھے اور رکنے والے نہ تھے۔ مناسب سمجھا گیا کہ وہ ممتاز عہدہ سے علیحدہ کئے جاویں۔ اور اس طرح سے آئندہ اسراف کرنے والوں کو متنبہ کیا جاوے۔ پس ابتدائے اپنی کُنبہ ہی سے اور معزول کر دیا۔

چوتھی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کا عام خیال حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی عالمگیر فتوحات اور ظفر جنگی پر یہاں تک جم گیا تھا کہ وہ ہر ایک فتح کا باعث اور ذریعہ خالد رضی اللہ عنہ کو ہی سمجھنے لگے تھے۔ چنانچہ قصائد مدحیہ جو مبالغہ اور غلو سے کبھی مبرا نہیں ہو سکتے۔ خالد رضی اللہ عنہ کی تعریف میں کہے گئے۔ اور اس خیال کی اشاعت ہونے لگی کہ فتوحات کا مدار و انحصار محض خالد رضی اللہ عنہ کی ذات پر ہے۔ اور ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ قرآن مجید کی حقانی تعلیم نے اسباب پرستی اور ضعیف الاعتقادی کو جو کفر و شرک کی جڑ ہے۔ ملیا میٹ کیا تھا ولا یشرک فی حکمہ احدا[۵۲] کا اعلان عام دیا تھا اگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ توجہ نہ فرماتے تو جو توحید الٰہی اور توکل علی اللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سکھلایا تھا اُس میں فرق آجاتا۔ اور رفتہ رفتہ عقائد اسلام میں انقلاب عظیم آجاتا اور شاید زمانہ حال کی موجودہ کمزوریاں جو اسلامی عقائد میں داخل ہو گئی ہیں اور اسلام کے خوبصورت چہرہ کو بعض حالتوں میں بدنما کر دیا ہے اُسی وقت ظہور میں آنے لگتیں مگر اسوقت مسلمانوں کے صوری اور معنوی امور کی باگ ایسے زبردست اور مدبر دوربین خلیفہ کے ہاتھ میں تھی کہ جن کی شان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بارہا تجربوں کے

[۵۱] جناب نبی کریم صلعم نے حضرت عمرؓ کے حق میں فرمایا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا (حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں) تو ہر قسم کی قابلیت نبوت عمرؓ میں تھی مگر عمر بھی نبی ہوتا۔ [۵۲] سورہ کہف پ۱۵ خدا اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا

فرمایا تھا۔ اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الحَقَّ عَلیٰ لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِہٖ وَھُوَ الفَارُوقُ فَرَّقَ اللّٰہُ بِہٖ بَیْنَ الحَقِّ وَالبَاطِلِ۔ اور جن کی توحید اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ درخت کو کٹوا دیا اور اگر سنتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال نہ ہوتا تو سنگ اسود کو بھی کعبۃ اللہ سے اکھڑوا دیتے پس ایسا موحد مآل اندیش خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس بات کو کس طرح قطع نظر کرسکتا تھا کہ فتوحات کا باعث خالد ہی ہے جو ایک قسم کا شرک خفی تھا جس کا انسداد امیر المومنین کا فرض تھا۔ اور غالباً اہل بدر کے مظفرانہ فخر پر جو عتاب آمیز آیۃ نازل ہوئی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیش نظر ہوگی۔ آیۃ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى آیت میں صاف حکم تھا کہ محض کسی انسان کو باعث فتح جاننا درست نہیں ہے۔ سب کچھ اللہ کے ہاتھ ہے۔ انسانی وغیرہ اسباب و تعلقات کی درمیانی اضافتیں اعتباری ہیں۔ واقعی اس قسم کے خیال اسلام کی صاف اور مجلا توحید پر تاریکی ڈالنے والے تھے اور خلیفہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذمہ درستی عقائد کی مشکل اور سخت جوابدہ ڈیوٹی لگی تھی۔ اور نبی اور اس کے سچے خلیفہ کو جس قدر خوشی ایک انسان کے کامل ایمان ہونے سے ہوسکتی ہے اس قدر ایک برِ اعظم کے فتح کرنے سے نہیں ہوسکتی۔ یہی سبب تھا کہ خالد رضی اللہ عنہ کی عظیم الشان جنگی خدمات کو نظر انداز کرکے ہمیشہ کے لئے معزول کر دیا جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اگر اسلامی غزوات محض ملکی اغراض کے لئے مثل دیگر فاتح اقوام ہوتے یا علام شاہان عالم کی طرح وسعت ممالک کا خیال ہوتا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ جیسے شیر دل جوانمرد کو ایک ایسی خفیف بات پر کہ جس میں خود حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا کوئی قصور نہ تھا اس طرح ہمیشہ کے لئے جنگی خدمات سے علیحدہ نہ کیا

لہ سورۃ انفال۔ پ ۹ اے مسلمانو تم نے کافروں کو بدر میں قتل نہیں کیا بلکہ ان کو اللہ نے قتل کیا اور اے پیغمبر جب تم نے تیر چلائے تو تم نے نہیں تیر چلائے بلکہ اللہ نے تیر چلائے۔

[illegible] جب خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے [illegible] تو حضرت [illegible] نے فرمایا کہ یا خالد واللہ انک علی [illegible] کتب الی الامصار انی لم اعزل خالدا عن سخطۃ ولا [illegible] الناس [illegible] فتنوا بہ فخفت ان یوکلوا الیہ فاحببت ان یعلموا ان [illegible] ان لا یکونوا بعرض فتنۃ [illegible] ما اخذہ منہ۔ اب اس کے بعد کسی تاریخ کو [illegible] کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ان تالیفات طبری وغیرہ کی بے اصل [illegible] جو غالبا الحاقی ہے مالک بن نویرہ کے قتل کو وجہ عداوت سابقہ قرار دینا مناسب ہے جو معاذ اللہ کینہ کو ثابت کرتی ہے جس سے کہ بزرگان دین کا سینہ صاف تھا۔ اور نہ یہ خیال خام حضرت عمر اور خالد جیسے عاشقان اسلام کے شایان ہے کہ خالد رضی اللہ عنہ کی نسبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی ملکی بدگمانی پیدا ہوئی ہو۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اور یہ خیال کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے باوجودیکہ وہ جانتے تھے کہ خالد رضی اللہ عنہ سے مالک بن نویرہ کے قتل میں خطا ہوئی ہے لیکن خالد رضی اللہ عنہ کی بہادرانہ غازیانہ خدمات کے لحاظ سے سزا نہ دی گئی اور صرف زبانی سرزنش پر کفایت کی گئی [illegible] عدالت و انصاف عامہ کے صریح خلاف ہے۔ شریعت محمدی کسی شخص کو خواہ کتنا ہی جلیل القدر اور کارآمد بارسوخ ہو جرم سزا سے مستثنیٰ نہیں کرتی۔ پھر کس طرح ہو سکتا تھا کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا حامی شریعت جنہوں نے اہل ردہ وغیرہ [illegible] سے محض اس وجہ کی خلاف رائے مہاجر و انصار خونخوار لڑائیاں کی تھیں کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیتے تھے۔ ایسے مستقل

فتوحات اسلامیہ و [illegible] شافعی [illegible] جزو اول خلاصہ مطالب۔ جلد [illegible] میں لکھ کر بھیجا کہ میں نے خالد کو کسی خیانت یا [illegible] معزول [illegible] لیکن لوگ فتوحات [illegible] اس کو [illegible] لگے تھے [illegible] اللہ کو بھول جانے کا مجھ کو [illegible] اور میں [illegible] کرتا ہوں۔

پر دل قرآن وسنت کے پابند خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ خیال کہ قتل کے مقدمہ میں خالدؓ کی شجاعت وغیرہ کا لحاظ کیا گیا اور صرف سرزنش کافی سمجھی گئی۔ اور کہا گیا کہ پھر ایسا نہ کرنا صداقت سے کوسوں دور ہے بلکہ اللہ اور رسول کے سچے خادم خلیفہ اوّل کی ذات بابرکات پر ایک بزدلانہ حملہ ہے۔ مالک بن نویرہ کا قتل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بحالت ارتداد ثابت ہوا۔ اس لیے خالد رضی اللہ عنہ کو قتل مذکور کے جرم سے بری کیا گیا۔ ورنہ کسی قسم کی رعایت نہیں کی گئی۔ واقعات مقدمہ سے مالک کا مسلمان ہونا ثابت نہیں ہوا جیسے کہ پہلے مالک بن نویرہ کے قتل کے بیان میں لکھا گیا ہے۔ پس کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا کہ امیر المومنین عمرؓ نے کسی سابقہ رنجش کے سبب سے خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کیا۔ یہ معزولی جیسے کہ اوپر بیان کی گئی مسلمانوں کے عقاید کے تحفظ کے لئے بہ تعمیل وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا کے تھی۔ گو عام نگاہوں میں یہ بات بہت ہی خفیف دکھائی دیتی ہو۔ لیکن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ برحق اگر ایسے امر کی طرف سے فروگذاشت کرتا تو خلافت و سلطنت میں کچھ فرق نہ رہتا۔ اور فاروقی اور سکندری نزدوات میں کوئی تمیز نہ ہوسکتی۔ مخالفین اسلام کو سوچنا چاہئیے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی لڑائیاں اگر دیگر سلاطین کی طرح سلطنت پھیلانے اور روپیہ کمانے کے لیے ہوتیں تو خالد رضی اللہ عنہ کو اُس وقت تو یہ حکم دیا جاتا کہ تکمیل رومیوں کو کہہ دے کہ ایشیا سے باہر نکال دو اور آبنائے قسطنطنیہ پر علم محمدی گاڑ دو جس میں کوئی بھی شک نہ تھا۔ کیونکہ شہنشاہ ہرقل اپنا بستر بوریا باندھ کر قسطنطنیہ کو بھاگ گیا تھا۔ اُس کے چیدہ اور مشہور جنرل تہ تیغ آپ کی شمشیر کا طعمہ ہو چکے تھے اور زبردست اور منتخب فوجیں لاکھوں تک تباہ ہو چکی تھیں۔ کر رہ دو ... کا

لہ سورۂ کہف۔ پ ۱۵۔ کسی چیز کی نسبت یہ نہ کہو کہ میں کل یہ کام کرونگا۔

خزانہ ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا فوجی جلال اور سطوت و جبروت غیر اقوام کے دلوں پر اس قدر چھا گیا تھا۔ کہ انکا نام سنتے ہی دشمن کے پاؤں اکھڑ جاتے اور بھاگ نکلتے۔ اِس سے ہرگز انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم دینی کام کو دنیاوی اغراض سے مقدم رکھتے تھے اور الٰہی احکام کی بجا آوری اور اسلامی ترقی میں کسی پالیسی کے پابند نہ ہوتے تھے انکی نگاہ حق پرست میں ہر وقت قُل مَن[۵۱] بیدہٖ ملکوت کلّ شیءٍ وھو یجیر ولا یجار علیہ اِن کنتم تعلمون کا مضمون رہتا تھا۔ اُن کی راستی پسند طبائع پر کسی کا رُعب داب اثر نہیں کرسکتا تھا یہی وجہ تھی کہ بہت ہی قلیل عرصہ میں اسلام نے حیرت ناک ترقی حاصل کی۔ اور کوئی پچیس سال کی مدت میں اندلس سے لیکر ہندوستان تک قرآن مقدس کی منادی کی گئی۔ خلافت راشدہ کے بعد اگرچہ بادشاہت کی بنیاد رکھی گئی اور سلاطین بنی اُمیّہ خلفائے راشدین سے عادات واطوار میں مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن چونکہ اُنکے عہد میں خیر القرون کا اثر موجود تھا اور تابعین اور تبع تابعین کا گروہ کثیر ساتھ تھا جو یا تو اصحاب نبی صلعم کی اولاد تھے یا انکی صحبت اور فیضان سے مستفیض ہو چکے ہوئے تھے۔ چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں تو مثل زمانہ خلافت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل غزا ہوتے رہے۔ اور فتوحات کثیرہ کرتے رہے۔ چنانچہ جب قسطنطنیہ پر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں چڑھائی ہوئی تھی تو مجاہدین میں عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن زبیر۔ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ وغیرہ اصحاب کبار ساتھ تھے۔ اور قسطنطنیہ کے خونخوار جنگ میں ابوایوب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور وہیں دفن ہوئے تھے اور خوف کفار سے اُن کی قبر زمین کے برابر کی گئی اور ۱۰۹ سال

---

۵۱ سورۃ المؤمنون۔ پ۱۸۔ اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ اگر تم جانتے ہو تو بھلا اتنی بات تو بتاؤ کہ کون ایسا قادر مطلق ہے جسکے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے اور وہ جسکو چاہتا ہے پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔

بعد سلطان محمد ثانی غازی ترک فاتح قسطنطنیہ کے عہد میں ولی اللہ عارف باللہ آق شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بالتماس سلطان محمد ثانی انار اللہ برہانہ نور العرفان ابوایوب رضی اللہ عنہ کی قبر کا نشان دیا تھا۔ اور صحیح کتبہ نکلا تھا۔ جہاں بحکم سلطان محمد مرحوم جامع مسجد تعمیر کی گئی۔ جس جگہ اب جدید سلاطین آل عثمان کو شیخ الاسلام شمشیر بند کرواتے ہیں جو شاہان یورپ کی تاج پوشی کی رسم کے برابر ہے۔ عبدالملک اور اس کے بیٹوں اور بھتیجے عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں بھی۔ عقبہ بن نافع فہری۔ قتیبہ بن مسلم۔ مہلب بن ابی صفرہ۔ محمد بن قاسم۔ موسیٰ بن نصیر۔ طارق بن زیاد۔ جیسے قلندر صحابہ مجاہد نکلتے رہے جن میں خالص عربی عادات کا بہت کچھ حصہ تھا۔ سلاطین امویہ کے بیٹے اور بھائی خود فوجی خدمات کرتے تھے اور آرام اور تعیش سے پہلو بچاتے تھے۔ اس کے بعد عہد عباسیہ میں نہ وہ اسلامی جوش رہا اور نہ عرب کے سادہ اطوار کا نشان رہا۔ بلکہ عجمی تکلفات اور عیش پسندی اور خوشامد گوئی۔ بے اصل خطابات جن سے اسلام کو نفرت تھی۔ دربار شاہی میں داخل ہو گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بنی امیہ کے ممالک مفتوحہ کو بھی قابو میں رکھ سکے اور کوئی عظیم الشان جدید فتح نہ پا سکے۔ اگرچہ ہارون رشید۔ مامون رشید۔ معتصم باللہ عباسی کا زمانہ کمال اقبال کا زمانہ تصور ہوتا ہے اور زمانہ سابق کی طرح اس میں بھی گرمی کے موسم میں عیسائی ممالک پر فوجیں بھیجی جاتی تھیں مگر سوا تاخت و تاراج کے کوئی معتدبہ فائدہ نہ نکلتا تھا۔ پس یہ کہنا بیجا نہیں ہوگا۔ کہ عربوں کے جنگی جوش اور فتوحات کا طوفان جسکو کوئی چیز روکنے والی نہ تھی۔ اموی عہد کے ساتھ ہی تھم گیا۔ وجہ یہی ہے کہ بادشاہ اور اس کے درباری جہاد فی سبیل اللہ کا شوق کم رکھتے تھے۔ ذاتی فوائد پر قومی مصالح کو قربان کر دیتے تھے۔ نمائش پر مرتے تھے۔ زہد و قناعت جو شیوہ صحابہ تھا اس کو ترک کر دیا تھا تفوق اور تکاثر کی بیجا خواہشوں نے اسلامی

فضائل کو کھو دیا تھا۔ جب سلاطین اور اہلِ دربار کا یہ رنگ ہو تو عوام کالانعام کی حالت بدلتے کیا دیر لگتی ہے بقول الناس علیٰ دینِ ملوکھم ہاں بعد بھی جب کبھی کوئی سلطانِ وقت اسلام کو دل سے ماننے والا اور سچا جوش رکھنے والا پابند شرع مسلمانوں کا والی اور سرپرست ہوا ہے تو عہد خیر القرون کی طرح اسلامی جلال ظاہر ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ الپ ارسلان سلاتی منصور اندلسی۔ یوسف بن تاشفین مغربی یعقوب بن یوسف بن عبد المومن۔ سلطان صلاح الدین ایوبی محمود غزنوی۔ سلطان سلیمان عثمانی نے قوم میں تازہ روح پھونک کر صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح فتوحات کا سماں باندھ دیا اور مخالفان اسلام کی صدیوں کی چال بازیوں کو توڑ تاڑ دیا۔

غرضیکہ اگر مسلمانوں کا امیر دیندار مقلدِ آثار صحابہ ہو اور امت محمدی کے فوائد کو اپنے ذاتی اغراض پر ترجیح دے اور اس کے امرا و وزرا پرہیزگار عقلمند ہوں تو یہی مردہ قوم تازہ زندگی حاصل کر کے اپنی گذشتہ عظمت کو پھر قائم کر سکتی ہے۔ قوم میں سب کچھ موجود ہے اور اس قسم کا وہن و اختلال عموماً قوموں میں ہو جایا کرتا ہے یورپ جو آج روئے زمین کا ٹھیکہ دار ہے۔ اس کی حالت وسطی زمانہ میں آج کل کی اسلامی حالت سے بدرجہا بدتر تھی۔ اگر ہم بھی اسلام کے عمدہ اصول کی پیروی کریں تو بڑھنا کچھ مشکل نہیں ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم توحید باریتعالیٰ کے سوا مقاصد و مطالب افکار و اجتماع ایک رکھتے تھے۔ سب کا مطلب ترقی اسلام تھا۔ نفسانی اغراض اور شیطانی خواہش انکے پاس تک نہ پھٹکتی تھی انکا فکر و خیال ایک ہوتا تھا کبھی سچی بات میں نہ جھگڑتے تھے۔ اور کج بحثی نہ کرتے تھے۔ ان میں متفرق فرقہ اور گروہ نہ تھے۔ وہ نیک کام کے لوگوں کو ہدایت اور رہنمائی کرتے تھے اور برے کام سے روکتے تھے۔ اور یہ کام نہایت آزادی اور دلیری سے کرتے اور اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے بڑھ بڑھ کر

مسارعت کرتے تھے چنانچہ خدا تعالے اپنے کلام پاک میں اپنے لوگوں کے حق میں فرماتا ہے کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ [1] کی سلامت روی اور معرفت حقوق العباد کا یہ عالم تھا کہ جب امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمرؓ کو اپنے عہد میں قاضی مقرر کیا تو کبھی کوئی شخص مدعی اور مدعا علیہ کی صورت میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں کسی ایک بات پر اتفاق ثابت کرنے کے لئے حاضر نہیں ہوئے - بلکہ جس کا در اصل حق ہوتا تھا اس کو خود ہی دیدیتے اور مقدمہ نہ چلاتے - قوم کے محتاج اور فقرا کی مدد کرتے اور لوگوں کی ہمدردی کو اپنا فرض جانتے اور اللہ تعالیٰ کے پاک کلام (وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ) [2] کے مصداق بنتے یہی عادات حسنہ تھے کہ مسلمان ممتاز تھے اور دنیا کی تمام قومیں اُن کے سامنے گردنیں جھکاتی تھیں اور مقابلے سے دل چراتی تھیں - چنانچہ جب یزدجرد فارس امیر المومنین عمرؓ رضی اللہ عنہ کے عہد میں شکست پاکر مرو واقعہ ترکستان کو بھاگ گیا - تو اُسی شہنشاہ چین کے پاس امداد کے لئے ایلچی روانہ کیا - شہنشاہ مذکور اور ایرانی ایلچی میں جو سوال و جواب مسلمانوں کی نسبت ہوئے ہیں - اُن سے بخوبی ثابت ہوسکتا ہے کہ کن وجوہات سے غیر اقوام مسلمانوں سے کانپتی تھیں - فھو ھذا

شہنشاہ چین - کیا یہ سچ ہے کہ مسلمان تعداد میں بہت کم ہیں اور انہوں نے تمہاری افواج کثیرہ کو ہرا دیا -

ایلچی - ہاں حضور درست ہے - اسلامی فوج تیس ہزار سے زیادہ نہیں ہوگی جس نے کہ ہماری لاکھوں کے دل بادل فوج کے دھوئیں اڑا دیئے ہیں اور ہمارے شہنشاہ

---

[1] سورۂ آل عمران - پ ۴ - تم مسلمان سب امتوں سے بہتر ہو کہ اچھے کام کرنے کو کہتے اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور وہ نیک کاموں میں دوڑ پڑتے ہیں - [2] سورۂ حشر - پ ۲۸ - اور اپنے اوپر تنگی ہی کیوں نہ ہو - محتاج مہاجرین بھائیوں کو اپنے پر مقدم سمجھتے ہیں

کو موروثی ملک سے نکال دیا ہے۔ ایران کی صدیوں کی عظیم الشان سلطنت اور کیانی عظمت اور ساسانی عزت اور نوشیروانی سطوت کو مٹھی بھر جماعت نے خاک میں ملا دیا ہے۔

شہنشاہ۔ مسلمان ایفائے وعدہ میں کیسے ہیں۔ کیا عہد و میثاق کی پابندی لازم جانتے ہیں۔ یا کہ وعدہ خلافی کرتے ہیں۔

ایلچی۔ حضور جب ایک مسلمان کسی بات کا وعدہ کر لیتا ہے یا کسی کو امان دیتا ہے تو تمام مسلمان اُس کے پابند ہو جاتے ہیں۔ مضمون عہدنامہ کی حرفاً حرفاً تعمیل ہوتی ہے۔ جو کچھ صلحنامہ میں لکھا جاتا ہے اس کے سوا رعیت کی کسی چیز سے مسلمان فاتح تعلق نہیں رکھتے۔ اہل اسلام اپنی بات کے پکے۔ معاملات کے سچے ہیں۔

شہنشاہ۔ مسلمان قبل از جنگ تم کو کیا کہتے ہیں۔

ایلچی۔ اوّل اسلام پیش کرتے ہیں کہ ہمارا دین اختیار کرو ہم تم برابر ہو جائینگے ورنہ جزیہ مانگتے ہیں اور لڑائی وغیرہ سے ہٹنے کے لئے کہتے ہیں اگر ان میں سے کوئی بات قبول نہ کیجائے تو تلوار اٹھاتے ہیں۔

شہنشاہ۔ اپنے امراء کی اطاعت کیسی کرتے ہیں۔

ایلچی۔ اس قدر تابعدار اور فرمانبردار ہیں کہ اور کوئی قوم نہیں۔ اللہ اور اپنے رسُول کی اطاعت کے بعد اپنے امیر کی تابعداری فرض جانتے ہیں۔

شہنشاہ۔ اُن کے ہاں کونسی چیز حلال اور کون سی حرام ہے۔

ایلچی۔ شراب۔ زنا۔ غیبت وغیرہ حرام ہیں کہ جن سے جسمانی اور رُوحانی عوارض پیدا ہوتے۔

شہنشاہ۔ کیا جو چیزیں انکے مذہب میں حرام ہیں انکو حلال اور جو حلال ہیں انکو حرام کرتے ہیں۔

ایلچی۔ نہیں حضور کوئی مسلمان حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں جانتا اور

نہ اب کسی کو اختیار ہے۔ مسلمان اپنے پیغمبر کے ارشادات کے سو فیصدی تعمیل و عزت کے سخت پابند ہیں۔

شہنشاہ۔ بیشک یہ قوم جب تک حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں بنائیگی یعنی اپنے مذہبی احکام میں ردوبدل اور اپنے ذاتی مفاد کے لئے تحریف یعنی تغیر وتبدل شرعی مسائل میں نہیں کریگی۔ تب تک یہ قوم ہمیشہ مظفر و منصور رہیگی۔
شہنشاہ۔ انکا لباس اور سواری کس قسم کی ہے۔

ایلچی۔ مسلمان سیدھا سادھا لباس پہنتے ہیں جو عموماً موٹے کپڑے یا پشمی قسم کا ہوتا ہے اور اس میں کسی قسم کا تکلف نہیں پایا جاتا۔ ریشمی اور مزین لباس کو چھوتے نہیں۔ عربی گھوڑے اور اونٹ انکی سواری ہیں۔

یہ تمام حالات سُنکر شہنشاہ چین نے یزدجرد کو لکھا کہ میں اس قدر فوج تمہاری مدد پر روانہ کرسکتا ہوں کہ اس کا مقدمہ (اوّل حصہ) تو مرو میں اور اسکا پچھلا حصہ (ساقہ) چین میں ہو۔ لیکن بیفائدہ اور فضول نظر آتا ہے۔ جس قوم کی تعریف تمہارے ایلچی نے میرے سامنے کی ہے اگر پہاڑ سے بھی ٹکرا ئیں اور مقابلہ کریں تو اُس کو بھی پاش پاش کر دینگے۔ اور جب تک ان میں یہ صفات۔ ایفائے عہد۔ غیر مذاہب سے اسلام جذبہ لڑائی کے سوا اور کوئی خواہش نہ کرنا۔ اپنے امیر کی اطاعت۔ حلال حرام کا لزوم۔ شریعت میں ردّوبدل نہ کرنا سادہ لباس پہننا۔ پائی جائیگی۔ کوئی قوم ان کا مقابلہ نہ کرسکیگی۔ پس بہتر ہے کہ تم اُن سے صلح کرلو۔ اور اطاعت مان لو۔

آج کل کے مسلمانوں کو جو اسلام کی حمایت میں بڑی لمبی چوڑی باتیں بناتے ہیں اور اسلام کی ترقی وتنزل کا مدار یورپ کی تہذیب پر رکھتے ہیں۔ کبھی پردہ کے خلاف زبان درازیاں کرتے ہیں۔ کبھی مہاجن کے جواز میں حیلہ ڈھونڈتے

ہیں اور کبھی صوم و صلوٰۃ کی تخفیف کے لیے زندیقانہ تاویلیں کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ
انکو یاد رکھنا چاہیے کہ ممنوعات شرعی کے جواز اور استدلال کے ساتھ امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی ترقی چاہنا ع این خیال است و محال است و جنون - کا معاملہ ہے - اس سے
یورپ کی ترقی تو حاصل نہیں ہوگی - البتہ شارع علیہ السلام کے ساتھ محبت کم ہو جائیگی -
دین میں قباحت و بدعت کا حوصلہ بڑھ جائیگا - اور یہ اعتقاد کہ عقائد اسلامی منزل من اللہ ہیں
کم ہوتا جائیگا اور اسلام کا خوبصورت چہرہ مسخ ہو جائیگا - اور اسلامی جوش جو ترقی کا اصل
راز ہے اور جس سے نپولین فرانسیسی فاتح جیسے کو بھی بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہنا
پڑا تھا - یورپین لباس اتار کر مصری اسلامی پوشاک پہن لی تھی - اور جس جوش کے
معدوم کرنے کے لیے یورپ ہمہ تن مصروف ہے اور بعض جگہ کامیاب بھی ہو چکا ہے -
بالکل فنا ہو جائیگا - اور جب قومی جوش ہی نہ رہا تو وہ قوم مُردے سے بدتر ہے -

یورپ جو آج ترقی کی معراج پر نظر آتا ہے - اسی قومی جوش کا نتیجہ ہے - دیکھو
چند مبشرانِ دین کے انتقام کے لیے یورپ اور امریکہ نے وہ جرأت و ہمت دکھلائی
ہے کہ چین کی مغرور اور سب سے زیادہ آباد اور وسیع و قدیمی سلطنت کی جڑ ہلا دی ہے -
اور یہی غیرت و عصبیت کبھی مسلمانوں میں تھی - چنانچہ روایت ہے کہ خلیفہ معتصم باللہ عباسی
کے عہد میں ایک مسلمان عورت عیسائیوں کے ہاتھ قید ہو گئی اور شہر عموریہ میں جس کو بیدو
کہتے ہیں - لونڈی بنائی گئی - اور اس کا مالک اس جرم میں کہ وہ اللہ و رسول اور اپنے
پیارے دین سے انکار نہیں کرتی تھی - ایک شریر لنگڑے کے ہاتھ سے اس کو کوڑے
پٹواتا - زد و کوب کراتا تھا - اور یہ بیچاری چلا چلا کر وا معتصماہ کہتی وہ لنگڑا طنزاً کہتا
تھا کہ دیکھو وہ معتصم اپنے ابلق گھوڑے پر سوار تمہاری مدد کو آ رہا ہے - ایک مسلمان
سیاح یہ معاملہ دیکھ رہا تھا - اس نے معتصم باللہ کے پاس پہنچکر یہ دردناک واقعہ بیان کیا - معتصم
نے عموریہ کیطرف منہ پھیر کر کہا کہ لبیک یا ایتہا الجاریہ لبیک ہذا المعتصم باللہ اجابک

اور فوراً لشکر کی تیاری کا حکم دیدیا۔ بارہ ہزار ابلق گھوڑوں کا دستہ تیار کیا گیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہانِ اسلام کا جاہ وجلال کہاں تک بڑھا ہوا تھا۔ معتصم ایلغار کرتا ہوا عموریہ پہنچا اور طویل محاصرہ اور سخت جنگ کے بعد شہر فتح کیا۔ شہر میں داخل ہوتے ہی سیّاح مذکور کو ساتھ لیکر سیدھا اُس مکان کا رُخ کیا کہ جس میں وُہ مظلوم مسلمان عورت تھی اس کو ظالموں کے پنجہ سے چھوڑا کر کہا "یاجاریہ ھل اجابک المعتصم" اِس قومی جوش کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کی طرف کوئی آنکھ اُٹھاکر بھی نہ دیکھتا تھا۔ پس قوم کی ترقی اخوت اور ہمدردی پر موقوف ہے جو بغیر پابندی شریعت ممکن نہیں ؛

وفاتِ خالد رضی اللہ عنہ

حمص کی فتح ثانی سنہ ۱۷ھ یا سنہ ۱۹ھ میں ہوئی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ امداد کے لئے معہ مہاجر و انصار حمص کو جارہے تھے کہ مقام جابیہ میں رومیوں کی شکست کی خبر پہنچی اور واپسی کے وقت حضرت خالدؓ کو اپنے ساتھ مدینہ لے آئے تھے اور بقولِ بعض حضرت خالد رضی اللہ عنہ مدینہ میں ہی سنہ ۲۱ھ میں فوت ہوگئے لیکن جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ مدینہ منوّرہ میں خالد رضی اللہ عنہ جیسے قوم کے محبوب اور خادم کی قبر کا نشان نہیں پایا جاتا اور دوسری طرف شہر حمص میں اب تک اُن کی قبر زیارتگاہ عام ہے جو حمص کے شمالی جانب فصیل سے باہر واقع ہے۔ تو اُن کی وفات مدینہ میں نہیں پائی جاتی۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ بعد معزولی حضرت خالدؓ کو اپنے ساتھ مدینہ لائے اور کچھ عرصہ بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی سکونت حمص واقعہ شام میں قرار دی ہو۔ بہرحال حمص میں فوت ہونا قرین قیاس ہے۔ مرنے سے پہلے اپنا گھوڑا اور جنگی ہتھیار بیت المال میں واسطے استعمال

مجاہدین دیدئے تھے۔ اس بہادر نے اخیر وقت میں جو کلمات فرمائے ہیں وہ جنگی اشخاص کے لئے بہادری کا سبق ہیں۔ فھو ہذا لقد شہدت مائۃ زحفٍ او زھاءھا وما فی بدنی موضع شبر الا وفیہ ضربۃٌ او طعنۃٌ او رمیۃٌ وھا انا اموت علی فراشی کما یموت العیر فلا نامت اعین الجبناء وما من عملٍ عندی ارجی من لا الٰہ الا اللہ وانا متترس بھا۔ واقعی یہ قول درست ہے کہ جانباز بہادر جو موت سے نہیں ڈرتے میدان جنگ سے صحیح سلامت نکل آتے ہیں اور عمر دراز پاتے ہیں اور بزدل نامرد ذلت سے میدان میں مارے جاتے ہیں اور کم عمر ہوتے ہیں۔

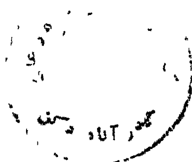
حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہمیشہ اپنی ہمراہی فوج کی نسبت مخالفین کو کہا کرتے تھے کہ میرے ساتھ ایسے لوگ ہیں قومٌ یحبون الموت کما تحبون الحیاۃ۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مرنے پر بنی مغیرہ کی عورتیں دردناک آواز سے رونے لگیں امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (ما علیھنّ ان یبکین ابا سلیمان ما لم یکن نقع او لقلقۃ) ایسے عظیم الشان بہادر پر جس قدر روتے کم تھا اور جس قدر غم کرتے بجا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کثیر الاولاد تھے۔ اُن کی اولاد میں سے چالیس مرد تو طاعون میں جو سنہ ۱۸ھ میں ملک شام میں پڑی تھی فوت ہوئے تھے یہ وہی طاعون ہے کہ جس میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح۔ معاذ بن جبل۔ یزید بن ابو سفیان وغیرہ پندرہ ہزار مجاہد راہی ملک بقا ہوئے۔ کہتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی نسل قطع ہو گئی تھی۔ آپکا بڑا بیٹا سلیمان تھا جسکی وجہ سے خالد رضی اللہ عنہ کی کنیت ابا سلیمان ہے جو فلسطین یا مصر کی کسی لڑائی میں شہید ہوا تھا۔ آپ کا ایک بیٹا عبد الرحمٰن تھا جو جنگ صفین میں شامل تھا اور سنہ ۴۴ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں رومی ممالک میں نہایت بہادری سے لڑا تھا اور رومی طاقت کو بزور شمشیر توڑ دیا تھا۔ خالد رضی اللہ

کا منقطع النسل ہونا میرے نزدیک درست نہیں ہے۔ فتح کابل کے وقت حضرت خالدرضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کوئی شخص ساتھ تھا جس نے افغانوں کے ساتھ رشتہ کرلیا اور اس سے افاغنہ سوری یا فتحی پیدا ہوئے۔ علاوہ اس کے نواح حمص میں بھی ایک قبیلہ خالدی کہلاتا ہے۔ وصلی اللہ علے سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم

تمت بالخیر



هو الموفق

[illegible]

بقلم منشی فضل الٰہی عفی عنہ

سنہ ۱۳۲۰ھ